فضائل الشیخین

باحادیث

رسول الثقلین

حصّہ اوّل

فضائل الصدّیق رض

از تصنیف: مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری. گوجرانوالہ

ناشر: خالد گھر جاکھی. ضلع گوجرانوالہ

دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیق دادی
بشورے آوریں آسودہ جاں را

اقبال

(مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ

(القرآن الحکیم)

عن علیؓ والذی جآء بالصدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وصدّق بہ ابوبکر الصدیق۔

(اخرجہ البزار وابن عساکر بحوالہ تاریخ الخلفا سیوطی)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اَبُوبَکرٍ فِی الجَنَّۃِ
(صحاح ستہ)

فہرست حصّہ اوّل فضائل الصدیقؓ

فہرست حصّہ دوم

باب رابع۔ فضائل و مناقب

باب خامس۔ خلافیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از خالد گھرجاکھی)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ وہ چیز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ رسول اللہ کی سیرت کو اپناؤ۔ اس سے اچھا زندگی بسر کرنے کا نمونہ انسان کو کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گذاری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپؐ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا۔ خلقہ القرآن، کہ آپؐ کے اخلاق سراسر قرآن کی عملی صورت تھی۔ گویا کہ آپؐ نے خدائی احکام کو دُنیا کے سامنے صرف منصوبے کی صورت میں ہی پیش نہیں کیا۔ بلکہ اس کو پوری طرح نافذ فرما کر عملاً واضح فرما دیا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے آپ کی حیات طیّبہ سے فیض یاب ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں۔

اللہ تعالےٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے انا نحن نزلنا الذکر

وانا لہ لحافظون فرما کر اس قرآن اور قرآن کی عملی صورت کی حفاظت کا انتظام فرما دیا۔ یعنی جس طرح قرآن کو قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا۔ چنانچہ اسلامی دُنیا میں سب سے زیادہ اشاعت قرآن مجید کی ہوئی۔ اور دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ اشاعت کتب سیر یعنی سیرت مصطفٰے کی ہی ہے۔

پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سیرت مصطفٰے کی اتباع کا حکم دیا، ساتھ ہی سیرت کی تکمیل و تعمیل جن خلفائے راشدین سے ہوئی ان کی اقتدا کا بھی آں حضرتؐ نے حکم فرمایا۔ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ کہ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سچّے وعدوں کی تکمیل ان ہی بزرگانِ دین کے ہاتھ پر ہوئی۔ اور ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو سچا دین اور ہدایت دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہی اس لئے کہ اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ دے۔ وہ غلبہ خلفاء راشدین ہی کی وجہ سے اور ان کی ہی خلافت میں ہوا۔ یعنی رسول اللہ کا غلبۂ دین خلفائے راشدین کے غلبۂ دین کو قرار دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بے انداز کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اگرچہ تمام احادیث کے ذخیرے دراصل رسول اللہؐ کی سیرت

کے ہی ذخیرے ہیں۔ لیکن پھر بھی انفرادی حیثیت میں آپ کے سوانح حیات کی کتابیں بہت ہیں۔ اور پھر آپ کے خلفائے راشدین میں سے پہلے دو خلیفوں کی زندگی ایسی بے داغ تھی۔ خصوصاً زمانہ خلافت اتنا صاف اور پاکیزہ ہے کہ کسی کو ان پر اعتراض کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اور جو لوگ شیخین کی خلافت پر ہرزہ سرائی کرتے ہیں وہ محض بہتان تراشی ہوتی ہے۔ درحقیقت اعتراض کوئی نہیں ہوتا۔ بلکہ آج اس حقیقت کو ہر دوست و دشمن تسلیم کر چکا ہے۔ یورپ کے مستشرقین تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ اگر ایک عمر فاروقؓ اور ہوتا۔ تو آج دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔ اور جو مقام حضرت ابوبکرؓ کا ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ جبکہ امت میں ایک آدمی بھی منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس وقت علی الاعلان فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافذ کردہ نظام کے خلاف کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا۔ واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ خدا کی قسم اگر منکر نماز کے خلاف آپؐ نے جنگ کا حکم دیا ہے۔ تو منکر زکوٰۃ کے خلاف کیسے جنگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی قسم میں ضرور لڑوں گا۔ اگرچہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ نکلے۔ اور میرے گوشت کے ٹکڑے ہی کیوں نہ نوچ لئے جائیں۔

اس حقیقت کا شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ دنیائے اسلام میں اسلامی حکومتوں کا نمود انہیں کی فتوحات کا نتیجہ ہے اور اسی لئے

حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اقتدوا بالذین من بعد ابی بکر وعمر۔ کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا۔ چونکہ شیخین کا مقام اتنا اونچا تھا کہ ان کی بدخوئی کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف تھا۔ اس لئے ہر دوست و دشمن نے ان کی سوانح حیات پر کتابیں لکھیں۔ آج بھی بے انداز سیرت کی کتابیں جو صرف شیخین کے نام ہی سے معنون ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب میں نے خلفائے راشدین کی سیرت پر کچھ لکھنے کی کوشش کی۔ تو میں شیخین کی سوانح پر کچھ لکھنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اور سیرت عثمانؓ و سیرت علیؓ بنام "سیرت الاخوین یعنی علیؓ ابن طالب و عثمانؓ ذوالنورین" کتاب لکھ دی۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ پچھلے دو خلیفوں کی سوانح بھی اتنی عام ہو جائے جتنی کہ شیخین کی ہے۔ یعنی پہلے دو خلیفوں کی سوانح عام ہے۔ اگرچہ ان کی سوانح لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا جتنا کہ میں پہلے سمجھتا تھا۔ کیونکہ پہلے دو خلیفوں کی خلافت تو بالکل بے داغ ہے لیلھا کنھارھا۔ لیکن پچھلے دو خلیفوں کی زندگی میں چونکہ شیرازہ منتشر ہونا شروع ہوگیا۔ اور فتنے شروع ہوگئے۔ اگرچہ ان فتنوں کو روکنے کی کوشش دونوں خلیفوں نے مل کر بھی اور الگ الگ بھی کی۔ لیکن فتنے رُک نہ سکے۔ بلکہ یہ دونوں خلیفے بھی ان فتنوں کی نذر ہوگئے۔

چونکہ پچھلے دونوں خلیفوں کی زندگیوں کو فتنہ پردازوں نے داغ آلود کرنے کی بہت کوشش کی۔ اور یہ ہی وجہ ہوئی کہ میں نے

خلفائے راشدین کی سوانح لکھتے وقت پچھلے دونوں خلیفوں کو منتخب کیا۔ البتہ شیخین کی زندگی پر بجائے سوانح کے صرف فضائل کی کتاب لکھنے کا ارادہ تھا جس کا نام میں نے "فضائل الشیخین باحایث رسول الثقلین" تجویز کیا تھا۔ ابھی اسی کوشش میں تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری سے ایک ملاقات میں تذکرہ ہوا۔ اور اُنہوں نے اس کام کو سرانجام دینے کا ذمہ اُٹھا لیا۔ جو کہ کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

خیال تو یہ تھا کہ اس کتاب کو سیرت کی کتاب بنانے کی بجائے صرف مناقب کی کتاب ہی رہنے دیا جائے۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ حضرات شیخین کی زندگی کا ایک ایک ورق ایک ایک تاریخی واقعہ تمام کے تمام فضائل ہی میں ہیں۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ قبل اسلام بھی اتنا صاف اور بے داغ ہے کہ آپ شراب، جُوا، بُت پرستی، دغا، فریب، جھوٹ، دھوکا، زنا، بدکاری وغیرہ کے قریب کبھی اسلام سے قبل بھی نہیں گئے۔ پھر اسلام سے پہلے ہی غریب پروری، سخاوت، ہمدردی اور صلہ رحمی میں اتنا آگے تھے کہ ان کا نام ہی نیکیوں کے لئے بطور علم مشہور ہو چکا تھا جیسا ابن دغنہ نے گواہی دی تھی۔

اور اسلام کے بعد آپ کا اسلام لانا، اور اسلام کی تبلیغ کرنا، تبلیغ اسلام میں مال اور جان کا نثار کرنا اور اس مشکل وقت یعنی

ملی زندگی میں کبھی بھی خرچ سے پہلو تہی نہ کرنا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرما دیا کہ جتنا فائدہ مجھے تبلیغ اسلام میں صدیق کے مال سے پہنچا۔ اور کسی سے نہیں پہنچا۔

دوسرے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے۔ لیکن آپ فوراً تصدیق فرماتے۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور آپ کے چچا فوت ہوئے۔ تو آپ کو بہت صدمہ ہؤا۔ تو حضرت صدیق رضہ نے ہر ممکن کوشش فرمائی کہ کسی طرح آپ کا دل بہلے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ نے اپنی دختر نیک اختر صدیقہ بنت صدیق کا عقد آپ سے کر دیا۔

پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کی معیّت کے لئے ابو بکر رضہ کو منتخب کرنا ان کے اخلاص اور اعتماد کی بہت بڑی دلیل ہے۔

پھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریباً اکثر مقامات پر آپ کو اپنا جانشین بنانا خصوصاً وفات والی بیماری میں آپ نے حکماً فرمایا کہ ابو بکر رضہ کے بغیر کوئی دوسرا امامت نہیں کروا سکتا۔ "یابی اللہ ورسولہ والمومنون" اسی لئے صحابہ نے بعد میں بالاجماع انہیں خلیفہ منتخب فرمالیا۔ اور کہا کہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے ابوبکرؓ کو جانشین مقرر فرما دیا ہے۔ تو ہم اپنی دُنیا کے لئے بھی انہیں ہی منتخب کرتے ہیں۔ یعنی حکومت کے کاموں میں رسول اللہ کا جانشین انہیں مقرر کرتے ہیں۔

اور پھر رسول اللہ کی وفات کے بعد تو اس کام کو سنبھالنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ جو اگر کسی اَور کو دیا جاتا۔ تو شاید چند لمحے بھی نہ گذار سکتا۔

اور پھر سب سے بڑی نیکی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی یہ ہے کہ جاتی دفعہ اس شخصیت کو خلافت سونپی۔ جس نے تمام دُنیا میں فتوحات سے ہلچل مچا دی۔ حالانکہ اپنے لائق بیٹے بھی موجود تھے۔

یہ سب چیزیں

بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تمام واقعات ہی دراصل مناقب وفضائل ہیں۔ اور جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے ارشاد فرمائے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

اسی لئے مناقب میں مختصر سی سوانح بھی آگئی ہے۔ اگرچہ

مقصود بالذات سوانح نہیں بلکہ صرف وہ ارشادات نبوی ہیں جو زبان وحی نے ان کے جنتی اور تمام اُمت سے افضل ہونے کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

بابُ اوّل

سیرت

نام و نسب

نام عبد اللہ۔ باپ کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ۔ اور نسب اس طرح ہے۔ عبد اللہ بن قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی التیمی۔

مُرّہ پر جا کر یعنی ساتویں پشت پر نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

لقب عتیق تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انت عتیق اللہ من النار۔ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے (ترمذی وغیرہ) اور اسی فرمان کی وجہ سے عتیق لقب ہوا تھا۔

کنیت ابو بکر تھی۔ کیونکہ آپ اونٹوں کی غور و پرداخت کیا کرتے تھے۔ اور بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔

صدیق کا خطاب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہوا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب سے نوازا تھا۔ والذی جاء

بالصدق وصدق بہ سے مراد تمام مفسرین نے بالاتفاق ابوبکر صدیق ہی کو لیا ہے۔ (قرآن پ۲۴)

ابنِ عساکر و طبرانی میں کئی صحابہ سے مروی ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات گئے تو واپسی پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی تصدیق فرمائی تھی۔ بلکہ نبوّت کی تصدیق بھی سب سے پہلے ابوبکر صدیق ہی نے فرمائی تھی۔

مستدرک میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ ابوبکر کا نام اللہ تعالےٰ نے صدیق رکھا جبریل کی زبان سے اور محمد مصطفےٰ کی زبان مُبارک سے۔ رسول نے ان کو نماز کی خلافت عنایت فرمائی۔ ہم نے اپنی دُنیا کے لئے بھی انہیں ہی خلیفہ چُن لیا۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے خلیفہ چُنا۔ (تاریخ الخلفاء) نیز ابنِ سیرہ نے حضرت علیؓ سے بھی بالکل یہ الفاظ ہی نقل کئے ہیں۔ (بحوالہ مستدرک)

دارقطنی اور حاکم میں ابویحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے اتنی مرتبہ سُنا ہے جو میرے شمار سے باہر ہے۔ حضرت علیؓ برسرِ منبر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی زبان سے ابوبکر کا نام صدیق رکھوایا۔ (تاریخ الخلفاء)

طبرانی میں ابنِ سعد سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت علیؓ سے سُنا ہے آپ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ کا نام اللہ نے آسمان سے "الصدیق" نازل فرمایا ہے (تاریخ الخلفاء)

طبرانی میں ابن سعد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے آپ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر کا نام اللہ تعالیٰ نے آسمان سے "الصدیق" نازل فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما تینوں جبلِ اُحد پر تھے کہ پہاڑ کو زلزلہ ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا: سکن فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔ ٹھہر جا تجھ پر صرف نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری مسلم وغیرہ)

اور حضرت ابو بکر صدیق کی والدہ کی کنیت اُمِ خیر تھی (بھلائیوں کی ماں)

چونکہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد تاریخ نہیں بلکہ فضائل ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ حضرت صدیقؓ کی زندگی کا ایک ایک ورق فضیلت سے بھرپور ہے جس کا تذکرہ اپنے اپنے مقام پر آتا رہے گا۔

۱۔ سب سے پہلے اسلام لانے کا واقعہ ہی ایسا ہے کہ جب سب لوگوں نے انکار کیا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپکی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ (بخاری)

۲۔ اپنی زندگی اور مال و اولاد سب آنحضرت کی خدمت کیلئے وقف فرما دیئے۔ آپ کی تبلیغ سے ہی عشرہ مبشرہ میں سے اکثر اصحاب ایمان لائے۔

۳۔ جب آپؐ کے بعد آپؐ کے حرم محترم حضرت خدیجۃ الکبریٰ

نے وفات پائی۔ تو آپ سخت اُداس رہنے لگے۔ تو محض آپ کی دلجوئی کے لئے اپنی بیٹی نکاح میں پیش کردی۔

۴۔ جب معراج سے آپ واپس آئے۔ تو مکّہ کے تمام کفّار نے مضحکہ اُڑانے کی کوشش کی۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق فرمائی

۵۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو آپ نے اپنی رفاقت کے لئے بھی صرف ابوبکرؓ ہی کو منتخب فرمایا۔

۶۔ جنگِ بدر کے دن جبکہ سب لوگ اپنی اپنی حفاظت میں مشغول تھے ابوبکر رسول اللہ کی حفاظت میں سینہ سپر تھے۔

۷۔ حدیبیہ میں جب کہ تمام لوگ حیران تھے کہ ہمیں مکّہ میں داخل ہونے سے روکا جا رہا ہے۔ لیکن ابوبکر صدیق رسول اللہ کے موقف ہی درست فرما رہے تھے۔

۸۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر ان لفظوں میں دی " ان عبداً خیرہ اللہ بین الدنیا والاخرۃ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ خواہ دُنیا قبول کرلے یا آخرت تو اس بندے نے آخرت قبول کرلی ہے" تو صرف ابوبکر صدیق ہی اس بات کو سمجھے اور رونے لگے۔

۹۔ پھر آنحضرت کی وفات پر جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ ترین اپنے توازن کو قائم نہ رکھ سکے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق نے ثابت قدمی دکھائی۔ اور سب کو راست روی پر قائم

۱۰۔ پھر بیعت خلافت کے مسئلہ سے سارا شیرازہ منتشر ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کو اس طرح طے فرمایا کہ کسی کو مخالفت کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

۱۱۔ پھر خلافت میں پہلا کام باوجود تمام کی مخالفت کے اسامہ کا لشکر بھیجا۔ بالآخر یہی بات تمام فتوحات کی پیش خیمہ ہوئی۔

۱۲۔ اور مرتدین سے جہاد کیا۔ حالانکہ ان کے ساتھیوں کی اکثریت اس کے حق میں نہ تھی۔ بالآخر تمام عرب پر تسلط قائم ہونے کا یہی سبب بنا۔

۱۳۔ اور باوجود کمزور ہونے کے شام اور عراق پر فوج کشی فرما دی۔ جس کی وجہ سے ہی حضرت عمر فاروق نے اس کی تکمیل فرمائی۔

۱۴۔ اور پھر وفات کے وقت تک جو کچھ بیت المال سے تھا سب اپنی جائداد سے واپس کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ میں نے آں حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے کیا تھا محض اللہ کی رضا کے لئے کیا تھا۔ کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں کیا تھا۔

۱۵۔ اور سب سے بڑی نیکی جو آپ اس دنیا سے جاتی دفعہ کر گئے وہ خلافت فاروقی تھی جس کو آج تک دنیا یاد کر رہی ہے اور ان کے نقشِ پا کو اسلامی حکومتوں کی صورت میں دیکھ رہی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریباً سوا دو سال بعد پیدا ہوئے۔ اور جتنا بعد پیدا ہوئے اتنی ہی مدت خلافت کر کے اتنی ہی عمر پا کر اپنے پیارے آقا محبوب دو جہاں کے پہلو میں جا لیٹے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی وہ زندگی جو قبل اسلام تھی اتنی پاکیزہ تھی۔ جو زمانے کے لئے ضرب المثل بن چکی تھی۔ نہ کبھی شراب کو چھوا۔ نہ کبھی بدکاری کے قریب گئے۔ نہ کبھی شعر کہا۔ نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی۔ بلکہ غریب پروری میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب آپ کفار کی زیادتی سے تنگ آگئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر کے حبشہ کو ہجرت کے لئے چل نکلے۔ تو راستہ میں ابن دغنہ ملا۔ اور اس نے کہا کہ میں تجھے نہیں جانے دوں گا۔ اور میں تمہیں اپنی ذمہ داری پر واپس لے جاتا ہوں۔ کیونکہ انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتکسب المعدوم وتعین علی نوائب الدھر وتقری الضیف۔ تیرے جیسا آدمی جو صلہ رحمی کرنے والا ہے اور جب کہ سب لوگ دھڑے بازی میں بہہ جاتے ہیں۔ تو سچی بات کہتا ہے۔ جس کے پلے کچھ نہیں ہوتا اسے کاروبار دلاتا ہے۔ تمام زمانے کے مصیبت کے ماروں کی تو مدد کرتا ہے۔ لوگوں کی بہت زیادہ مہمان نوازی کرتا ہے۔ تیرے جیسا آدمی مکہ سے چلا جائے۔ تو مکہ والوں کی اہانت کا سبب ہے۔

مکہ معظمہ میں کوئی شخصی حکومت نہیں تھی۔ بلکہ اپنے علاقہ کے تمام انتظام کو سنبھالنے کے لئے کام کو قبائل میں مختلف شعبوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ چنانچہ اگر دیت یا چٹی کا معاملہ پیش آتا تو وہ بنی تمیم کے سربراہ حضرت ابو بکر صدیق ہی طے فرماتے تھے۔ اور حاجیوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام ہاشمیوں کے ذمہ ہوتا تھا۔ دار الندوہ اور جنگی جھنڈا

اور خانہ کعبہ کی دربانی کے فرائض بنی عبدالدار کے ذمہ تھے۔ اور سفارت کی ذمہ داری بنی عدی کے سربراہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے سپرد تھی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ ایّامِ جاہلیت میں قریش کے روسا میں شمار ہوتے تھے اور قریش آپ کے مشوروں کی قدر کرتے تھے۔ آپ سے وہ لوگ بے حد محبّت رکھتے تھے۔ اور آپ بھی ان کے تمام معاملات کی خبر گیری کرتے تھے۔

ابن زبیر فرماتے ہیں۔ کہ آپ قریش کے ان گیارہ اشخاص میں سے تھے جن کی زمانہ قبل اسلام میں بھی بزرگی مسلّم رہی۔

اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق ہی تھے۔ خود آں حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔

انی قلت یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت (بخاری کتاب التفسیر) اے مکّہ کے رہنے والو! جب میں نے تمہیں کہا کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تو تم سب نے اس کو غلط کہا اور جھٹلایا اور ابوبکرؓ نے کہا، تم سچ فرماتے ہو اور فوراً تصدیق کی۔ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ توحید سنا ایک بار بھی تکذیب نہیں کی۔ فوراً مان لیا، اور تصدیق کر دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوبکرؓ اسلام

لائے۔(ابنِ عساکر)

زید ارقم کہتے ہیں۔کہ جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابو بکر ہیں۔(تاریخ الخلفاء)

حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباس سے عرض کیا کہ سب سے پہلے دولتِ ایمان سے کون مالامال ہوا۔تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق۔اور فرمایا کہ تو نے حسان رضؓ کے اشعار نہیں سُنے؟:۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة — فاذکر اخاک ابا بکر بما فعلا

خیر البریة اتقاها واعدلها — الا النبی واوفاها بما حملا

والثانی التالی المحمود مشهده — اوّل الناس منهم صدق الرسلا

ترجمہ۔جب تو کسی کا رنج وغم یاد کرے تو حضرت ابو بکرؓ کو یاد کرنا۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں سے نیک، عادل اور وفادار تھے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی اب قبر و (حشر) کے بھی ساتھی ہیں، اور انہی نے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی تصدیق فرمائی۔(تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

فرات بن سائب نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا ابو بکرؓ۔آپ غصّہ سے کانپنے لگے۔حتیٰ کہ ہاتھ سے چھڑی گر گئی۔اور فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھ پر یہ بھی وقت

آئے گا کہ لوگ ان دونوں کا موازنہ کرنے لگیں گے۔ دونوں اسلام کیلئے بمنزلہ سر کے تھے۔ پھر اس نے پوچھا کہ دونوں میں سے پہلے اسلام کون لایا تو فرمایا کہ ابو بکرؓ تو بحیرہ راہب کے زمانہ میں ہی اسلام لاچکے تھے۔ حالانکہ حضرت علی اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ (بحوالہ ابونعیم)

اسی لئے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے۔

حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے اسلام میں سبقت اس لئے کی کہ آپ دلائل و آثار تو اسلام نمودار ہونے سے پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ لہٰذا فوراً ہی دعوت اسلام پر لبیک کہہ کر مسلمان ہو گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک نے آپ سے گریز کیا۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ تو قبل اسلام بھی اسی طرح صدیق (تصدیق کرنے والے) تھے جس طرح اسلام آنے پر صدیق ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء)

سب سے پہلے مسلمان کون ہوا؟

بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے مردوں میں سے ابو بکرؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں سے خدیجۃ الکبریٰؓ۔ بچوں میں سے حضرت علیؓ، اور غلاموں میں سے زیدؓ بن حارثہ ایمان لائے۔ لیکن ان میں سے پہلے کون ایمان لایا؟ اگرچہ اس کی نشان دہی کرنا مشکل ضرور ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ جس کے ایمان نے سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا وہ حضرت ابو بکرؓ صدیق ہی تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ اس وقت

ابھی صرف پانچ سات سال کے بچے تھے۔ اور حضرت ابو بکر معمر کاروباری صاحب اثرو رسوخ شخص تھے۔ جنہوں نے پہلے دن اسلام قبول کرتے ہی تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ اور عشرہ مبشرہ میں سے اکثر حضرت صدیقؓ کی تبلیغ سے ہی مسلمان ہوئے تھے۔ مثلاً حضرت عثمانؓ بن عفان۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ بن عوام عثمانؓ بن مظعون وغیرہ حضرت صدیقؓ کی کوشش سے ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

علامہ ابنِ کثیر البدایہ والنہایہ ص۲۲ میں فرماتے ہیں۔ وکان الایمان النافع المتعدی نفعہ الی الناس ایمان الصدیقؓ۔ کہ سب سے زیادہ نفع بخش ایمان ابو بکر صدیقؓ ہی کا ایمان تھا جس نے بہت لوگوں تک اسلام پھیلایا۔

ویسے بھی حضرت ابو بکرؓ کو پہلے ہی دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ غارِ حرا میں پہلی وحی کا جو واقعہ پیش آیا۔ اور اس کے بعد آپ گھر تشریف لا کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس کے بعد آپ کو آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ تاکہ تمام صورتِ حال بتا کر پوچھے کہ یہ کیا چیز نظر آتی ہے۔ تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ساتھ تھے۔ (بیہقی و ابو نعیم بحوالہ البدایہ والنہایہ ابنِ کثیر ص۹) اور صدیقؓ کی صدیقیت ہی شاہد ہے کہ جنہوں نے اسلام نمودار ہونے سے پہلے ہی تصدیق کر دی تھی۔ ورقہ بن نوفل کے بتانے پر کیوں نہ تصدیق کی ہوگی۔

علامہ طبرسی شیعی اپنی تفسیر میں اس کی تصدیق فرماتے ہوئے آیت والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار کے تحت فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور اس کے بعد ابو بکرؓ ایمان لائے۔

بلکہ معراج کی رات کے واقعہ کو کفار نے بہت مضحکہ کیا۔ اور ابوجہل بھاگا بھاگا گیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو کہا کہ تمہارا دوست اب یہ باتیں کہہ رہا ہے۔ اب بھی اس کی تصدیق کرے گا۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں تو اس سے بھی بڑی باتوں کی تصدیق کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے ہیں۔ تو اس کی تصدیق کیوں نہ کروں گا۔ حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ یہ ہی وجہ ان کے صدیق ہونے کی تھی۔ اور حضرت علیؓ تو اس وقت ابھی پانچ سات برس کے بالکل نو عمر بچے تھے۔ جن کی سمجھ سے ہی یہ باتیں ابھی بالا تھیں۔

چنانچہ اسد الغابہ میں حضرت علیؓ کے اسلام کا واقعہ اس طرح درج ہے کہ حضرت علیؓ نے جب رسول اللہ اور حضرت خدیجہ کو نماز پڑھتے دیکھا تو حیران ہوئے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دین کے بنیادی اصول بتائے۔ اور فرمایا کہ اسے قبول کر لو۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اپنے باپ سے پوچھ لوں۔ الخ یعنی حضرت علیؓ کی عمر ہی ابھی ان چیزوں کو سمجھنے سے قاصر تھی اس لئے دلائل کا رجحان اسی طرف ہے کہ ابو بکرؓ ہی پہلے ایمان لائے تھے۔

خدماتِ صدیقی بعد قبولیت اسلام

(۱) ابنِ اسحاق راوی ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق اسلام لاتے ہی تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اور متعدد دوستوں کو دعوت دی۔ حضرت ابوبکرؓ کا لوگوں سے بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے سیدنا عثمانؓ غنی۔ حضرت زبیرؓ بن العوامؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ طلحہؓ بن عبیدؓ اللہ۔ سعدؓ بن ابی وقاصؓ وغیرہ حصارِ اسلام میں پناہ گزین ہوئے۔ (رحمتہ للعالمین)

(۲) بلالؓ حبشی۔ نہدیہؓ۔ نہدیہؓ کی لڑکی۔ بنی المؤمل کی ایک لونڈی۔ اور اُمِ عبیسؓ۔ ان سب نے جونہی اسلام قبول کیا۔ اسی وقت سے قریش نے ان کو نوع در نوع عذاب سے ستانا شروع کیا۔ یہ دیکھ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کو خرید کر فی سبیل اللہ آزاد فرمایا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

(۳) ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر گلے میں ڈال کر اور پیچ در پیچ دے کر گردن مبارک کو سختی سے بھینچنا شروع کیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی اطمینانِ قلب سے تسبیح ربانی فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے۔ انہوں نے دھکا دے کر عقبہ بن ابی معیط کو یہ آیہ کریمہ پڑھتے ہوئے ہٹایا۔ وَیلکُم اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ۔

ترجمہ۔ کیا تم ایک مرد کو اس لئے قتل کیا چاہتے ہو۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنے رب سے روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شریر حضرت ابوبکرؓ کو لپٹ گئے۔ اور ان کو خوب مارا پیٹا (رحمۃ للعالمین) اور ان کے سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ انہوں نے ان کے بالوں کو خوب نوچا۔ کہ سر غیور نے حمایت نبویؐ میں چوٹ بھی کھائی۔ یعنی سر پھٹ گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) اور خون بہنے لگا۔ عزیزوں نے آکر بچایا۔ یہ سن لو۔ صدیق پیٹے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔ اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت بابرکت ہے۔

(۴) ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا۔ وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفاء کی تلقین ہوتی تھی جب مسلمانوں کی مقدار انتالیس ۳۹ تک پہنچی۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اظہار کی درخواست کی۔ کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر قبول فرمالیا۔ اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ ہے۔ جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اسی دن مسلمان ہو گئے۔

اور اس کے تین دن بعد فاروقِ اعظم حضرت عمرؓ مشرّف باسلام ہوئے۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا۔ کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدّیقؓ کو بھی باوجودیکہ مکّہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت اور شرافت مسلّم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ لہولہان ہوگیا۔ اور ناک کان سب لہو سے بھر گئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے۔ جوتوں اور لاتوں سے مارا۔ پاؤں میں روندا۔ اور جو نہ کرنا تھا، سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ بیہوش ہوگئے۔ بنو تیم یعنی حضرت ابو بکر صدّیقؓ کے قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی۔ وہ وہاں سے اُٹھا کر لائے۔ کسی کو بھی اس میں تردّد نہ تھا۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی اگر اس حادثہ میں وفات ہوگئی۔ تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کردینگے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکرؓ کو بیہوشی رہی۔ باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے۔ پھر وہ بولے۔ تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی۔ کہ انہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی۔ اور دن بھر موت کے مُنہ میں رہنے پر بات کی۔ تو وہ بھی حضورؐ ہی کا جذبہ۔ اور انہی کی لے۔ لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ کہ بد دلی بھی تھی۔

اور یہ بھی آخر کچھ جان باقی ہے۔ کہ بولنے کی نوبت آئی۔ اور آپ کی والدہ حضرت ام الخیر سے کہہ گئے۔ کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں۔ اور کھانے پر اصرار کیا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کی وہی ایک صدا تھی۔ کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ حضورؐ پر کیا گزری۔ ان کی والدہ اُم الخیر نے فرمایا۔ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ ام جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو۔ کہ کیا حال ہے۔ وہ (یعنی حضرت ام الخیر) بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بے تابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُم جمیل کے پاس گئیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں۔ میں کیا جانوں، کون محمدؐ اور کون ابو بکرؓ۔ تیرے بیٹے کی حالت سُنکر رنج ہوُا۔ اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ حضرت اُم الخیر نے قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ گئیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھکر تحمل نہ کر سکیں۔ بے تحاشا رونا شروع کر دیا۔ کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر پوچھا۔ کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ اُم جمیل نے حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ماجدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ کہ ان سے خوف نہ کرو۔ تو حضرت اُم جمیل نے خیریت سُنائی۔ اور عرض کیا۔ کہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ تو اس وقت کہاں ہیں۔ حضرت اُم جمیل نے عرض کیا۔ کہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سنکر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھ کو خدا کی قسم ہے۔ کہ میں اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک حضور کی زیارت نہ کرلوں۔ حضرت صدیقؓ کی والدہ کو تو بے قراری تھی۔ کہ وہ کچھ کھالیں۔ اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں گا۔ کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا۔ کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہو جائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے۔ اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں ارقم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔ اور مسلمان بھی رونے لگے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں۔ آپؐ ان کے لئے ہدایت کی دُعا بھی فرمائیں۔ اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل دُعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہ بھی اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ (تاریخ الخمیس)

(۵) سنہ۱۰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور ان سے تین دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا۔ آن حضرتؐ کو ان دونوں سچے اور وفادار غم خواروں کی وفات کا سخت صدمہ

را۔ تو حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اسی سال ماہِ شوال سنہ۱۰ نبوت
ں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین قلب کے لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ
کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔
(۶) اسی سال ۲۷ رجب المرجب سنہ۱۰ نبوت کی شب کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ صبح کو قریش کے بہت سے لوگ
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے۔ کہ تمہارا دوست کیا
کہتا ہے کہ وہ آج رات بیت المقدس کی سیر کو گئے۔ اور وہاں سے نماز
پڑھ کر واپس بھی آگئے۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ اگر فی الواقعہ حضور نے ایسا فرمایا ہے تو ضرور سچ ہے۔ (سیرت
ابن ہشام ذکر معراج بروایت ابن اسحاق عن قتادہ)
انہی وجوہات سے حضرت صدیقؓ کو صدیق کہا جاتا ہے۔

ہجرت حبشہ اور صدیقؓ

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہ ہو سکا۔ تو آپؐ نے
فرمایا۔ حبشہ کو ہجرت کر جاؤ۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحمدل
ہے۔ اس کے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسائش کی نعمت حاصل
ہوتی ہے۔ چنانچہ دو مرتبہ مسلمان ہجرت کر کے ملک حبش کو گئے۔
ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار بی بیاں۔ دوبارہ اسّی سے زیادہ مرد
اور بی بیاں۔ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں قیام فرما
رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدّت دراز تک سختیوں

کی برداشت کی۔ اور دامن حضوری نہ چھوڑا۔ مگر آخر وہ بھی مجبور ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر براہ یمن ملک حبش کی راہ لی۔ پانچ منزلیں طے کر کے برک الغماد نامی مقام پر پہنچے۔ تو قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا۔ اب پردیس میں پھر کر اپنے رب کی عبادت کروں گا۔

ابن الدغنہ نے کہا۔ تم سا آدمی جو بیکسوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد، مہمان نواز، راہ حق کی مصیبت زدوں کا غم خوار ہو۔ وہ نہ اپنے گھر سے نکل سکتا ہے۔ اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ میں تم کو پناہ دوں گا۔ مکہ کو لوٹ چلو۔ اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آ گئے۔ شام کو ابن الدغنہ نے اشراف قریش کے مجمع میں جا کر کہا۔ کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو۔ جو محتاجوں کا حامی، مصیبت زدوں کا غم خوار اور راہ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہے۔ ابوبکر جیسے شخص کو نہ نکلنا چاہئے اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کر لیا۔ اور کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر کریں۔ گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں کریں اور پڑھیں۔ علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت۔ ورنہ ہم کو خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد نہ ہوں۔

عرصہ تک حضرت ابوبکرؓ نے اس کی پابندی کی۔ آخر کار شوقِ دل نے مجبور کیا۔ اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد بنا کر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ بے حد رقیق القلب تھے تلاوت کلام مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھ کر قریش کی عورتوں اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا۔ اور محوِ حیرت ہو کر پروانہ وار ایک دوسرے پر گرتے۔

اشرافِ قریش یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھے۔ اور ابن الدغنہ کو بلا کر کہا۔ کہ ابوبکر شرائط امن پر قائم نہیں رہے۔ باہر مسجد میں باعلان نماز و قرآن پڑھتے ہیں۔ ہم کو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ ان کو روکو۔ ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بدعہدی نہیں کرنی چاہتے۔ اسی کے ساتھ ابوبکرؓ کو علانیہ نماز و قرآن پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے۔

ابن الدغنہ نے آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا بیان کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:۔

اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَ	تمہاری پناہ تم کو مبارک ہو۔ میں
اَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ۔ (بخاری)	اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں۔

یہ واقعہ تیرھویں سال نبوت کا ہے۔

ہجرت مدینہ طیبہ

(۱) حافظ ابن کثیر امام المغازی محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہما سے

نقل کرتے ہیں۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کے بعد اپنے لیئے ہجرت کے حکم کے منتظر رہے۔ اور آپؐ کے ساتھ مکہ شریف میں کوئی نہ رہا۔ سوائے اس کے جو مقید تھے یا مفتون (یعنی کفار کی اذیتوں کے تختۂ مشق) تھے۔ اور علی بن ابی طالب اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے۔ اور حضرت ابو بکرؓ اکثر اوقات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت مانگتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

لَا تَعْجَلْ لَعَلَّ اللّٰہُ یَجْعَلُ لَکَ صَاحِبًا۔ جلدی نہ کرو۔ شائد خدا تعالیٰ تمہارے لئے کوئی رفیق بنا دے۔

اس پر حضرت سیدنا و سید المسلمین المؤمنین الموحدین ابو بکر رضی اللہ عنہ اُمید رکھتے تھے کہ وہ رفیق خود ذاتِ اقدس ہی ہو گی۔ (ولنعم الرفیق للصدیق)

(۲) تاریخ طبری میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عام طور پر مدینہ شریف کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ تو حضرت ابو بکر عتیق نے بھی جناب نبوی میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ٹھہرا لیا۔ اور فرمایا میرا انتظار کرو۔ میں نہیں جانتا۔ کہ مجھ کو کب ہجرت کا حکم ملتا ہے۔ حضرت عتیق رضی اللہ عنہ نے دیگر اصحاب کے ساتھ جانے کے خیال سے دو اونٹنیاں خرید لی تھیں۔ لیکن جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انتظار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اپنی رفاقت کی اُمید

بھی دلائی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُن اونٹنیوں کو چارہ کھلاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ خوب موٹی تازہ ہو گئیں۔ (سیرت المصطفٰے جلد ۲ مولانا میر صاحب سیالکوٹی)

(۳) حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح و شام حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لیے جاتے۔ (سیرت الصدیقؓ)

(۴) صحیح بخاری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضرت عروہؓ ہی سے مروی ہے۔ کہ حضرت سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا۔ کہ اسی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز خلاف عادت دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لے گئے۔ سر پر چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے سُن کر کہا۔ میرے ماں باپ اور مال ان پر قربان یہ ناوقت کا آنا بے وجہ نہیں ہوسکتا۔ اسی عرصہ میں آپ دروازہ پر تشریف لے آئے۔ اوّل اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اندر تشریف لائے۔ اور تخلیہ کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا۔ کہ کوئی غیر نہیں۔ صرف میری ہی دونوں لڑکیاں ہیں۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ کہ ابوبکر ہجرت کی اجازت آگئی یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے بے ساختہ کہا۔ وَالصَّحَابَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰه۔ اور میری رفاقت یارسول اللہ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ فرطِ مسرّت سے رونے لگے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ

عنہا کہتی ہیں۔ خدا کی قسم مجھ کو اس سے پہلے معلوم نہیں تھا۔ کہ کوئی شخص خوشی کے سبب سے بھی رو پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس روز خوشی کی وجہ سے روتے دیکھا۔ (سیرت الصدیقؓ سیرت المصطفےٰ جلد ۲۔ استاد العلماء مولانا سیالکوٹی)

(۵) خوشی حضورؐ کی رفاقت کی تھی۔ اگر نہ ہوتی۔ تو رفاقتی خدمات سے محروم رہتے۔ اور اتنے دور دراز اور کٹھن سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے تنہا رہنے کا غم سوہانِ جان ہو جاتا۔ خدائے تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل کے خلوص اور اپنے رسول کی محبّت کو ایسا قبول کیا۔ کہ غار میں بھی مصاحبت نصیب کی۔ اور قیامت کے دن حوضِ کوثر پر بھی مصاحبت ہوگی۔ اور عالمِ برزخ میں بھی مصاحبت ہے۔ سبحان اللہ زہے قسمت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔

(۶) ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ کا سن انچاس برس چھ مہینے کا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال بالکل سفید تھے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ترپین برس کا تھا۔ مگر بال بالکل سیاہ تھے۔

(۸) قبول اسلام کے زمانہ میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تھا۔ وہ خدمتِ اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ انہوں نے ساتھ لے لیا تھا۔ اہل وعیال کفار کے نرغے اور خدائے لم یزل کی پناہ پر چھوڑ دئیے۔ (سیرت صدیق) اللہ اکبر! کس قدر جذبہ ایمانی اور محبت

محبوب حقانی ہے۔ کہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حبیب خدا کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔

(۸) حضرت ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال سنا۔ تو گھبرائے ہوئے آئے۔ اور اپنی پوتی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا۔ اور سنا ہے روپیہ بھی ساتھ لے گیا۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدمہ نہ ہو۔ کہا ابّا جان یہ بات نہیں۔ وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اس وقت تراسی برس کا تھا۔ بینائی سے معذور تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس الماری میں جس روپیہ رہتا تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا۔ اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اس الماری میں دیکھو۔ انہوں نے ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا۔ اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہے تو مضائقہ نہیں۔

(۹) ۲۷ صفر المظفر ۱۳ نبوت شب پنجشنبہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول حضرت ابو بکر صدیق کے مکان پر تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ساتھ لیکر تاریکیٔ شب میں مکہ سے جانب جنوب کوہ ثور (مکہ سے جانب جنوب چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ سنگلاخ اور دشوار گزار تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے پر اٹھا لیا۔ تاکہ حضور کے پاؤں مبارک نکیلے پتھروں سے زخمی نہ ہونے پائیں۔ آخر ایک غار پر پہنچ کر سیدنا ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا۔ اور فرمایا اِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ۔

یعنی یا رسول اللہ اگر اس میں کوئی زہریلی چیز ہو۔ تو وہ مجھے ہی ڈنگ مارے۔ خود ابو بکرؓ غار کے اندر گئے۔ اور غار کو صاف کیا۔ بدن کے کپڑے پھاڑ کر تمام روزن بند کئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کی عرض کی۔

(۱۰) عَنْ عمر رضی اللہ عنہ اَمَّا لَیْلَتُہٗ فَلَیْلَۃُ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْغَارِ فَلَمَّا اَنْتَھَیَا اِلَیْہِ قَالَ وَاللّٰہِ لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ فَدَخَلَ فَکَسَحَہٗ وَوَجَدَ فِیْ جَانِبِہٖ ثُقَبًا فَشَقَّ اِزَارَہٗ وَسَدَّھَا بِہٖ وَبَقِیَ مِنْھَا اِثْنَانِ فَاَلْقَمَھُمَا رِجْلَیْہِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اُدْخُلْ فَدَخَلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَوَضَعَ رَأْسَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ رِجْلِہٖ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ یَتَحَرَّکْ مَخَافَۃَ اَنْ یَّنْتَبِہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالَکَ یَا اَبَا بَکْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَھَبَ مَا یَجِدُہٗ الخ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جس رات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضورؐ کے ساتھ چلے۔ اور غار کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق نے فرمایا۔ اللہ کی قسم آپ اس میں داخل نہ ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس میں پہلے داخل ہوتا ہوں۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی زہریلی چیز ہو۔ تو اس کا صدمہ مجھے ہی پہنچے۔ پھر

سیدنا صدیق اکبر غار میں داخل ہوئے۔ اور اس کو صاف کیا۔ اس میں
کئی سوراخیں تھیں۔ اپنی چادر کو پھاڑ کر سوراخیں بند کیں۔ لیکن دو
سوراخیں رہ گئیں۔ ان دونوں پر اپنے پاؤں کی انگلیاں رکھ کر حضور کو
کہا کہ اب آپ اندر تشریف لے آئیے۔ حضور غار میں داخل ہوئے۔ اور
سیدنا صدیق کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ اتنے میں کسی زہریلے جانور
نے پاؤں میں ڈنگ مارا جس کی درد سے صدیق رضی اللہ عنہ کی
آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ اور حضور کے چہرۂ انور پر
گر پڑے۔ لیکن صدیق نے اپنے پاؤں کو حرکت نہ دی۔ تاکہ کہیں حضور
نیند مبارک سے جاگ نہ پڑیں۔ لیکن جب حضور کے چہرۂ مبارک پر
آنسو گرے۔ تو حضور بیدار ہو کر فرمانے لگے۔ اے ابوبکر! کیا بات ہے؟
تو حضرت صدیق نے فرمایا۔ یا رسول اللہ کسی زہریلے جانور نے کاٹا
ہے۔ اس کی درد سے بے اختیار آنسو بہ نکلے ہیں۔ چنانچہ حضور نے لب
مبارک لگائی۔ تو درد کافور ہو گیا۔

(۱۱) صبح کو قریش سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔
دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماءؓ بنت الصدیق باہر نکلیں۔ ابوجہل نے کہا
لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے کیا خبر۔
اس پر ابوجہل جھنجلایا۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ایک طمانچہ
ایسا کھینچ کر مارا۔ کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔
(رحمۃ للعالمین جلد ۱)

(۱۲) اب قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ اور پہنچتے پہنچتے غار کے دہانہ تک آگئے۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آہٹ پائی۔ تو عرض کی کہ دشمن بالکل قریب آگیا ہے۔ اگر انہوں نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا۔ تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ یہ سنکر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکرؓ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۱)

(۱۳) اللہ اکبر یہ کمال فضل وشرف ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس معیّت میں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا تھا۔ سیّدنا ابو بکرؓ کو بھی شامل فرمادیا۔

(۱۴) قال الشعبی رحمہ اللہ عاتبَ اللّٰہُ عزّ وجلّ اَھلَ الارضِ جمیعًا فی ھٰذہِ الآیۃِ غیرَ ابی بکرٍ۔ (خازن۔ معالم)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ پاک نے سب اہلِ زمین کو عتاب فرمایا، ماسوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔

(۱۵) قال الحسن بن الفضل مَنْ قالَ اَنَّ اَبا بکرٍ لم یکنْ صاحبَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فھوَ کافرٌ لِاِنکارِہٖ نصَّ القُرآنِ (خازن ومعالم)

حضرت امام حسن بن الفضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ نہیں تھے۔ وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ نص قرآن کا منکر ہے۔

(۱۶) حضرت امام نے حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ خود حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے ذکر کیا۔ کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے سے نظر کرے تو ہم کو دیکھ سکتا ہے۔ اس پر آپ نے مجھ سے فرمایا، یا ابابکر ما ظنك باثنين الله ثالثهما۔ اے ابوبکر تیرا گمان ان دو کے متعلق ہے جبکہ تیسرا ان کا اللہ تعالیٰ ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۷) قَالَ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ نَوَوِيُّ مَعْنَاهُ ثَالِثُهُمَا بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ وَالْحِفْظِ وَالتَّسْدِيْدِ (خازن)

امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ آیۂ کریمہ کا معنی یہ ہے۔ کہ مولائے پاک ان دونوں میں کا مدد و یاری اور حفاظت و نصرت کرنے میں تیسرا ہے۔

(۱۸) وَفِيْهِ بَيَانُ عَظِيْمِ تَوَكُّلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم حَتّٰى فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ وَفِيْهِ فَضِيْلَةٌ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَهِيَ مِنْ اَجَلِّ مُنَاقِبِهٖ (خازن)

یعنی اس آیہ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے توکل کا بیان ہے۔ حتیٰ کہ اس پرخطر مقام میں تو گویا آپؐ متوکل اعظم تھے۔ نیز اس آیت مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت ہے۔

(۱۹) وَالْفَضِيْلَةُ مِنْ اَوْجُهٍ۔ اور اس آیت کریمہ میں صدیق کی کئی وجوہات سے فضیلت ہے۔

(۲۰) منہا۔ اَللَّفْظُ الدَّالُّ عَلٰی اَنَّ اللّٰہَ ثَالِثُھُمَا۔ یعنی لفظ ثالثہما بھی صدیق کے شرف و فضیلت پر دال ہے۔ یعنی اللہ پاک ان دونوں میں کا تیسرا ہے۔

(۲۱) منہا۔ بَذْلُہٗ نَفْسَہٗ وَمُفَارَقَتُہٗ اَھْلَہٗ وَمَالَہٗ وَرِیَاسَتَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَمُلَازَمَتِہٖ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمُعَادَاۃُ النَّاسِ فِیْہِ۔ (خازن)

یعنی اللہ پاک اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے اہل و عیال و خویش و اقارب و مال و متاع اور گھر بار کو خیر باد کہہ دینا اور اپنی جان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر کے تمام لوگوں کی دشمنی مول لے لینا یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہی حوصلہ تھا۔ اللہ اکبر کبیراً۔

(۲۲) منہا۔ جَعْلُہٗ نَفْسَہٗ وِقَایَۃً عَنْہُ وَغَیْرَ ذٰلِکَ (خازن)

یعنی اپنے نفس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کے لئے ڈھال بنایا۔

(۲۳) لَمْ یَکُنْ حُزْنُ اَبِیْ بَکْرٍ جُبْنًا مِنْہُ وَاِنَّمَا کَانَ اِشْفَاقًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنْ قُتِلَ فَاَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَاِنْ قُتِلْتَ ھَلَکَتِ الْاُمَّۃُ۔ (خازن)

ترجمہ۔ صدیق رضی اللہ عنہ کا غم کھانا بوجہ ان کی بزدلی کے نہ تھا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور شفقت و پیار کے تھا۔ اسی لئے تو کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں مارا جاؤں تو صرف میری جان ہی جائے گی۔ لیکن خدا

نہ کرے۔ اگر آپ کسی حادثہ کا شکار ہو گئے۔ تو ساری اُمت ہلاک ہو جائیگی۔

(۲۴) لَمَّا اخْتَفٰى فِي الْغَارِ مِنَ الْكُفَّارِ كَانَ مُطَّلِعًا عَلٰى بَاطِنِ اَبِيْ بَكْرٍؓ الصِّدِّيْقِ فِيْ سِرِّهٖ وَاِعْلَانِهٖ وَاِنَّهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّادِقِيْنَ الصِّدِّيْقِيْنَ الْمُخْلِصِيْنَ فَاخْتَارَ صُحْبَتَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ الْمَخُوْفِ لِعِلْمِهٖ بِحَالِهٖ (خازن و معالم)

یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار میں چھپے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باطن اور دلی راز و بھید اور اس کے ہر حال سے پورے واقف تھے۔ اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا۔ کہ حضرت ابو بکرؓ مومن صادق اور مخلص و صدیق ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے طور پر صدیق کے حالات سے واقف ہوتے پر اس خطرناک مقام کے لئے اس کو منتخب فرمایا۔

(۲۵) منہا۔ اِنَّ هٰذِهِ الْهِجْرَةَ كَانَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَخَصَّ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ صلی اللہ علیہ وسلم اَبَا بَكْرٍ دُوْنَ غَيْرِهٖ مِنْ اَهْلِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَهٰذَا التَّخْصِيْصُ يَدُلُّ عَلٰى شَرَفِ اَبِيْ بَكْرٍ وَفَضْلِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ (خازن)

یعنی صدیقی مناقب و فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ یہ ہجرت بحکم الٰہی تھی پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے صرف حضرت ابو بکرؓ کو خاص کیا، ماسوائے دیگر خویش و اقارب کے لہٰذا یہ تخصیص حضرت ابو بکرؓ کے شرف و فضل پر دلالت کرتی ہے۔ اور

شرف کسی اور میں پایا نہیں جاتا۔

(۲۶) منھا۔ اِنَّ سَیِّدِنَا اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ لَمْ یَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ سَفَرٍ وَّلَا حَضَرٍ بَلْ کَانَ مُلَازِمًا لَہٗ۔ (خازن)

نیز یہ بھی حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرف حاصل ہے۔ کہ وہ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ ہمیشہ ہی صحبت محمدی سے مشرف رہے ہیں۔

(۲۷) وَھٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی صِدْقِ مُحَبَّتِہٖ وَصِحَّۃِ صُحْبَتِہٖ لَہٗ (خازن)
اور اس بات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت تھی۔ اور والہانہ عقیدت تھی۔ اور نیز اس بات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت صحیحہ کا علم ہو گیا۔

(۲۸) منھا۔ مُوَانَسَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ وَبَذْلِ نَفْسِہٖ لَہٗ وَفِیْ ھٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِہٖ (خازن)

اور غار میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اُنس و محبت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان نثاری۔ یہ دلیل ہے فضل ابوبکر پر۔

(۲۹) ومنھا۔ اَنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی جَعَلَہٗ ثَانِیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ ھٰذَا نِھَایَۃُ الْفَضِیْلَۃِ لِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (خازن)

نیز۔ آیہ کریمہ میں اللہ پاک نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انتہائی

فضیلت اور شرف و مجد ثابت ہوا۔

(۳۰) وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ ثَانِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي اَكْثَرِ الْاَحْوَالِ۔ (خازن)

اور بعض علماء نے بیان کیاہے کہ حضرت سیدنا ابو بکرؓ اکثر حالات میں ثانی رسول اللہ کے شرف سے مشرف رہے۔

(۳۱) منها۔ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعَا الْخَلْقَ اِلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاسْتَجَابَ لَهٗ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَاٰمَنُوْا عَلٰى يَدَيْ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ حَمَلَهُمْ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (خازن)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو دعوت الی اللہ دی۔ تو حضرت ابو بکرؓ سب سے پہلے ایمان لے آئے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں توحید کی منادی کرنے لگے۔ چنانچہ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ پھر حضرت صدیقؓ کو لے کر حاضر دربار نبوت ہوئے۔ اس سے بھی فضیلت صدیقؓ ثابت ہوئی۔

(۳۲) منها۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقِفْ فِيْ مَوْقِفٍ مِنْ غَزَوَاتِهٖ اِلَّا وَاَبُوْ بَكْرٍ مَعَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْمَوْقِفِ۔ (خازن)

یعنی سیدنا ابو بکرؓ جملہ غزوات میں ہمرکاب نبویؐ رہے۔

(۳۳) منها۔ اَنَّهٗ لَمَّا مَرِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مَقَامَهٗ فِي الْاِمَامَةِ

فَكَانَ ثَانِيَہٗ (خازن)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں آپؐ کے مقام امامت میں کھڑے۔ اور امامت کرائی۔ تو حضور کے ثانی ہوئے۔

(۳۴) منھا۔ اَنَّہٗ ثَانِیْہِ فِیْ تُرْبَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم وَفِیْ ھٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ الصدیق۔ (خازن)

یعنی آپؐ کے روضہ مطہرہ میں قبر صدیقؓ کی دلیل ہے۔

(۳۵) منھا۔ اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ نصَّ علی صُحْبَۃِ ابی بکرٍ دُوْنَ غَیْرِہٖ بِقَوْلِہٖ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ۔ (خازن)

یعنی اذ یقول لصاحبہ میں صحبت ابو بکرؓ پر صریح دلیل ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک وسہیم نہیں۔

(۳۶) منھا۔ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ سُبْحَانَہٗ کَانَ ثَالِثُہُمَا وَمَنْ کَانَ اللّٰہُ مَعَہٗ دَلَّ عَلٰی فَضْلِہٖ وَشَرَفِہٖ عَلٰی غَیْرِہٖ (خازن)

یعنی ان دونوں میں کا اللہ پاک ثالث تھا۔ اور جس شخص کے ساتھ اللہ پاک ہو۔ یہ اس کے فضل وشرف پر دال ہے۔ جو کہ غیر کو حاصل نہیں ہے۔

(۳۷) منھا۔ اِنْزَالُ السَّکِیْنَۃِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَاخْتِصَاصِہٖ بِھَا۔ دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِہٖ۔ (خازن)

یعنی ابو بکرؓ پر سکینہ کا نازل فرمانا۔ اور اس کے ساتھ اُس کو خاص کرنا بھی حضرت ابو بکر کی فضیلت کی دلیل ہے۔

جس خدمت نے ثانی اثنین کے معزز لقب سے ممتاز کر دیا۔ وہ یہی شب ہجرت کی رفاقت ہے۔ اس کی قدردانی میں ساقی کوثر خود فرماتے ہیں:

انت صاحبی علی الحوض ؎ اے ابوبکر! تم میرے رفیق ہو حوض کوثر

صاحبی فی الغار۔ (ترمذی حسن غریب صحیح) پر اور تم میرے رفیق ہو غار میں۔

یہ رات ابوبکرؓ کی زندگی میں خالص رات ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ساری خدمات کو اس ایک رات کی رفاقت وخدمت سے کمتر جانتے تھے۔

اس کا سِرّ جو اس ذرّہ بے مقدار کے دل میں ڈالا گیا ہے یہ ہے کہ گو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہما صحابہؓ کی سب خدمات لوجہ اللہ تھیں۔ لیکن یہ رفاقت وخدمت ذات پاک آں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھی۔ جو خدائے قدوس کے نزدیک محبوب ترین مخلوقات ہے۔

اس وقت جو بات ہم خصوصیّت سے ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ خود سرورِ کائنات کو آپ کی رفاقت اور خلوصِ صداقت پر کتنا اعتماد ہے۔ گھر کے ایک ایک چھوٹے بڑے کو یہ راز معلوم ہے۔ لیکن مخالفوں تک اس کی ہوا بھی نہیں پہنچ سکی۔ بس یہی ایک امر ہے۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے۔ کہ رسولِ خدا صلعم کی نظر میں حضرت ابوبکرؓ کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ (سیرتِ مصطفیٰ)

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے محبوں اور مبغضوں

سب کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور ثانی اثنین اور صاحب الرسول کے خطاب حاصل کرنے والے ابوبکر الصدیق ہی تھے۔ جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب حملہ حیدریہ میں ہجرت کا خاکہ یوں کھینچا گیا ہے:

زنزدیک آں قوم پُر مکر رفت — بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت او نیز آمادہ بود — کہ سابق رسولش خبردار بود
نبیؐ بردرِ خانہ اش چوں رسید — بگوشش ندائے سفر درکشید
چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد — زخانہ بروں رفت و ہمراہ شد

الغرض

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں تین دن رہے۔ رات کے اندھیرے میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ گھر سے روٹی دے جایا کرتیں۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ اہلِ مکہ کی باتیں سنا جاتے۔ عامر بن فہیرہ سیدنا ابوبکرؓ کی بکریوں کے چرواہے تھے۔ شب کو ریوڑ لاکر بقدرِ ضرورت دودھ دے جاتے۔ نیز ریوڑ سے وہاں آنے والوں کے نشانِ قدم بھی مٹا جاتے۔

تین روز بعد لوگوں میں یہ چرچا دب گیا۔ چوتھی شب عبداللہ بن ابی بکرؓ مکہ سے دو اونٹنیاں جن کو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ گھر سے راستہ کے لئے خوراک لائیں۔ اسے اونٹ پر باندھ کر لٹکانے کے لئے

رسّی درکار تھی۔ تو وہاں نہ ملی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا نطاق (اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو پٹکے کی مانند عرب کی عورتیں کمر سے باندھا کرتی ہیں) پھاڑ کر اس کے ایک حصّہ سے زادِ راہ کو کجاوہ سے باندھ دیا۔ اور دوسرے حصّہ سے اپنی کمر کو باندھا۔ اس موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات النطاقین سے انہیں مُلقّب فرمایا۔ (سیرت ابنِ ہشام)

سفرِ ہجرت بزبانِ صدیق

ایک اونٹنی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میں اور دوسری پر حضرت عامر بن فہیرہ (ابوبکر صدیق کے غلام تھے) اور عبداللہ بن ارقیط (جسے رہبری کے لئے نوکر رکھ لیا تھا) سوار ہوئے۔ اور صبح سویرے ہی شب کی تاریکی میں یہاں سے جانبِ مدینہ منوّرہ[1] روانہ ہوئے۔ سارا دن اور ساری رات سفر مسلسل جاری رہا۔ دوسرے دن دوپہر کو جب دھوپ سخت ہوگئی۔ تب ذرا ٹھہرے۔ میں نے نظر دوڑائی۔ ایک چٹان دکھائی دی۔ اس کے سایہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ صاف کر کے ایک کپڑا بچھایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ اور میں دودھ کی تلاش میں نکلا۔ اسی اثنا میں ایک چرواہا بکریاں چراتے ہوئے نظر آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ ان بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس سے دودھ دوہنے کے لئے کہا۔ اور اوّل اس کے ہاتھ صاف

---

[1] یکم ربیع الاوّل روز دوشنبہ مطابق ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو روانہ ہوئے۔ منہ

کرائے۔ پھر برتن کے منہ پر کپڑا باندھ کر اس کو دیا۔ وہ دودھ لے آیا۔ تو میں نے اُسے خوب ٹھنڈا کیا۔ اور اس میں قدرے پانی ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے دودھ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نوش فرمایا۔ میں بہت شادماں تھا۔ کہ میری محنت ٹھکانے لگی ہے۔

واقعہ اُمِ معبد

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ کا گزر خیمہ اُم معبد پر ہوا۔ یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیئے مشہور تھی۔ ہر روز پانی پلایا کرتی تھی۔ اور مسافر وہاں ٹھیر کر سستایا کرتے تھے۔

یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا۔ کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی۔ نہیں قیمتاً اس سے کھجوریں یا روٹی طلب کی۔ وہ بولی کوئی چیز موجود نہیں۔

فنظر رسول اللہ الی شاۃٍ فی کسر الخیمۃ فقال ما ھذہ الشاۃ یا اُمّ معبد ۔ | تبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی۔ پوچھا اے اُم معبد یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟

اُم معبد نے کہا۔ یہ کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

قال اتاذنین لی ان احلبھا۔ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ۔ اجازت ہے۔کہ ہم اسے دودھ لیں۔اُمِ معبد نے کہا۔میرے ماں باپ قربان ہوں۔

اِنْ رَائَتَ بِھَا حَلْبًا فَاحْلُبْھَا۔ اگر حضورؐ کو دودھ معلوم ہوتا ہے۔تو دودھ لیجئے!

فَمَسَحَ بِیَدِہٖ ضَرْعَھَا وَسَمَّی اللّٰہَ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ وَدَعَا لَھَا فِیْ شَاتِھَا۔ — کہہ کر تھنوں کو ہاتھ لگایا۔اور اُم معبد کے بارے میں اس کی بکری کے لئے دُعا کی۔فَتَفَاجَّتْ عَلَیْہِ وَدَرَّتْ تو بکری نے پاؤں کھول دیئے۔اور دودھ اُتارا۔وَاجْتَرَّتْ اور جگالی کرنے لگی۔برتن مانگا۔فَحَلَبَ فِیْہِ۔اس میں دودھ دوہا۔ثُمَّ سَقَاھَا۔پھر اس کو پلایا۔اور خود بھی نوش فرمایا۔دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔برتن بھر گیا۔یہ بھی ہمراہیوں نے پی لیا۔تیسری مرتبہ پھر برتن بھر گیا۔اور وہ اُم معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا۔اور آپ آگے کو روانہ ہو گئے۔(مشکوٰۃ جلد ۲ باب معجزات)

وَبَقِیَتْ ھٰذِہِ الشَّاۃُ اِلٰی خِلَافَۃِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تُحْلَبُ صَبَاحًا وَمَسَآءً۔ اور یہ بکری خلافتِ فاروقی تک صبح و شام دودھ دیتی رہی۔ (انوارِ محمدیہ) اللہ اکبر کبیراً

کچھ دیر کے بعد اُم معبد کا شوہر آیا۔خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہوگیا۔کہا یہ کہاں سے آیا؟ اُمِ معبد نے کہا۔کہ ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا۔یہ دودھ اس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔وہ بولا کہ یہ تو

وہی صاحبِ قریش معلوم ہوتا ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا ذرا تم اس کی توصیف تو کرو۔

حلیہ مبارک رسولِ خدا ﷺ اُمِ معبد کی زبانی

اُمِ معبد بولی۔ پاکیزہ رو۔ اَبْلَجُ الوَجْہ۔ کشادہ چہرہ۔ حُسْنُ الْخُلُق۔ پسندیدہ خو۔ نہ توند نکلی ہوئی۔ نہ چندا گے بال گرے ہوئے۔ زیبا۔ صاحبِ جمال۔ آنکھیں سیاہ و سُرخ۔ بال لمبے اور گھنے۔ آواز میں بھاری پن۔ روشن مردمک۔ سرمگیں چشم۔ باریک و پیوستہ ابرو۔ سیاہ گھنگھرالے بال۔ ذَا صَمْتٍ عَلَاہُ الْوَقَارُ۔ خاموش وقار کے ساتھ۔ گویا دل بستگی لئے ہوئے۔ اَجْمَلُ النَّاسِ۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب۔ قریب سے نہایت شیریں۔ کمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ۔ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرّا۔ تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی۔ میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہ آئے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ۔ زیبندہ منظر۔ والا قدر۔ رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے۔ تو چُپ چاپ سُنتے ہیں۔ لَہٗ رُفَقَاءُ یَحُفُّوْنَ بِہٖ اِذَا قَالَ سَمِعُوْا لِقَوْلِہٖ وَاِذَا اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰی اَمْرِہٖ۔ جب حکم دیتا ہے۔ تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم۔ مطاع۔ نہ کوتاہ سخن۔ نہ فضول گو (رحمۃ للعالمین جلد ۱)

یہ صفت سُن کر وہ بولا کہ یہ ضرور صاحبِ قریش تھے۔ اور میں

اسے ضرور جاکر ملوں گا۔ (زاد المعاد لابن قیم الجوزیہ)

نوٹ ۱: مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ صاحبِ قریش کہتے تھے۔

نوٹ ۲: اُمِ معبد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ بمع صدیق اکبر کے آپ کے ساتھیوں کی تعریف بھی بیان کردی۔ کہ وہ حضورؐ کے کتنے ہی فرماں بردار۔ مطیع اور حکم کی تعمیل کرنے والے تھے۔ فیا للعجب لمن یبغض الصدیق رضی اللہ عنہ۔

بقیہ بیان صدیقی

پھر میں نے عرض کی کہ چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ پھر ہم وہاں سے سوار ہو گئے۔ (دلیلِ راہ یعنی عبداللہ بن اریقط نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا۔ جب حضورؐ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحلِ بحر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے) تب راہ میں سراقہ بن جعشم ملا۔ یہ اس وقت تک اسلام سے مشرف نہ ہوا تھا۔ اور کفار سے ایک سو اونٹ کے انعام کا وعدہ لے کر حضورؐ کی گرفتاری کے ارادہ سے تلاش میں چلا آرہا تھا۔ اس نے حضورؐ کا تعاقب کیا۔ جب بہت نزدیک آپہنچا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے فرمایا۔ اے اللہ جس طرح تجھے منظور ہو اسے روک لے۔ زمین اگرچہ بہت سخت تھی۔ مگر سراقہ کی گھوڑی اسیوقت

زمین میں دھنس گئی۔ سراقہ نیچے اُتر پڑا۔ حضورؐ سے معافی کا خواستگار ہُوا۔ حضورؐ نے معاف فرمادیا۔ اور حضورؐ کی دُعا سے اس کی گھوڑی نکل آئی۔ اور وہ واپس لوٹ گیا۔ (سیرۃ ابنِ ہشام ذکرِ ہجرت)

عبدالرحمان بن مالک مدلجی برادر زادہ سراقہ کا بیان

عبدالرحمان بیان کرتا ہے۔ سراقہ خود سر پر لگائے۔ نیزہ تانے۔ بدن پر ہتھیار سجائے۔ اپنی گھوڑی (عُوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جارہا تھا۔ کہ اس کی نظر حضورؐ پر پڑ گئی۔ اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہوگیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری۔ سراقہ نیچے آیا۔ اُٹھا۔ گھوڑی کو اُٹھایا۔ سوار ہُوا۔ پھر چلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک حقیقی سے لَو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے۔ کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع کی گئی۔ فرمایا الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے۔ اُدھر گھوڑی کے قوائم (پاؤں) زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گر پڑا۔ اور سمجھ گیا۔ کہ حفاظتِ الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔

صدّیقِ اکبر فرماتے ہیں۔ میں نے کہا۔ سراقہ آگیا ہے۔ فقال لا تحزن ان اللہ معنا فدعا علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرتطمت بہٖ فرسہٗ الٰی بطنہا فی جلدٍ من الارض۔ تو حضور نے فرمایا غم مت کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر حضور نے دُعا کی۔ تو اس کی گھوڑی سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گئی۔

اس نے عاجزانہ الفاظ میں جان کی امان مانگی۔ امان دی گئی۔ سراقہ آگے بڑھا۔ اور عرض کی۔ کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت عامر بن فہیرہ نے اسے خطِ امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا۔ (بخاری۔ رحمۃ للعالمین)

نوٹ۔ سراقہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی ہے۔ علاقہ رابغ پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب لابنِ عبدالبر میں ہے۔ کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سراقہ تیری اس وقت کیا شان ہو گی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ سراقہ واقعہ اُحد کے بعد مسلمان ہوا۔ حضرت فاروقِ اعظم کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا۔ اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات حضرت فاروق رضؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ تو امیر المؤمنین حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو بلایا۔ اور اس کے ہاتھوں میں سوار (کنگن) کسریٰ پہنائے۔ اور زبان سے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ اللہ کی بڑی شان ہے کہ جس نے کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھ میں پہنائے۔ (رحمۃ للعالمین)

العرض ۸۔ ربیع الاوّل ۱۳ نبوت روز دوشنبہ (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) خدا تعالیٰ کا برگزیدہ پیغمبر قبا میں پہنچ گئے۔ اہلِ یثرب نے جب سے سُنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سرِ راہ ہمہ تن چشم

بن کر بیٹھ جاتے۔ اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے۔ کہ حضورؐ پہنچ گئے۔ اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے۔ اور خیر مقدم اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت کے گرداگرد نوخیز شعاعوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے۔ جنہوں نے ہنوز دیدار پُرانوار سے چشم ظاہربین کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیقِ غار و سفر حضرت ابوبکر الصدیق کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس ضرورت کو تاڑ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ (رحمۃ للعالمین جلد ا)

خدا کا رسولؐ پنج شنبہ تک یہاں ٹھہرا۔ اور اس سہ روزہ قیام میں ہی سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا۔ کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ (رحمۃ للعالمین)

۱۲۔ ربیع الاوّل سنہ ہجرت بروز جمعۃ المبارک بوقتِ سہ پہر یہ دشوار گزار سفر ختم ہوا۔ جُمعہ کا دن تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے۔ کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

مدینہ میں داخلہ

نماز سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج ہی سے شہر کا نام مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔

جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری کے ہاں قیام فرما ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق مقام سخ میں جبیب بن اساف کے ہاں ٹھہرے۔

ہجرت سے رسول اللہ کی وفات تک

مدینہ منورہ پہنچ کر سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رض کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع پر دس اشرفیوں سے خرید کر مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔ یہ اشرفیاں حضرت سیدنا ابوبکر رض کے مال سے دی گئیں۔ جو صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان کے لئے مسجد کے گرد مکانات تجویز کئے گئے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر رض کا مکان مسجد کے متصل بنا۔ جس کی ایک کھڑکی احاطہ مسجد میں تھی۔ بناء بریں مسجد نبوی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر مکہ سے اپنے اہل وعیال کو طلب فرمالیا۔ اسی قافلہ میں حضرت ابوبکر رض کے اہل وعیال بھی مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال چند روز بمقام سخ رہے۔ جب مسجد کے پاس مکان تیار ہوگیا۔ تو اس میں آگئے۔ یہ مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ اینٹوں کو مٹی سے کھیس کر علیحدہ علیحدہ حجرے بنادئے جاتے تھے۔ چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے تیار کی جاتی۔ جو صرف اس قدر بلند ہوتی کہ آدمی ہاتھ اٹھاتا۔ تو چھت سے جا لگتا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو

مسجد کی طرف کے دروازوں کے بند کردینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ صرف صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہے۔ تو صحابہؓ نے کہا:

أُغْلِقَ أَبْوَابُنَا وَتُرِكَ بَابُ خَلِيلِهِ۔ — کہ ہمارے دروازے تو بند کردیئے گئے لیکن صدیق کا دروازہ کھلا رکھا گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلَغَنِي الَّذِي قُلْتُمْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَإِنِّي أَرَى عَلَىٰ بَابِ أَبِي بَكْرٍ نُوراً۔ (سیرت حلبیہ) — مجھے تمہاری وہ بات جو تم نے صدیقؓ کے دروازہ کھلا رکھنے پر کہی ہے پہنچی لیکن یاد رکھو میں تو ابوبکر کے دروازہ پر نور دیکھتا ہوں۔

ہجرت سے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرت نبویؐ کا زمانہ ہے۔ اگر اس عہد کے کل واقعات مفصّل لکھے جائیں۔ تو ایک جزوِ اعظم سیرت رسالت کا بیان کرنا ہوگا۔ جو اس رسالے کا موضوع نہیں۔ اگر بالکل چھوڑ دیئے جائیں۔ تو سیرت صدیقؓ کا ایک عظیم الشّان حصّہ ترک ہوتا ہے۔ اس لئے میں مختصر بیان کرتا ہوں یعنی واقعات کا مجمل بیان۔ اور ان کے ضمن میں حالاتِ صدیقی کا خصوصیّت سے اظہار۔

غزوۂ بدر

اوپر کے بیانات سے فی الجملہ ان مصائب اور تکالیف کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکّہ کے ہاتھ سے پہنچی تھیں۔ نیز اس شان رضا و تسلیم کا جو ذاتِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی۔ اس زمانہ میں کفار نے اپنی تمام کوشش اذیت اور تکلیف پہنچانے میں صرف کی تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اُنہوں نے نورِ اسلام کو آبِ شمشیر سے بجھانا چاہا۔ اس لئے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوتِ ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا۔ اور قیامِ مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام غزووں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف ہے۔ اور جو حضرات اس غزوہ میں شریک تھے۔ وہ تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتے جو میدانِ بدر میں شامل ہوئے۔ تمام ملائکہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔

بدر ساحل سمندر کی جانب مدینہ سے ساڑھ منزل دور ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا۔ یہ غزوہ چونکہ اس موقعہ پر ہوا۔ لہٰذا بدر کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۷ رمضان ۲ھ ہجرت کو جنگِ بدر کا معرکہ ہوا۔ جس کے لئے مشرکینِ مکّہ نے ایک بڑی جمعیت فراہم کی۔ جس میں قریش کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے۔ اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ کو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا۔ تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ ہمارے جان اور مال حضورؐ کی نذر ہیں۔ اور ہم ہر قدم پر حضورؐ کے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر حضورؐ حکم دینگے۔ تو سمندر کی موجوں پر چھلانگیں لگا دیں گے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم قوم موسیٰ کی طرح نہیں کہیں گے۔ کہ:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا — کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑے
اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ — ہم تو یہاں بیٹھیں گے۔

بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہو کر کفار سے لڑیں گے۔

پھر آپؐ مسلمانوں کی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ اور بدر پہنچکر مقام کیا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان میں ستّر مہاجرین تھے اور دو چھتیس ۲۳۶ انصار۔ تمام لشکر میں صرف ستّر اونٹ اور تین گھوڑے تھے۔ جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے تھے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کی سواری میں ایک اونٹ تھا۔

کفار کی جمعیت ایک ہزار تھی۔ جن میں سو سوار تھے۔ میدانِ بدر میں جب آپؐ نے لشکرِ اسلام کی صفیں ترتیب دیں۔ اور مسلمانوں کی قلّت اور بے سروسامانی اور کفّار کی کثرت و شوکت دیکھی۔ تو بارگاہِ الٰہی میں سر بسجود ہوئے۔ اور غائت خضوع سے دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ۔ (بخاری و مسلم)

اے اللہ! تیرا جو وعدہ مجھ سے تھا وہ پورا فرما دے۔ اے اللہ اگر تو اس گروہ اہلِ اسلام کو ہلاک کر دیگا تو پھر سطح زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

آپؐ دُعا میں مصروف تھے۔ اور سیدنا صدیق اکبرؓ چادر مبارک کو آپؐ کے شانوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ آخر دُعا درجۂ اجابت کو پہنچی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

كَفَاكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ وَعْدَكَ۔

اے اللہ کے نبیؐ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں بارگاہِ الٰہی میں آپ کی مناجات کامیاب ہوگئی جو آپؐ سے وعدہ تھا وہ عنقریب پورا ہو جائے گا۔

اس پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا ختم کر دی۔ اور یہ فرماتے ہوئے میدان میں تشریف لائے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔

جماعت کفار کو عنقریب شکست دی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس آیۂ پاک میں:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ۔

یاد کرو اس دن کو جبکہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے ربّ سے۔ پس اس نے قبول فرمائی تمہاری دُعا کہ میں تم کو مدد دوں گا ہزار فرشتوں سے جو لگاتار آنے والے ہونگے۔ (انفال)

صحابہ کرامؓ نے ایک چھوٹا سا سائبان حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے واسطے میدانِ جنگ کے کنارے پر بنا دیا تھا۔ اس میں آپؐ تشریف فرما تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شمشیر

برہنہ لئے حفاظت پر کمر بستہ تھے۔

جب معرکہ کارزار گرم ہوا۔ اور آپؐ نے بذاتِ خاص کفار پر حملہ فرمایا۔ تو سردار میمنہ حضرت سیّدنا ابو بکرؓ تھے۔ اور سردار میسرہ حضرت علی رضؓ المرتضیٰ۔

حضرت صدّیق اکبرؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن اس وقت تک کافر تھے۔ اور لشکر مشرکین میں شامل تھے۔ حضرت صدیقؓ نے ان کو دیکھا تو طیش میں آکر للکارا۔ اور کہا۔ اَیْنَ مَالِیْ یاخبیث۔ او پلید میرے حقوق کیا ہوئے۔ عبدالرحمان نے جواباً کہا۔ صرف دشنہ و تیر وسمند تیز گام باقی رہے۔ اور گمراہی پیری کی قاتل تلوار۔

اسلام لانے کے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ غزوۂ بدر میں ایک موقع پر آپ میری زد میں آگئے تھے۔ لیکن میں نے بچا دیا۔ یہ سن کر حضرت سیدنا ابو بکرؓ نے کہا۔ اگر تو میری زد میں آجاتا۔ تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ اللہ اکبر۔ واقعی:

"صدّیقؓ کے لئے ہے اللہ کا رسول بس"

آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی۔ صنادید کفار اس معرکہ میں قتل ہوئے۔ مثلاً ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔

اسیرانِ جنگ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ یہ سب عزیز و اقارب ہیں، انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ سیّد

ولدِ آدم علیہ السلام نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ اور انہیں فدیہ لیکر رہا کر دیا گیا۔ (سیرۃ النبی شبلی نعمانی رحؒ)

حضرت علیؓ نے ایک دفعہ لوگوں سے پوچھا۔ کہ جو سب سے زیادہ بہادر ہے وہ بتاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ہیں۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ میں تو اپنے پلّہ کا آدمی دیکھ کر مبارزت کرتا ہوں۔ جو سب سے بہادر ہے۔ وہ بتاؤ۔ لوگوں نے کہا۔ ہمیں علم نہیں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا، کہ سب سے بہادر حضرت ابوبکر تھے۔ کیونکہ جب جنگ بدر کا دن تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھوٹا سا سائبان لگا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حفاظت کے لئے کون رہے گا۔ تاکہ مشرکوں سے کوئی شخص یہاں تک نہ پہنچنے پائے۔ خدا کی قسم ہم میں سے ابوبکرؓ کے سوا کسی کو حوصلہ نہ ہُوا۔ اور اُنہوں نے ذمہ لیا۔ اور تلوار کھینچ کر پہرا دینا شروع کر دیا۔ یہ ہی دراصل سب سے بہادر تھے۔

حضرت علیؓ نے پھر کہا کہ میں نے کفار قریش کو دیکھا کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا ہُوا تھا۔ اور غصّہ سے آپ کو ادھر اُدھر کھینچ رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تو نے ہمارے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف لگاتا ہے۔ بس اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی بھی نزدیک نہ گیا۔ سوائے ابوبکرؓ کے۔ وہ آپؐ کو چھڑا رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تم محض اس وجہ سے لڑتے ہو۔ کہ آپ کہتے ہیں میرا

معبود صرف ایک ہی ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ کے منہ پر سے چادر کا پلہ جو گرا ہوا تھا اُٹھایا تو دیکھا کہ حضرت صدیقؓ رو رہے تھے۔ اور ان کی داڑھی مبارک تر ہو چکی تھی۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آلِ فرعون کا مومن اچھا تھا۔ (جس نے موسیٰ کو فیصلۂ قتل کی اطلاع دے کر بھاگنے میں مدد دی تھی)، یا ابو بکرؓ تو قوم چپ ہو رہی تو فرمایا کہ مجھے بتاتے کیوں نہیں اللہ کی قسم ابو بکرؓ کا ایک گھڑی وقت مومن آلِ فرعون کے ہزار گند وقت سے بہتر ہے۔ کیونکہ مومن آلِ فرعون ایمان کو چھپاتا تھا اور ابو بکرؓ ایمان کو ظاہر کرتے ہیں۔ (رواہ البزار عن علی بحوالہ تاریخ الخلفاء)

جنگ اُحد

اُحد میں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خصوصاً جب مسلمانوں کی ایک حکم عدولی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے، اس وقت حضرت ابو بکرؓ بھی پاس بلکہ سب سے قریب تھے۔

چونکہ مسلمانوں کو اس جنگ میں اپنی لغزش کی وجہ سے شکست ہوئی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح کے ستّر مسلمانوں کو ان بھاگتے ہوئے کفّارِ مکّہ کے تعاقب میں بھیجا۔ جس میں خود بھی تھے۔ اور ساتھ ابو بکرؓ بھی تھے۔

اس جنگ میں بھی جب عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ نے جو کہ ابھی کفر کی حالت میں تھے میدان میں مبازرت کے لئے پکارا، تو حضرت ابو بکرؓ

نے تلوار کھینچ لی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔

حدیبیہ۔ ذیقعدہ ۶ھ

حدیبیہ، مکہ سے ایک منزل فاصلہ پر چھوٹا سا گاؤں تھا۔ ذی قعد ۶ھ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرہ کے واسطے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے۔ قربانی کے جانور ہمراہ تھے۔ آپ نے اس امر کا اعلان اچھی طرح فرما دیا تھا۔ کہ مقصود صرف زیارت بیت اللہ الحرام ہے۔ نہ کہ مخالفت یا مخاصمت۔ مہاجرین و انصار اور دیگر قبائل کے چودہ سو آدمی ہمرکاب و شریک سفر تھے۔ اثنائے سفر میں یہ اطلاع ملی۔ کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں۔ اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں۔ کہ آپؐ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دینگے۔ آپ نے یہ حال سنکر وہ راستہ چھوڑ دیا۔ اور دوسرے راستہ سے ایک منزل طے فرما کر بمقام حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسب عادت مبارک آپؐ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا۔ بعد مشورہ حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اس مقام پر قریشیوں کے متعدد ایلچی حاضر ہوئے۔ اور آپؐ نے سب کو تسلی دی۔ کہ محض زیارت کعبہ کا ارادہ ہے۔ کوئی جھگڑا و فساد یا مخالفت اور لڑائی پیش نظر نہیں۔ ایلچی اہل مکہ کو آپکی جانب سے مطمئن کرتے تھے۔ مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہ ہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے ایلچی ہو کر آیا۔ اور اس نے اہل مکہ کا عزم و اہتمام جنگ نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت ابو بکرؓ

اس وقت حاضر تھے۔ عروہ کی لن ترانی سُنکر ضبط نہ کر سکے۔ اور کہا۔ لات وعزیٰ کے پوجنے والے مشرکوں کا یہ اہتمام ہے۔ تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے مُنہ موڑلیں گے؟

عروہ نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابنِ ابی قحافہ۔ عروہ نے کہا۔ کہ اگر ابو بکر رضؓ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے۔ تو میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن میں اُن کے احسانات کا خیال کرکے درگزر کرتا ہوں۔

جب اُدھر کے ایلچیوںؓ کو کامیابی نہ ہوئی۔ تو آپ نے خود اپنا ایلچی خاص سواری کے اونٹ پر حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب اُنہوں نے پیامِ رسالت ابوسفیان رضؓ وغیرہ اعیانِ قریش سے بیان کیا۔ تو جواب دیا۔ کہ تم کو طوافِ بیت اللہ کی اجازت ہے۔ جامع القرآن حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ فرمائیں، میں طواف نہیں کر سکتا۔

طیش میں آکر قریش نے ان کو نظر بند کر دیا۔ لشکرِ اسلام میں خبر پہنچی۔ کہ عثمان رضؓ شہید کر دیئے گئے۔ یہ سُنکر حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اب جب تک عثمان رضؓ کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے۔ واپس لوٹنا ناممکن ہے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو جمع فرمایا۔ اور ان سے مقابلۂ دشمن کی بیعت لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ تلے کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا اور دستِ مبارک پکڑ کر اقرار

کرتا تھا۔ کہ جب تک تن میں جان ہے۔ دشمن کے مقابلہ سے مُنہ نہ موڑوں گا۔
(الفاظ بیعت میں اختلاف ہے۔ بعض نے موت لکھا ہے بعض نے
عدم فرار) یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعت الرضوان کے نام سے مشہور
ہے۔ اور اسی کی نسبت کلام مجید فرقانِ حمید میں ارشاد باری ہے:
لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ یہ بات تحقیق ہے کہ اللہ مومنوں سے
اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ خوش ہُوا کہ جس وقت، تجھ سے درخت
کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

چونکہ سیّدنا عثمانؓ غیر حاضر تھے۔ اس لئے آپؐ نے اپنا ایک ہاتھ
دوسرے ہاتھ میں لے کر ان کی جانب سے بیعت کی۔ بعد بیعت معلوم ہُوا
کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی۔ ادھر مسلمانوں کے یہ عزم دیکھ کر
قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور سُہیل نامی قاصد کی زبانی یہ پیام
بھیجا۔ کہ اس سال مسلمان واپس جائیں۔ آئندہ سال داخلہ مکّہ اور زیارت
بیت اللہ کی اجازت دی جائے گی۔ اب اگر مسلمان داخل مکّہ ہوئے۔
تو ہم کو اندیشہ ہے کہ عرب خیال کرینگے کہ قریش مسلمانوں سے دب گئے۔
طویل مباحثے کے بعد شرائط صلح طے ہوئیں۔ اور معاہدہ قلم بند ہونے
لگا: شرائط صلح سے بظاہر کفار کی کامیابی ثابت ہوتی تھی حضرت فاروق
اعظم سیّدنا عمرؓ کو اس سے اضطراب ہُوا۔ اور جھلّا کر حضرت ابو بکرؓ کے
پاس گئے۔ اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت سیدنا ابو بکرؓ
نے سُنکر جواب دیا۔ "آپؐ کی رکاب تھامے رہو" اس سے بھی اطمینان نہ

ہوا۔ تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں وحی ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ یہ سنکر فاروقِ اعظمؓ چپ ہو گئے۔

الغرض حضرت علیؓ نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت سیدنا ابوبکرؓ، حضرت فاروقِ اعظمؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہم صحابہ کرام کے دستخط ہوئے۔ بعد معاہدہ آپؐ نے اسی مقام پر ارکانِ عمرہ ادا فرمائے۔ اور مدینہ طیبہ کو مراجعت فرمائی۔ راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا۔ اور درحقیقت اس سے زیادہ اور کیا فتح مبین ہو سکتی تھی۔ کہ اس سے پہلے کفار مسلمانوں کو وقعت ہی نہ دیتے تھے۔ اور اب انہوں نے مستقل طور پر مسلمانوں کو فریق تسلیم کر لیا۔ یہ ہی فتح مبین تھی۔

حضرت امام زہریؒ کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے بڑھ نہیں ہوئی تھی۔ اب تک مسلمان اور کافر جہاں ملتے تھے لڑنے کے واسطے، اب صلح کی وجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے۔ اور کافروں کو احکامِ اسلام باطمینان سننے کا موقع ملا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذرا بھی دانش مند تھے، مسلمان ہو گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے جس قدر اس سے پہلے ۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

ابنِ ہشام کا مقولہ ہے۔ کہ امام زہری قدس سرہٗ کے قول کی دلیل یہ ہے۔ کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس کے دو سال بعد فتح مکّہ کے موقع پر دس ہزار تھے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورائت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔

خیبر۔ محرّم ۷ھ

حدیبیہ سے مراجعت فرمانے کے بعد حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے سے زائد مدینہ منوّرہ میں قیام فرمایا۔ اور آخر محرم الحرام میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنے کے ارادہ سے خیبر کو تشریف لے گئے۔ خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا ملجا و ماویٰ تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑے۔ اور مختلف قلعوں پر معرکے رہے۔

ایک قلعہ پر حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہو کر گئے۔ جو ان کے ہاتھ پر فتح ہؤا۔ دوسرے قلعہ پر حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا۔ وہ بھی کامیاب ہوئے۔ تیسرے قلعہ کی کمان محمد بن مسلمہؓ کے سپرد ہوئی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت سرورِ عالم نے فرمایا۔ صبح کو میں ایسے شخص کو امیر لشکر بنا کر نشان دوں گا۔ جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دوست رکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہو گا۔

چنانچہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نشان ملا۔ اور حملۂ حیدری سے

قلعہ سر ہو گیا۔ خیبر صفر المظفر ۷ھ میں فتح ہوا۔

لہ جس قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح کیا تھا اس کا نام قموص تھا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب محمد بن مسلمہؓ سے قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ صبح میں ایسے شخص کی سپرداری میں جھنڈا دوں گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اس خیبر کے قلعہ پر فتح دیگا۔ چنانچہ صحابہ کرام رات کو تذکرہ کرتے رہے۔ کہ صبح کو کسے جھنڈا ملے گا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ کہ کہاں ہیں۔ صحابہ نے کہا، حضرت ان کی آنکھیں دکھنی آئی ہیں۔ اور وہ اپنے خیمہ میں ہی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت نے انہیں بلایا۔ اور آنکھوں پر لب مبارک لگایا۔ آنکھوں کا سب درد جاتا رہا۔ اور انہیں جھنڈا دیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ جنگ خیبر میں آنے سے معذور تھے۔ کیونکہ انکی آنکھیں دکھنے آئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خیبر کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور حضرت علی پیچھے رہ گئے۔ لیکن دوسرے دن ہی والہانہ طور پر نکل کر لشکر سے جا ملے۔ اور پیچھے رہنا برداشت نہ کر سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والہانہ عقیدت و محبت دیکھی۔ تو ان کے لئے دعا بھی فرمائی اور ان کو علم دیکر لشکر کے ایک حصہ کی سرداری بھی دی۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پر خیبر کا ایک بہت بڑا قلعہ سر کروایا۔ یہ دراصل رسول اللہ کا معجزہ تھا اور ان کی دعا کی برکت تھی ویسے خیبر علاقہ میں یہودیوں کے بہت سے قلعے تھے۔ جو دوسروں کے ہاتھ پر بھی فتح ہوئے لیکن سب سے بڑا قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (باقی ص۷۳ کے نیچے)

سریہ ام قرفہ

سنہ ۶ھ میں سریہ ام قرفہ اور سریہ ابن کلاب پیش آئے۔ ان کی امارت حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو تفویض کی گئی۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۲)

فتح مکہ۔ رمضان المبارک ۸ھ

جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا۔ کفار نے جلد توڑ ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ پر (جو مسلمانوں کا حلیف وہم پیمان تھا) قبیلہ بنو بکر نے حملہ کر دیا۔ یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا۔ خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی۔ انتہا یہ کہ قبیلہ خزاعہ کو جوارِ کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی۔ اور حرم کے اندر قتل کئے گئے۔ آخر انہوں نے اپنا قاصد فریاد لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ جس وقت ابن سالم ان کا ایلچی حاضر خدمت ہوا۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ ابنِ سالم نے ایک دردناک نظم پڑھی۔ جس میں مدد کی التجا تھی۔ اور قبیلۂ خزاعہ کی مصیبت کی تشریح۔ آپؐ نے سُن کر فرمایا۔ کہ تم کو مدد ملے گی۔ اسی عرصہ میں دوسرا وفد طلب مدد کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) اس قلعہ کا نام قموص تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا تھا۔ اور قلعہ قموص کے نامی گرامی پہلوان مرحب کو محمد بن مسلمہ ہی نے قتل کیا تھا (طبری ص ۹۳/۳) لیکن اس دن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ جسے دوسرے دن حضرت علیؓ نے فتح کیا تھا۔

واسطے حاضر ہوا۔

دسویں رمضان المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع دس ہزار لشکر کے مکّہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے عم بزرگوار حضرت عباسؓ نے اس کا اندازہ کر لیا تھا۔ کہ اگر کفار نے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا۔ تو کیا مصیبت نازل ہوگی۔ اس لئے آگے بڑھکر قریش کی اطاعت کا پیام آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جو منظور ہوا۔ اور سب کی جان بخشی کا اعلان فرما دیا گیا۔ چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے۔ امان سے محروم رہے۔ ان کا نام لے کر فرما دیا گیا۔ کہ اگر کعبہ کے پردوں میں بھی لپٹے ہوئے ملیں۔ تو قتل کر دیئے جائیں۔ اس موقعہ پر خیال کرنا چاہیئے۔ کہ یہ وہ اہلِ مکّہ تھے۔ جنہوں نے تیرہ برس تک انتہائی سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو اذیتیں پہنچائی تھیں۔ وطن سے بے وطن کیا۔ مدینہ میں بھی برسوں چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آج جب دس ہزار جاں نثار ہمرکاب ہیں۔ مکّہ کے فتح ہونے اور کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آتا ہے۔ تو رحمت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بے دریغ دولتِ امن وامان لٹائی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں محفوظ۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیں ان کا خون معاف۔ بالآخر فتح مکّہ کے بعد عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔

فتح مکّہ کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد

ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ تاکہ ان کو تلقینِ اسلام فرمائیں۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا۔ اے ابو بکرؓ تم نے شیخ (بڑے میاں) کو مکان پر رہنے دیا ہوتا۔ میں خود ان کے پاس جاتا۔ سیدنا ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ انہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا۔ آپ نے حضرت ابو قحافہؓ کو سامنے بٹھایا۔ اور ابو قحافہؓ کے سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا۔ اَسْلِمْ۔ اسلام لے آؤ۔ حضرت ابو قحافہؓ نے کلمہ پڑھا۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (سیرۃ ابنِ ہشام ذکر فتح مکہ)

غزوہ حنین۔ ماہ شوال ۸ھ

فتح مکہ کے بعد ہی شوال میں جنگِ حنین واقع ہوئی۔ فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا۔ اور وہ ہمیشہ کے واسطے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ لیکن نواح مکہ میں ہنوز جوش مخاصمت تھا۔ قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا۔ ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے۔ اور سب نے مل کر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کا عہد کیا۔ دُرید نے جو ایک اہل الرائے سن رسیدہ شخص تھا۔ مالک کو بہت سمجھایا۔ کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر مالک پر مطلق اثر نہ ہوا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی۔ تو آپؐ نے حضرت عبداللہ اسلمی کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر بیان کیا۔

کہ قبائل ہوازن وغیرہ پوری طرح لڑائی اور جنگ پر آمادہ ہیں۔ یہ سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ سے کوچ کا حکم دیدیا۔ علاوہ ان دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکّہ بھی ساتھ ہوئے۔ اس طرح بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت ہمرکاب ہوگئی۔ وادیٔ حنین میں مقابلہ ہوُا۔ قبائل کے لشکرِ مخالف کے عزم وثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک دیوار آہنی معلوم ہوتا تھا۔ معرکۂ کارزار گرم ہوُا۔ مسلمانوں کے قدم اوّل ہی حملہ میں اُکھڑ گئے۔ حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ اسلام کی جمعیت قائم کرنے کی سعی فرمائی۔ لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں صرف چند مہاجرین وانصار حاضر تھے۔ باقی تمام لشکر منتشر و پراگندہ ہوگیا تھا۔ منجملہ حاضرین حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ تھے۔ اہلِ بیت میں سے حضرت علیؓ۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت فضل بن عباسؓ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ اُمِ ایمنؓ کے بیٹے حضرت ایمنؓ جو اسی روز شہید ہوئے حاضر تھے۔ حضرت عباسؓ آپؐ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے۔ وہ نہایت جسیم اور بلند آواز تھے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا۔ کہ باٰواز بلند پکارو:

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَا مَعْشَرَ اَصْحَابِ سَمُرَۃ۔

اس آواز کے سامنے سارے تفرقہ اور ابتری نے سپر ڈال دی۔ ادھر اُنہوں نے پھر باٰواز بلند پکارا۔ یا معشر الانصار یا معشر اصحاب سمرہ۔

ادھر لبیک لبیک کی صدا سے جنگل گونج اُٹھا۔ گلہ نے اپنے راعی کی آواز پہچان لی۔ اب بے تابی کا یہ عالم ہے۔ کہ اونٹ قابو میں نہ آئے۔ تو سب نے آہنی زرہیں اُتار اُتار کر اُن کی گردنوں پر ڈال دیں۔ ہلکے ہو ہو کر کود ے۔ اور شمشیر بکف ہو کر پروانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ) کے گرد جمع ہو گئے۔ جس وقت سَو آدمی جمع ہو گئے۔ حملہ کا حکم دیا گیا۔ ان کی جانبازی دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی۔ حضرت علی المرتضیٰ اور ایک انصاری نے مل کر دشمن کے نشان بردار پر حملہ کیا۔ حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ نے اونٹ کے پاؤں کاٹ دئیے وہ گرا تو انصاری نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کر دیا۔ اسی عرصہ میں مسلمانوں کی جمعیت زیادہ ہو گئی۔ اور میدان دشمنوں سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصّہ لوٹ کر میدان میں آیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ قیدی مشکیں کسے ہوئے میدان میں پڑے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں سے عبداللہ بن ابوبکرؓ زخمی ہو کر چند روز بعد انتقال کر گئے۔

جیش عسرت یا غزوہ تبوک رجب ۹ھ

اسلام کی آب وتاب اب دور دور تک نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی۔ اور کفر کے حلقوں میں تہلکہ پڑ گیا۔ پرخاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے گزر کر روم تک جا پہنچا۔ اسی سلسلہ میں فتح مکہ سے پہلے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی۔ جو

سیرت میں غزوۂ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی معرکہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

مدینہ میں خبر پہنچی کہ خود ہرقل روم باتفاق نصارائے عرب حملہ پر آمادہ ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شر کے رفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مہم ایک بڑی زبردست سلطنت کے مقابلہ پر تھی۔ اور منزل دور دراز۔ عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام جیش عُسرت (مصیبت کا لشکر) ہے۔ بس پر طرہ یہ کہ موسم کھجوروں کے پختہ ہونے کا تھا۔ اس موسم میں اہلِ مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں درختوں کے نیچے کھجوریں جمع کرتے۔ احباب کے ساتھ مل کر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اُٹھایا۔ اور دل کھول کر مسلمانوں میں تفرقہ اور مہم میں خلل ڈالا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان دولت مندوں کو تیاری لشکر میں مدد دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے۔ کہ جس وقت لشکر تبوک کے لئے چندہ کا ارشاد ہوا۔ اس وقت میں خوب مالدار تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر حضرت ابو بکر رضؓ کے آگے بڑھ سکتا ہوں۔ تو وہ یہی موقع ہے۔ گھر گیا۔ اور بہت سا مال لا کر رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا۔ جواب دیا ــــ اسی قدر۔

اس کے بعد حضرت سیّدنا ابو بکرؓ نے چندہ لا کر پیش کیا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ مَا اَبقَیتَ لِاَھلِکَ۔ اے ابو بکرؓ بال بچوں کے لئے کیا رکھا۔ عرض کیا۔ اَبقَیتُ لَھُمُ اللہَ وَرَسُولَہٗ۔ ان کے واسطے اللہ اور اس کا رسول رکھ لیا ہے۔ یعنی ظاہری کچھ نہیں چھوڑا۔ یہ سُنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں ابو بکرؓ سے کبھی بھی بازی نہیں لے جا سکتا۔

اس غزوہ میں علَم سپہ سالاری یعنی بڑا نشان اور امامت کا منصب اور تبوک کا جائزہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ فوج کی تعداد تیس۳۰ ہزار تھی۔ تبوک پہنچکر معلوم ہُوا۔ کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش تک نہیں کی۔ یوحنا حاکم ایلیا (بیت المقدس) نے دربار نبویؐ میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان صلح عطا فرمایا۔ مع الخیر مدینہ منورہ کو معاودت و مراجعت فرمائی۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سب سے آخری اور سب سے بڑا غزوہ تھا۔

حج ۹ھ

اسی سال فرضیت حج کا حکم نازل ہُوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ حج مکہ معظمہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ امیر حج مقرر ہوئے اسلام میں یہ پہلے امیر حج ہیں۔ بیس جانور قربانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور پانچ خود ان کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر روانہ کر چکے تو بعد سورۃ برائت نازل ہوئی۔ جس میں یہ حکم تھا کہ آئندہ کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہیں کر سکتا چنانچہ اس حکم کا حج میں اعلان کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری طور پر حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے ہی بھیج دیا تاکہ اعلان ہو جائے۔

اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا۔ اس کے بعد مشرکوں کے واسطے داخلۂ حرم ممنوع ہو گیا۔

حجۃ الوداع ۱۰ھ

۱۰ھ میں نبی اکرم سید المرسلین رحمۃ للعالمین ساقیٔ کوثر نے آخری حج ادا فرمایا۔ اسی لئے حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے (رحمۃ للعالمین جلد ۱)

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ربیع الاوّل ۱۱ھ

چونکہ یہ حج آپ کا آخری حج تھا۔ نیز خطبے میں آپؐ نے اس کا اعلان بھی فرما دیا تھا۔ لَعَلِّی لَا اَحُجُّ بَعْدَ عَامِی ھٰذَا۔ شاید کہ میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔ اس لئے اس حج کا لقب حجۃ الوداع ہے۔ معاودت فرمانے کے بعد مزاج اقدس ناساز ہوا۔ آخر ۱۱ھ بروز دو شنبہ ۲۹ صفر المظفر یا شروع ربیع الاوّل میں علالت وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک روز نصف شب کے وقت آپ قبرستان بقیع (جہاں آپکے رفقاء دفن ہیں) تشریف لے گئے۔ حضرت مویہبہؓ آپؐ کے غلام سے

روائت ہے۔ کہ اس شب کو مجھ کو یاد فرما کر ارشاد فرمایا۔ کہ اہل بقیع کے واسطے دعائے مغفرت کرنے کا مجھ کو حکم ہوا ہے۔ تم ہمراہ چلو۔ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط میں قیام فرما کر کہا۔ السلام علیکم یا اَھْلَ الْمَقَابِرِ۔ اے بقیع کی قبروں میں سونے والو۔ تم جس حال میں ہو۔ وہ بہت اچھا ہے۔ اس حال سے جس میں زندہ انسان ہیں۔ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ تَتْبَعُ اَوَّلُھَا اٰخِرَھَا الْاٰخِرُ شَرٌّ مِّنَ الْاُوْلٰی۔ تاریک رات کے حصوں کی طرح فتنے چلے آرہے ہیں۔ پچھلا فتنہ اگلے کو نگل لیتا ہے۔ اور اگلے سے پچھلا بدتر ہے۔

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابو مویہبہ! میرے سامنے دنیا کا ابدی قیام اور اس کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں۔ اور جنت بھی پیش کی گئی۔ میں نے اپنے رب کے دیدار اور جنت کو منتخب کر لیا ہے۔ میں نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں کا ابدی قیام پسند فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں میں لقاء ربانی اور جنت کو پسند کر چکا ہوں۔ یہ فرما کر اہل بقیع کی مغفرت کی دعا کی۔ اور دولت خانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ حجرۂ مبارکہ میں پہنچے۔ تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے سر میں درد تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے سر میں بھی درد ہے۔

یہ ہی آغازِ مرض تھا۔ جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ دورانِ مرض میں بھی حسبِ معمول آپ باری باری سے ازواجِ مطہرات کے یہاں قیام فرماتے رہے۔ جب مرض کی زیادہ شدّت ہوئی۔ تو سب بی بیوں کو جمع فرما کر ایّامِ مرض میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی۔ بعد اجازت حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے شانوں پر دستِ مبارک رکھ کر حضرت اُم المؤمنین سیّدہ صدیقہؓ کے حُجرے میں تشریف لے آئے۔ سر بندھا ہوا تھا۔ اور پاؤں فرطِ ضعف سے زمین پر کھنچے جاتے تھے۔ زمانۂ علالت میں گیارہ دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس پڑھائی۔ بیماری کے دنوں میں ایک دن مسجد میں تشریف لائے۔ منبر پر بیٹھ کر شہدائے اُحد کے واسطے دُعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد فرمایا۔ اِنَّ عَبْدً خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ۔ یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا۔ کہ وہ دُنیا اور قُربِ الٰہی میں سے جسے چاہے پسند کرے۔ اس نے اللہ کے قرب کو پسند کیا۔

حضرت امیر المومنین سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ فراستِ ایمانی سے اس قول کی تہ کو پہنچ گئے۔ رونے لگے۔ اور کہا۔ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاَنْفُسِنَا وَ آبَائِنَا۔ نہیں۔ بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے قُربان کر دیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ عَلٰی رِسْلِكَ یَا اَبَا بَکْرٍ۔ ابوبکر سنبھلو۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ جس قدر مکانوں کے دروازے صحن مسجد میں ہیں۔ وہ سب بند کر دیئے جائیں۔ مگر ابوبکرؓ کے گھر کا دروازہ بدستور رہے۔ یہ کہہ کر فرمایا۔ فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا کَانَ اَفْضَلَ فِی الصُّحْبَۃِ عِنْدِیْ یَدًا مِنْہُ فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ صُحْبَۃٌ وَاُخُوَّۃُ اِیْمَانٍ حَتّٰی یَجْمَعَ اللّٰہُ بَیْنَنَا عِنْدَہٗ۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔ جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبار احسانات کے ابوبکرؓ سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا۔ تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ مگر یہ صرف رفاقت اور اخوّت ایمانی ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے۔

اس کے بعد مہاجرین کو تاکید فرمائی۔ کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں۔ گیارھویں دن ضعف اتنا ترقی کر گیا۔ کہ عشاء کے وقت وضو فرمانے کی کوشش میں تین مرتبہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ لیکن مرض میں اور زیادہ شدّت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ ابوبکرؓ سے کہو۔ نماز کی امامت کریں۔ اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

یہ سنکر سیدہ صدیقہ نے کہا۔ کہ اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقٌ ضَعِیْفُ الصَّوْتِ کَثِیْرُ الْبُکَاءِ اِذَا قَرَءَ الْقُرْآنَ۔ وہ ایک نرم دل۔ کمزور آواز کے آدمی ہیں۔ جب قرآن پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اُٹھا سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

جھڑک کر دوبارہ حکم فرمایا۔
چنانچہ پنجشنبہ کی عشاء کے وقت سے حضرت صدیقؓ نے امامت شروع کی۔ اور اس طرح سترہ نمازیں حیاتِ مبارکہ میں پڑھائیں۔ دوشنبہ کی صبح کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اُٹھاکر باہر تشریف لائے۔ دردِ سر کی شدت کی وجہ سے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھ کر چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے چمکنے لگا۔ آپؐ آگے بڑھے تو لوگوں نے راستہ دیدیا۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ صَلِّ بِالنَّاس۔ نماز پڑھاؤ۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ اور نماز پڑھنے لگے۔ بعد نماز باآواز بلند (جو مسجد کے باہر تک جاتی تھی) وعظ ارشاد فرمایا۔ اس میں یہ جملے بھی تھے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَأَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا تُمْسِكُونَ عَلَيَّ بِشَيْءٍ لَمْ أُحِلَّ إِلَّا مَا أَحَلَّ الْقُرْآنُ وَلَمْ أُحَرِّمْ إِلَّا مَا حَرَّمَ الْقُرْآنُ۔ اے لوگو! آگ روشن کی گئی۔ اور فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح چلے آتے ہیں۔ اور قسم ہے رب کی میرے ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں۔ میں نے وہی حلال بتایا

جس کو قرآن نے حلال کیا۔ اور وہی حرام بتایا جس کو قرآن نے حرام کہا۔

جب کلام مبارک ختم ہولیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبیؐ آج تو اللہ کے فضل سے آپؐ ایسے اچھے ہیں۔ جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی بی بی تھیں جو سُنح میں رہتی تھیں) کے یہاں جانے کی باری ہے۔ اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق اکبرؓ سُنح کو چلے گئے۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک مزاج درست رہا۔ چنانچہ جب علی المرتضیٰؓ آپؐ کے پاس سے باہر آئے۔ اور لوگوں نے خیریت دریافت کی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِءًا۔ آج صبح سے خدا کا شکر ہے صحت ہے۔

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کی آغوش میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَکَرُوْا عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ وَصِیًّا فَقَالَتْ مَتٰی اَوْصٰی اِلَیْهِ فَلَقَدْ کُنْتُ مُسْنِدَتَهٗ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْ اِلٰی حَجْرِیْ فَلَا بِطَسْتِ الْخَنَتْ فِیْ حَجْرِیْ فَمَاتَ وَمَا شَعَرْتُ بِهٖ فَمَتٰی اَوْصٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (ابن ماجہ باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابراہیم حضرت اسود سے راوی ہیں۔ کہ سیّدہ صدیقہ کے ہاں حضرت علیؓ کے وصی ہونے کا تذکرہ ہوا۔ تو سیّدہ صدیقہ نے فرمایا۔ کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آغوش میں تکیہ لگائے تھے۔ ذرا افاقہ ہوا۔ تو وضو کے لئے پانی کا برتن منگایا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری گودی کی طرف جھک گئے۔ اور انتقال فرمایا۔ اس لئے مجھے تو معلوم نہیں۔ یا میں تو نہیں سمجھی۔ کہ کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت فرمائی۔

تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اسی اثناء میں

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے ہاتھ میں مسواک دیکھی۔ اور اس کو بہ نظرِ رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے منشاء مبارک سمجھ کر مسواک ہاتھ سے لے لی۔ پہلے خود چبا کر نرم کی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا۔ آپؐ نے مسواک لے کر پوری قوّت کے ساتھ دندان مبارک پر پھیری۔ اور پھیرنے کے بعد رکھ دی۔ بعد مسواک جب آپ کے بدن مبارک کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا۔ تو حضرت ام المؤمنین سیّدہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا۔ پتلیاں چڑھ گئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ اللّٰھم الرفیق الاعلٰی۔ اے اللہ! مقام رفیق اعلیٰ میں پہنچا۔

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ روز

دوشنبہ بوقتِ چاشت روح انور جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ اس حادثہ عظیمہ سے صحابہ کرام پر ایک عالم سراسیمگی چھا گیا۔

حضرت انس بن مالک اور جمال محمدی کی آخری جھلک

عن الزہری سمع انس بن مالک یقول آخر نظرۃ نظرتہا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کشف الستارۃ یوم الاثنین فنظرت الی وجہہ کانہ ورقۃ مصحف والناس خلف ابی بکر فی الصلوٰۃ فاراد ان یتحرک فاشار الیہ ان اثبت والقی السجف ومات من آخر ذٰلک الیوم۔ (ابن ماجہ)

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ سوموار کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اُٹھایا۔ تو وہ میرا آخری دیکھنا تھا۔ جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کا چہرۂ انور گویا مصحف کا ورق تھا۔ لوگ ابوبکر کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ارادہ کیا۔ کہ پیچھے ہٹے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا۔ کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ اتنی بات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ لٹکا دیا۔ اور اسی روز پچھلے پہر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

تاکید نماز اور غلاموں کے حقوق کی نگہداشت

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول من مرضہ الذی توفی فیہ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم فما زال یقولہا حتی ما یفیض بہا لسانہ (ابن ماجہ)

حضرت اُمِ سلمہ فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم کو بار بار دُہراتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کی زبان مبارک موت کی سختیوں کی وجہ سے نہ ہل سکی۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سانحۂ ہوش ربا کی خبر سُنی۔ تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ اور مسجد کے دروازے پر پہنچکر گھوڑے سے اُترے۔ حضرت عمرؓ مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کسی جانب التفات نہیں کیا۔ اور سیدھے حجرہ مُبارک میں پہنچے چہرۂ انور سے بردیمانی (یمنی چادر) ہٹا کر پیشانی مبارک کا بوسہ دیا۔ اور رو کر فرمایا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا اَمَّا الْمَوْتَۃُ الْاُوْلٰی اَلَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ ذُقْتَھَا ثُمَّ لَمْ یُصِیْبَکَ بَعْدَھَا مَوْتَۃٌ اَبَدًا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ کی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں۔ جو موت اللہ نے آپ کے حق میں لکھ دی تھی۔ اس کا ذائقہ آپنے چکھ لیا۔ اب اس کے بعد آپ کبھی وفات نہ پائیں گے۔

یہ کہہ کر چادر اطہر ڈھک دی۔ اور باہر آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ مجمع سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ کہ منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ واللہ وفات نہیں پائی۔ اِنَّمَا ھُوَ بِعَشْیٍ مَا کَانَ یَأْخُذُہٗ الْوَحْیُ (ابنِ ماجہ) وحی کی شدّت سے

بے ہوشی ہے۔ یا اپنے رب کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی طرح گئے ہیں
جو چالیس روز غائب ہو کر واپس آ گئے تھے۔ حالانکہ ان کی نسبت
بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پا گئے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مراجعت فرمائیں گے۔ وَلَا یَمُوْتُ حَتّٰی یَقْطَعَ اَیْدِیَ النَّاسِ مِنَ
الْمُنَافِقِیْنَ کَثِیْرًا وَّاَرْجُلَھُمْ (ابن ماجہ) اور نہیں فوت ہونگے
کہ بہت سے منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ اور ان لوگوں کے
بھی جو کہتے ہیں کہ آپؐ نے رحلت فرمائی۔

فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی صَعِدَ الْمِنْبَرَ۔ یہ بات سُن کر حضرت ابوبکرؓ
منبر پر چڑھے۔ اور کہا اے عمرؓ سنبھلو۔ اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چُپ
نہ ہوئے۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے خود سلسلۂ گفتگو شروع کر دیا۔
حاضرین حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ حضرت صدیق
اکبرؓ نے پہلے اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد کہا:

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا
قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ
اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ
یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ
الشّٰکِرِیْنَ۔ (ابن ماجہ)

اے لوگو! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ محمدؐ نے

وفات پائی۔ اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا۔ تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے۔ اور نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول۔ ان سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ مرجائیں گے۔ تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص برگشتہ ہو جائے گا۔ وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اللہ شکرگزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔

قَالَ عُمَرُ فَلَكَأَنِّي لَمْ أَقْرَأْهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ (ابن ماجہ) حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیہ کریمہ میں نے آج پڑھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارک کو سُنکر میرے پاؤں ٹوٹ گئے۔ کھڑے ہونے کی قوت نہ رہی۔ میں زمین پر گر گیا۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ ایام خلافت میں ایک مرتبہ فاروقِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا۔ اس کا منشاء یہ آیت تھی۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الخ میں اس آیت کا مطلب یہ سمجھا تھا۔ کہ رسول اللہ اُمت میں آخر وقت تک قیام فرما کر اس کے اعمال کی شہادت دینگے۔

باب ثانی

خلافت

سقیفہ بنی ساعدہ

ابھی وصال نبوی کی مصلحت فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ کے معانی معرفت خیز صحابہ پر منکشف ہو کر باعث سکون ہوئے تھے کہ ایک اور مسئلہ نے اضطراب و ہیجان کا تموّج پیدا کر دیا اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو کر مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ اگر تم کو اُمت کے بچانے کی ضرورت ہے۔ تو بچا لو۔ قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ ہم کو اپنے انصار بھائیوں کے پاس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں صاحب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی شامل ہو گئے۔

آگے بڑھے تو دو انصاری ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو۔ فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے جلسے میں۔ انصاریوں نے کہا۔ وہاں نہ جائیے۔ مہاجرین کو اپنا معاملہ خود کر لینا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے

قسم کھا کر کہا کہ ہم ضرور جائیں گے۔ اس موقعہ پر یہ بیان کر دینا مناسب ہے۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا۔ جب انصار سقیفے میں جمع ہو لئے۔ تو سب سے اوّل سعدؓ بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا الٰہی بیان کی۔ پھر کہا:۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَكُمْ سَابِقَةٌ فِي الدِّيْنِ وَفَضِيلَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ لِقَبِيْلَةٍ مِنَ الْعَرَبِ۔ اِنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِثَ بِضْعَ عَشَرَ سَنَةً فِي قَوْمِهِ يَدْعُوهُمْ إِلَى عِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ وَخَلْعِ الْأَنْدَادِ وَالْأَوْثَانِ فَمَا آمَنَ بِهِ مِنْ قَوْمِهِ إِلَّا رِجَالٌ قَلِيْلٌ وَكَانَ مَا كَانُوْا يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يَمْنَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ يُعِزُّوْا دِيْنَهُ وَلَا أَنْ يَدْفَعُوْا عَنْ أَنْفُسِهِمْ ضَيْمًا عَمُّوْا بِهِ حَتّٰى إِذَا أَرَادَ بِكُمُ الْفَضِيْلَةَ سَاقَ إِلَيْكُمُ الْكَرَامَةَ وَخَصَّكُمْ بِالنِّعْمَةِ فَرَزَقَكُمُ اللّٰهُ الْإِيْمَانَ بِهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَالْمَنْعَ لَهُ وَلِأَصْحَابِهِ وَالْإِعْزَازَ لَهُ وَلِدِيْنِهِ وَالْجِهَادَ لِأَعْدَائِهِ وَكُنْتُمْ أَشَدَّ النَّاسِ عَلَى عَدُوِّهِ مِنْكُمْ وَأَثْقَلَهُ عَلَى عَدُوِّهِ مِنْ غَيْرِكُمْ حَتّٰى اسْتَقَامَتِ الْعَرَبُ لِأَمْرِ اللّٰهِ طَوْعًا وَأَعْطَى الْبَعِيْدُ الْقَادَةَ صَاغِرًا وَآخِرًا حَتّٰى أَثْخَنَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُوْلِهِ بِكُمُ الْأَرْضَ وَدَانَتْ بِأَسْيَافِكُمْ لَهُ الْعَرَبُ وَتَوَفَّاهُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ وَبِكُمْ قَرِيْرُ عَيْنٍ

اِسْتَقْبِلُوْا هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَاِنَّهٗ لَكُمْ دُوْنَ النَّاسِ -

اے گروہ انصار! تم کو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس رہے۔ اور اس کو خدا کی عبادت اور بُت پرستی کے ترک کی جانب بُلاتے رہے۔ مگر باستثنائ قلیل ان کی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لایا۔ ان میں اتنی قوت نہ تھی۔ کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے۔ دین کا اعزاز بڑھاتے۔ اور اپنے آپ سے ظلم اعداء کو دفع کرتے جس میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا۔ کہ تم کو عزت دے۔ تو اس نے تم کو شرف بخشا۔ فضیلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور ان کے اصحاب کی مدد وحفاظت کرو۔ ان کا اور ان کے دین کا اعزاز بڑھاؤ۔ اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم اُن کے دشمنوں پر (خواہ وہ تم میں سے یا تمہارے غیر) سب سے زیادہ بھاری اور سخت ہوگئے۔ یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم الٰہی کے سامنے طوعاً و کرہاً جُھک گئے۔ اور تمہاری تلواروں نے عرب کو فرمانبردار بنا دیا۔ اور تمہارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ نے عرب کو مطیع کر دیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وفات دی۔ اور وہ تم سے راضی

اور خوش تھے۔ خلافت کی نسبت پورا اصرار کرو۔ وہ تمہارا حق ہے نہ کہ اوروں کا۔

اس خطبہ کے ختم ہونے پر تمام مجمع نے تحسین و آفرین کی۔ اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کرینگے۔ تم ہم میں سے سربرآوردہ ہو۔ اور صلحائے مؤمنین کے محبوب۔ اس کے بعد باہم بحث و گفتگو ہوتی رہی۔ دورانِ بحث میں کسی نے کہا۔ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا۔ کہ ہم مہاجرین اور اوّلین صحابہؓ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق۔ پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعوائے کرتے ہو۔ تو ہمارا جواب کیا ہو گا۔ اس پر کسی نے کہا۔ ہم یہ جواب دینگے۔ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ۔ اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو۔ ایک تم میں سے۔ اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت سعدؓ نے کہا۔ کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا تھا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ وہاں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ کسی نے کہا۔ سعدؓ بن عبادہؓ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اس طرح کیوں لیٹے ہیں۔ کہا بیمار ہیں۔

اس سوال و جواب کے بعد تینوں حضرات بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا۔ اور اس نے انصار کے حقوق و فضائل پوری طرح تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیئے۔ جب ان کے سب خطیب سلسلۂ کلام ختم

کر چکے۔ تو حضرت عمرؓ نے خطبہ دینا چاہا۔ جس کو پہلے سے سوچ چکے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ ٹھہرو۔ وہ رُک گئے۔ صدیق اکبرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اوّل حمد و ثناء الٰہی بیان کی۔ پھر کہا۔

اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ اِلَیْنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلًا اِلٰی خَلْقِہٖ شَہِیْدًا عَلٰی اُمَّتِہٖ لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ وَیُوَحِّدُوْہُ وَھُمْ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ آلِھَۃً شَتّٰی وَیَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ شَافِعَۃٌ وَلَھُمْ نَافِعَۃٌ اِنَّمَا ھِیَ مِنْ حَجَرٍ مَنْحُوْتٍ وَخَشَبٍ مَنْقُوْرٍ ثُمَّ قَرَءَ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ عِنْدَ اللّٰہِ وَقَالُوْا مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی فَعَظُمَ عَلَی الْعَرَبِ اَنْ یَتْرُکُوْا دِیْنَ اٰبَاءِھِمْ فَخَصَّ اللّٰہُ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَوْمِہٖ بِتَصْدِیْقِہٖ وَالْاِیْمَانِ بِہٖ وَالْمُوَاسَاۃِ لَہٗ وَالصَّبْرِ مَعَہٗ عَلٰی شِدَّۃِ اَذٰی قَوْمِھِمْ لَھُمْ وَتَکْذِیْبِھِمْ اِیَّاھُمْ وَکُلُّ النَّاسِ لَھُمْ مُخَالِفٌ فَھُمْ اَوَّلُ مَنْ عَبَدَ اللّٰہَ فِی الْاَرْضِ وَآمَنَ بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَھُمْ اَوْلِیَاءُہٗ وَعَشِیْرَتُہٗ وَاَحَقُّ النَّاسِ لِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِہٖ وَلَا یُنَازِعُھُمْ فِیْ ذَالِکَ اِلَّا ظَالِمٌ وَاَنْتُمْ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَنْ لَا یُنْکِرُ فَضْلَھُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَا سَابِقَتَھُمْ لِعَظِیْمَۃٍ فِی الْاِسْلَامِ رَضِیَکُمُ اللّٰہُ اَنْصَارًا

لِدِایْنِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَجَعَلَ اِلَیْکُمْ هِجْرَةً وَفِیْکُمْ جِلَّةَ اَزْوَاجِهٖ وَاَصْحَابِهٖ فلیس بَعْدَ الْمُهَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ عِنْدِنَا بِمَنْزِلِتِکُمْ فَنَحْنُ الْاُمَرَآءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور ان کی اُمت کے واسطے رہنما بنا کر بھیجا۔ اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کا اقرار کریں۔ حالت یہ تھی کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس خیال خام سے پوجتے تھے۔ کہ وہ اللہ کے سامنے ان کے شفیع بن کر نفع پہنچائیں گے۔ ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ لکڑی اور پتھر سے تراش لئے گئے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا قرب بارگاہِ الٰہی میں بڑھائیں نتیجہ یہ ہؤا کہ عربوں کو اپنے آبائی دین کو چھوڑنا مشکل ہؤا۔ اس وقت اللہ نے رسول کی قوم میں سے مہاجرین اوّلین کو یہ خصوصیّت بخشی۔ کہ اُنہوں نے آپؐ کی تصدیق کی۔ اور ایمان لائے۔ اور خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ رسول اللہ کے ساتھ سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ اس حالت میں کہ تمام لوگ ان کو جھٹلاتے تھے۔ اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اس سے باوجود اپنی قلّت اور دشمنوں کی سختی سے گھبرائے نہیں۔

لہٰذا یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اوّل روئے زمین پر

اللہ کی عبادت کی۔ اور رسولؐ پر ایمان لائے۔ اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ کے رفقاء اور کنبہ والے ہیں۔ اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار۔ سوائے ظالم کے اس معاملہ میں ان سے کوئی شخص نزاع نہیں کرسکتا۔ اور اے معشر انصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی شرف سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ تم کو اللہ نے اپنے دین اور رسولؐ کی مدد کے واسطے انتخاب کیا۔ اپنے رسول کو تمہاری پناہ میں ہجرت کے بعد بھیجا۔ رسول اللہ کی اکثر ازواج و اصحاب تم میں سے ہیں۔ لہذا مہاجرین اوّلین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ پس ہم امراء ہوں۔ تم وزراء۔ تم اپنے مشورہ پر ہٹ مت کرو۔ ہم بغیر تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کرینگے۔

ایک اور روایت کے مطابق آخر میں یہ کہا۔ وَقَدْ رَضِیْتُ لَکُمْ اَحَدَ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اَیُّھُمَا شِئْتُمْ۔ میں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے۔ انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخرکار حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّکُمْ اَوَّلُ مَنْ نَصَرَ فَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّلَ مَنْ بَدَّلَ وَتَغَیَّرَ۔ اے گروہ انصار! تم نے مدد اور قوت پہنچانے میں سبقت کی تھی۔ لہذا تغیر و تبدّل کرنے میں سبقت نہیں کرنی چاہئے۔

یہ بات سنکر دو جلیل القدر انصاری حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت بشیرؓ بن سعد نے اپنے فریق کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابت نے کہا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ يَكُوْنُ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَحْنُ اَنْصَارُهٗ كَمَا كُنَّا اَنْصَارَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ زمرۂ مہاجرین میں سے تھے۔ پس ضروری ہے کہ امام بھی مہاجرین میں سے ہو۔ اور ہم اس کے ایسی طرح مددگار رہوں جس طرح رسول اللہ کے تھے۔

حضرت بشیر بن سعدؓ نے فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّا وَاللّٰہِ لَئِنْ كُنَّا اَوْلٰى فَضِيْلَةً فِيْ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَابِقَةً فِيْ هٰذَا الدِّيْنِ مَا اَرَدْنَا بِهٖ اِلَّا رِضَاءَ رَبِّنَا وَطَاعَةَ نَبِيِّنَا وَالْكَدْحَ لِاَنْفُسِنَا فَمَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَسْتَطِيْلَ عَلَى النَّاسِ بِذٰلِكَ وَلَا نَبْتَغِيْ بِهٖ مِنَ الدُّنْيَا عَرَضًا فَاِنَّ اللّٰہَ وَلِيُّ الْمِنَّةِ عَلَيْنَا بِذٰلِكَ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰہُ عليه وسلم مِنْ قُرَيْشٍ وَقَوْمُهٗ اَحَقُّ بِهٖ وَاَوْلٰى وَاَيْمُ اللّٰہِ لَا يَرَانِيَ اللّٰہُ اُنَازِعُهُمْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اَبَدًا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُنَازِعُوْهُمْ۔

اے گروہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں زیادہ فضیلت حاصل کی۔ اور دین میں عزت تو اس سے مقصود صرف اللہ تعالےٰ کی رضا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور خود اپنے لئے کسب

عمل تھا۔ ہم کو روا نہیں کہ ہم اس کو دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بنائیں۔ نہ اس کے عوض ہم کو جاہ دنیا طلب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے۔ ان کی قوم ان کی جانشینی کی سب سے زیادہ مستحق واہل ہے۔ میں بالقسم کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو کبھی نہ دیکھے گا۔ کہ میں ان سے اس بارہ میں نزاع کروں۔ پس تم اللہ پاک سے ڈرو۔ اور ان سے جھگڑا مت کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ موجود ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہو بیعت کرو۔ دونوں نے کہا:۔

لَا وَاللّٰہِ لَا نَتَوَلّٰی ھٰذَا الْاَمْرَ عَلَیْکَ فَاِنَّکَ اَفْضَلُ الْمُھَاجِرِیْنَ وَثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَالصَّلٰوۃُ اَفْضَلُ دِیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ فَمَنْ ذَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّتَقَدَّمَکَ اَوْ یَتَوَلّٰی ھٰذَا الْاَمْرَ عَلَیْکَ اُبْسُطْ یَدَکَ نُبَایِعْکَ۔

نہیں قسم اللہ پاک کی، اس معاملہ میں ہم تم پر سبقت نہیں کر سکتے۔ تم افضل مہاجرین ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور خلیفہ نماز۔ اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے بڑھ کر ہے۔ پس یہ کس کو زیبا ہے۔ کہ وہ تم پر مقدم ہو۔ یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت کا متولی بنے۔ ہاتھ بڑھاؤ۔ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں۔

جس وقت ان دونوں صاحبوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت کا ارادہ کیا۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کرکے سب سے اوّل بیعت کی۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے بیعت کی تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت پر ٹوٹ پڑا۔ اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ (جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے ہیں) کچلے نہ جائیں۔ جب بیعت کی خبر جلسہ کے باہر پہنچی۔ تو ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ گلیاں اور بازار اُن کے ہجوم سے بھر گئے۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ

اگلے روز سہ شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبویؐ میں مسلمان جمع ہوئے۔ اوّل حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:۔

كُنْتُ اَرْجُوْا اَنْ يَعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يُدَبِّرَنَا فَاِنْ يَكُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم قَدْ مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيَ اثْنَيْنِ وَاِنَّهٗ اَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِاُمُوْرِكُمْ فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ۔

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ لیکن اگر محمد صلعم نے وفات پائی۔ تو تمہارے پاس وہ

نور (قرآن)، موجود ہے۔ جو تم کو راستہ دکھلئے گا۔ جس پر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا تھا۔ اور ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رفیق غار ہیں۔ اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے اہل ہیں۔ اب بڑھو۔ اور ان سے بیعت کرو۔

حضرت عمرؓ نے کلام بالاختتم کرکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھیے۔ مگر وہ انکار کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروق کا اصرار غالب آیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ منبر پر تشریف لائے۔ لیکن اس مقام سے ایک درجہ نیچے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے۔ جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی۔ فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً۔ بعد بیعت حضرت سیدنا ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبۂ خلافت دیا۔ اوّل حمد و ثناء الٰہی بیان کی۔ پھر فرمایا :۔

اَمَّا بَعْدُ۔ اَيُّهَا النَّاسُ فَوَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْاِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَا لَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ رَاغِبًا وَلَا سَأَلْتُهَا عَزَّ وَجَلَّ فِيْ سِرٍّ وَّعَلَانِيَةٍ وَلٰكِنِّيْ اَشْفَقْتُ مِنَ الْفِتْنَةِ فَمَا لِيْ فِي الْاِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ وَلٰكِنْ كُلِّفْتُ اَمْرًا عَظِيْمًا مَالِيْ بِهٖ طَاقَةٌ۔

بعد حمد الٰہی کے۔ اے لوگو! واللہ مجھ کو ہرگز امیر بننے کی حرص نہ کبھی دن میں تھی نہ رات میں۔ اور نہ میرا میلان اس کی جانب تھا۔ اور نہ میں نے اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ اس کے لئے دعا کی۔ البتہ مجھ کو یہ خوف ہوا۔ کہ کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ مجھ کو حکومت میں

کچھ راحت نہیں۔ بلکہ مجھ کو ایک ایسے امرِ عظیم کی تکلیف دی گئی ہے جس کی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اور نہ وہ بدون اللہ عزّوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے۔

وَلَوَدِدْتُ اَنْ اَقْوَی النَّاسِ عَلَیْهَا الْیَوْمَ اِنِّی قَدْ وُلِّیْتُ عَلَیْکُمْ وَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ فَاِنْ اَسَاْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ۔ میری ضرور یہ آرزو تھی۔ کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی ہوتا۔ یہ تحقیق ہے کہ میں تمہارا امیر بنایا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں راہِ راست پر چلوں۔ تو مجھے مدد دو۔ اگر بے راہ چلوں۔ تو مجھے سیدھا کرو۔

اَلصِّدْقُ اَمَانَةٌ وَالْکِذْبُ خِیَانَةٌ وَالضَّعِیْفُ فِیْکُمْ قَوِیٌّ عِنْدِیْ حَتّٰی اُرِیْحَ حَقَّهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَالْقَوِیُّ مِنْکُمْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا یَدَعُ قَوْمٌ نِ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ وَلَا یَشِیْعُ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِیْ عَلَیْکُمْ قُوْمُوْا اِلٰی صَلَاتِکُمْ یَرْحَمْکُمُ اللّٰهُ۔ (سیرۃ ابن ہشام)

صدق امانت ہے۔ اور جھوٹ خیانت۔ جو آدمی تم میں کمزور ہے۔ وہ میرے لئے قوی ہے۔ انشاء اللہ اس کا حق ضرور دلوا دوں گا۔ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے۔ اس سے انشاء اللہ حق لیکر

چھوڑ دوں گا۔ جو قوم راہ خدا میں جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ وہ ذلیل کر دی جاتی ہے۔ اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے۔ اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اور جب میں اللہ پاک اور اس کے رسول پاک کی نافرمانی کروں۔ تم کو میری اطاعت نہیں کرنی چاہیئے۔ اٹھو۔ اب نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ پاک تم پر رحم فرمائے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی)

بعد بیعت خلیفۂ رسول اللہ لقب ہوا۔ ایک موقعہ پر کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ اور اسی میں خوش ہوں۔

اللہ اکبر۔ خلافت کے جھگڑے میں بھی ثبات و روحانیت صدیقؓ نے کام دیا۔ انہوں نے امت کو اختلافات کی خلیج سے نکال کر ایک کنارے آلگایا۔ ورنہ وہ فتنہ و فساد برپا ہوتا جو قیامت تک بھی مٹ نہ سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تغسیل و تجہیز و تکفین اور خدمات صدیقیؓ

بیعت کے بعد سب سے پہلا کام خلیفۃ الرسول کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کا پیدا ہوا۔ ایک ایک صحابی کی خواہش تھی۔ کہ وہ ان آخری ساعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا

شرف حاصل کرے۔ مگر یہ رشک اور شوق طبعاً اختلاف و نزاع کے اسباب بن سکتے تھے۔ لیکن چونکہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہو چکا تھا۔ ان کی دانشمندی و فرزانگی نے اس عقدہ کو حل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی خدمت اہل بیت انجام دیں۔ اور یہ حکم دے کر کافۃ الناس کی تسکین فرما دی:۔

(۱) ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّغْسِلَهٗ بَنُوْا اَبِيْهِ۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے قریبی غسل دینگے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ حضرت قثم رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت صالح الحبشی رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دے کر باہر تشریف لائے۔ تو لوگوں نے سوال کیا۔ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے؟ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں۔ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا كَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ (شمائل ترمذی)

لوگوں نے کہا۔ اے رفیق رسول۔ کیا ہم جنازہ پڑھیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ لوگوں نے کہا۔ کس طرح؟ کہا ایک قوم اندر داخل ہو۔ نماز اور

دعائیں و تکبیر کہیں۔ پھر وہ نکل آئیں۔ دوسرے جائیں۔ وہ بھی اسی طرح کریں حتیٰ کہ تمام لوگ داخل ہوں۔

اس حدیث پر حاشیہ میں تحریر ہے۔ وَاَنْتَ خَبِیْرٌ بِاَنَّ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی آخِرِهٖ دَلَالَةً ظَاهِرَةً عَلٰی جَلَالِ قَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰی اَصْحَابِهٖ وَمُتَابَعَتِهٖ وَقُوَّةِ قَلْبِهٖ وَوُفُوْرِ عِلْمِهٖ وَعَلٰی اَطَاعَتِهِمْ اِیَّاهُ وَاِنْقِیَادِهِمْ لَهٗ۔

(حاشیہ شمائل ترمذی) یعنی اے قاری حدیث تجھے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث شریف میں اوّل سے لے کر آخر تک اس بات پر بالکل ظاہر و باہر دلالت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک کتنا ارفع و اعلیٰ مقام تھا نیز اس حدیث میں ابو بکرؓ کی قوت قلبی اور تبحر علمی اور صحابہ کی اطاعت و انقیاد بھی جو انہیں حضرت صدیق کے لئے تھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ فافہم وتدبر ولاتکن من الغافلین۔

(۳) لَقَدْ اِخْتَلَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فِی الْمَکَانِ الَّذِیْ یُحْفَرُ لَهٗ فَقَالَ قَائِلُوْنَ یُدْفَنُ فِیْ مَسْجِدِهٖ وَقَالَ قَائِلُوْنَ یُدْفَنُ مَعَ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ۔ (ابن ماجہ)

(۴) وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالُوْا یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَیُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَیْنَ قَالَ فِی الْمَکَانِ الَّذِیْ قَبَضَ اللّٰهُ

رُوحَهٗ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَقْبِضْ رُوْحَہٗ اِلَّا فِیْ مَکَانٍ طَیِّبٍ۔

(۵) وفی روایۃ عن عائشۃؓ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اخْتَلَفُوْا فِیْ دَفْنِہٖ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ شَیْئًا قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُدْفَنَ فِیْہِ اُدْفُنُوْہُ فِیْ مَوْضِعِ فِرَاشِہٖ۔ (ترمذی)

یعنی غسل کے بعد تدفین کا سوال درپیش تھا۔ صحابہؓ نے اس بارے میں اختلاف کیا۔ کہ کہاں دفن کیے جائیں۔ بعض صحابہؓ کا خیال تھا کہ مسجد میں دفن کیے جائیں۔ بعض کا خیال تھا مدینہ کے جنت البقیع میں۔ بعض کا خیال تھا مکہ میں۔ بعض کا خیال تھا بیت المقدس میں۔ یہاں بھی سیدنا ابوبکرؓ نے اس اختلاف کو یہ کہہ کر مٹا دیا۔ کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ یُقْبَضُ اِلَّا دُفِنَ تَحْتَ مَضْجَعِہٖ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ ‏ نبی جس جگہ انتقال کرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔

چنانچہ بستر مبارک اٹھا کر وہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کی گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اللہ اکبر۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے وجود مبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امامت و امارت کے لئے کس جامعیت کے ساتھ تیار کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی نازک مہمات کو اس خوبی و آسانی سے سلجھا دیتے تھے۔ اور سینکڑوں اور ہزاروں اختلافات

کو بہت مختصر الفاظ میں رفع فرما دیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرماتے ہی مسلمانوں پر ہر چہار طرف سے مصائب کی گھٹائیں چھا گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے متعلق اختلاف ہوا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضؓ نے بتایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ — ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے

جملہ صحابہ نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور یہ اختلاف بھی مٹ گیا۔ اس کے بعد بیرونی مصائب کا سامنا ہوا:۔

(۱) یہود و نصاریٰ نے سرکشی کی۔ اور خود مختاری کا تہیّہ کر لیا۔

(۲) اعراب بادیہ نشین و نو آموز اشخاص نے ارتداد کا اعلان کیا۔

(۳) ایسا گروہ اٹھا۔ جو زکوٰۃ کا منکر تھا۔

(۴) عرب کے بعض ذہین دماغوں نے نبوت کو بادشاہی کا ایک مقدس پردہ باور کیا۔ اور تین کذّابوں نے دعاوی نبوّت کا علم بلند کیا۔

ان سب فتنوں اور ریشہ دوانیوں کے پس پردہ عربوں کی وہ خود پسندی پنہاں تھی۔ جو عرب میں صدیوں تک کسی نظامِ حکومت کے نہ ہونے سے دماغوں میں گھر کر چکی تھی۔

ادھر ان سب شورشوں کا فرو کرنا تھا۔ اور ادھر لشکر اسامہ رضؓ کو روانہ کرنا تھا۔

جیشِ اُسامہؓ

مرض الموت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا۔ اس لشکر کو ملک شام میں قیصر روم کے مقابلہ کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا۔ جس کے سردار حضرت اسامہؓ ابن زید مقرر کئے گئے تھے۔ مدینہ منورہ اور نواح مدینہ کے سات سو جوان اس مہم کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مہم رومیوں کے مقابلہ پر اس لشکر اسلام کے انتقام لینے کے واسطے مامور ہوئی تھی جس پر رومیوں نے ۸ھ میں بمقام موتہ حملہ کیا تھا۔ مگر اس کا کوچ آپ کی علالت و بیماری کی شدت اور وفات کے سبب سے نہ ہوسکا لیکن اب خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ اس لشکر کو فوراً روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ مجاہدین کے اس عسکر نور پیکر کو حضرت ابوبکرؓ نے بیعت کے دوسرے روز حکم دیا۔ کہ جیش اسامہؓ تیار ہو کر روانہ ہو۔ منادی نے ندا دی :-

لِيُتِمَّ بَعْثُ أُسَامَةَ أَلَا لَا يَبْقَيَنَّ بِالْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَى عَسْكَرِهٖ بِالْجُرْفِ ۔

اسامہ کے لشکر کو تیار ہو جانا چاہیئے تاکید کی جاتی ہے کہ جو لوگ اس مہم میں نامزد ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بھی مدینہ میں نہ رہے۔ اور سب کے سب مقام جرف (مدینہ کے باہر ایک میدان تھا) میں جمع ہو جائیں۔

یہ پہلا حکم تھا۔ جو حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلافت

جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر چھاؤنی میں جمع ہو۔ اور اس کی روانگی عمل میں آئے۔ عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی سرکشی کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں۔ ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھا۔ مرتدین اور مدعیانِ نبوّت نے صحابہؓ کو بہت گھیر رکھا تھا۔ اور حول لئے مدینہ کا ارتداد زیادہ تشویشناک تھا۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت تھا۔ مصیبت عظمیٰ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سروں سے اُٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب میں ارتداد پھیل رہا تھا۔ یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھ کر سرکشی شروع کر دی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کی قلّت۔ دشمنوں کی کثرت۔ صحابی جلیل القدر حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ کہ اس وقت مسلمان بکریوں کے اُس گلہ کے مشابہ تھے۔ جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالتِ بارش میدان میں بے گلہ بان رہ جائے۔

ان حالات پر نظر کر کے صحابۂ کرام نے امیر المؤمنین حضرت صدیقؓ اکبر سے کہا۔ کہ جو آدمی لشکر اسامہؓ میں جا رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے چیدہ و منتخب افراد ہیں۔ عرب کی حالت آپ کی نگاہ کے سامنے ہے۔ اس صورت میں مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ ظَنَنْتُ اَنَّ السِّبَاعَ تَخْطَفُنِیْ لَاَ نْفَذْتُ جَیْشَ اُسَامَۃَ کَمَا اَمَرَبِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَوْ لَمْ

يَبْقَ فِي الْقُرٰى غَيْرِي لَأَنْفَذْتُهُ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر مجھ کو یہ بھی گمان ہوتا کہ درندے مجھ کو اٹھالے جائیں گے۔ تو بھی تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ کا لشکر ضرور بھیجتا۔ اگر بستیوں میں سوائے میرے ایک متنفس بھی باقی نہ رہتا۔ تو بھی روانگی کا حکم یقیناً کرتا۔

اس کے بعد بخیالِ مزید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا۔ اور تیاری لشکر کی تاکید کی۔ جب تمام لشکر جُرف کے پڑاؤ میں جمع ہوگیا۔ تو حضرت اسامہؓ امیر عسکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت ابوبکر رضؓ سے کہلا بھیجا۔ کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفار خلیفہ رسول اللہ حرمِ نبویؐ اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑینگے۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں مع لشکر مدینہ چلا آؤں۔ اسی کے ساتھ انصار نے پیغام بھیجا۔ کہ آپ لشکر روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو بجائے حضرت اسامہؓ (اس وقت حضرت اسامہؓ کا سن انیس[19] برس کا تھا) کے کسی سن رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔ پہلا پیام سنکر حضرت ابوبکر رضؓ نے قریباً وہی جواب دیا۔ جو اوپر مذکور ہؤا۔ جب حضرت عمر رضؓ نے انصار کا پیام سنایا۔ تو حضرت صدیق رضؓ غصّے سے بے تاب ہوکر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا تم کو موت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضؓ کو امیرِ لشکر بنایا۔ تم مجھ کو ہدایت کرتے ہو۔ کہ میں اس کو معزول کردوں۔

اس جواب کے بعد جُرف کے پڑاؤ پر خود گئے۔ اور رخصت کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا۔ تو حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ پیادہ پا ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ خلیفہ کا کوتل گھوڑا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اسامہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ آپ سوار ہولیں۔ یا مجھ کو پیادہ چلنے کی اجازت دیں۔ جواب دیا کہ نہ میں سوار ہونگا۔ نہ تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملیگی۔ اگر میں ایک ساعت راہِ خدا میں اپنے قدم خاک آلود کروں۔ تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں قدم رکھتا ہے۔ اس کے بدلے میں سات سَو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ سات سَو نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قِفُوا أُوصِيكُمْ بِعَشْرٍ فَاحْفَظُوهَا عَنِّي لَا تَخُونُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا طِفْلًا وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَعْقِرُوا نَخْلًا وَلَا تُحَرِّقُوهُ وَلَا تَقْطَعُوا الشَّجَرَةَ الْمُثْمِرَةَ وَلَا تَذْبَحُوا شَاةً وَلَا بَقَرَةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ وَسَوْفَ تَمُرُّونَ بِأَقْوَامٍ فَرَّغُوا أَنْفُسَهُمْ بِالصَّوَامِعِ فَدَعُوهُمْ وَمَا فَرَّغُوا أَنْفُسَهُمْ وَسَوْفَ تَقْدَمُونَ عَلَى قَوْمٍ يَأْتُوكُمْ بِآنِيَةٍ فِيهَا أَلْوَانُ الطَّعَامِ فَإِذَا أَكَلْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا وَتَلْقَوْنَ أَقْوَامًا قَدْ فَحَصُوا أَوْسَاطَ

رُءُوسِہِمْ وَتَرَکُوْا حَوْلَہَا مِثْلَ الْعَصَائِبِ.........
اِنْدَفِعُوْا بِاسْمِ اللّٰہِ اَفْنَاکُمُ اللّٰہُ الطَّعْنَ وَالطَّاعُوْنَ۔

اے لوگو۔ کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو دس حکم دیتا ہوں۔ ان کو میری جانب سے اچھی طرح یاد رکھنا۔ خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی مت کرنا۔ کسی شخص کے اعضاء مت کاٹنا۔ کسی بچے۔ بوڑھے اور عورت کو قتل مت کیجیو۔ کھجور یا اور کسی میوہ دار درخت کو مت کاٹیو۔ نہ جلائیو۔ بکری۔ گائے یا اونٹ کو سوائے غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے لوگ ملیں گے۔ جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہونگے۔ ان کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا۔ اور تم کو ایسے آدمی ملیں گے۔ جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے۔ جب تم ان کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ۔ خدا تعالیٰ کا نام لیتے جانا۔ اور تم کو ایک ایسی قوم ملے گی۔ جن کے سر کے بال بیچ میں منڈے ہوئے ہونگے۔ اور پیٹے چھوٹے ہونگے۔ ان کو تازیانہ کی سزا دی جائے۔ اور خداوند تبارک و تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ خداوند تعالےٰ تم کو دشمن کے حربہ اور طاعون کے حملے سے محفوظ رکھے۔

یہ لشکر غرّہ ربیع الآخر کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک انیس۱۹ یوم بعد مدینہ منوّرہ سے روانہ ہُوا۔ منزلِ مقصود پر پہنچا۔ اور باختلاف روایات چالیس یوم یا اس سے کسی قدر زائد عرصہ میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کر کے مع الخیر واپس آگیا۔ مؤرخین کا قول ہے۔ کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھاک بیٹھ گئی۔ اور

اُنہوں نے خیال کیا۔ کہ اگر مسلمانوں میں قوّت و طاقت نہ ہوتی۔ تو لشکر کو مدینہ منوّرہ سے باہر نہ بھیجا جاتا۔

ارتداد

فتح مکّہ کے بعد (مکّہ ۸ھ کے آخری حصّہ میں فتح ہوُا) کثرت سے قبائل عرب نے اپنے وفود بارگاہِ رسالت میں بھیج کر حلقہ بگوشی اختیار کی۔ چنانچہ سیرت میں ۹ھ کا نام "سنۃ الوفود" ہے۔ اسی سلسلے میں یمن کا زبردست قبیلہ بنو حنیفہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوُا۔ وفد مذکور میں مسیلمہ بھی تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسیلمہ جمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرّف ہوُا۔ یا نہیں۔ بہرحال یہ وفد مسلمان ہو کر یمن واپس چلا گیا۔ اور اس کی واپسی پر قبیلہ بنو حنیفہ اسلام لے آیا۔ ۱۰ھ کے آخر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ اس سے قبل چھ ماہ تک حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے تبلیغ اسلام کی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوُا۔ حضرت شیرِ خدا علیؓ المرتضیٰ کی آمد کی خبر سُنکر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز حضرت علیؓ نے باجماعت ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہلِ یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو مخاطب کر کے اوّل حمد و ثناء الٰہی بیان فرمائی۔ اس کے بعد فرمانِ رسالت سُنایا۔ اور اسلام کی تلقین کی۔ اس تلقین کا یہ اثر ہوُا۔ کہ اسی روز تمام قبیلۂ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ بعد کامیابی حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے مراجعت فرمائی۔ اور حجۃ الوداع

کے موقعہ پر بمقام عرفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف باریابی حاصل کیا۔

غرض ۹ھ اور ۱۰ھ میں ملکِ یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وصول کے واسطے عمال مختلف اطراف میں مقرر فرمائے یمن میں باذان (پہلے کسریٰ کی طرف سے عامل یمن تھا) کو بدستور سابق تمام یمن کا عامل رکھا حجۃ الوداع میں باذان کی وفات کی خبر سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر جدید انتظام فرمایا۔ ملک یمن مختلف حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر حصہ پر جداگانہ عامل کا تقرر ہوا۔ حضرت معاذؓ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے۔ کہ تمام ملک میں دورہ کرکے احکام اسلام کا اجراء کرتے رہیں۔ اسی عرصہ میں پہلا کاذب مدعی نبوت یمن میں بمقام صنعاء پیدا ہوا۔ جس کا نام اسود عنسی تھا۔ اس کو بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اور چند ہی دنوں میں اس نے ہر طرف فساد کی آگ بھڑکا دی۔

قبیلہ اسد میں طلیحہ نے دعوائے نبوّت کیا۔

تیسرا مدعی نبوّت مسیلمہ کذاب تھا۔ اسود عنسی کی کامیابی دیکھ کر اس کو بھی جرأت ہوئی۔ اور دعوئے نبوّت کا منصوبہ قائم کرکے اس نے اعلان کیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو شریک رسالت کر لیا ہے۔ انتہائی دیدہ دلیری یہ تھی۔ کہ ۱۰ھ کے آخر میں اس نے ذیل کا خط

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا:-

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ فانی قد اشترکت معک الی الامر وان لنا نصف الارض ولقریش نصفہا ولکن قریشاً قوم یعتدون۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام میں رسالت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں۔ آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی۔ مگر قریشی ایسی قوم ہے جو ظلم کرتی ہے۔

اس کے جواب میں یہ فرمانِ رسالت مدینہ سے جاری ہوا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد فالسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذّاب کے نام۔ بعد حمد۔ پس سلام ہو اُن پر جو راہِ راست کے پیرو ہوں۔ پھر یہ تحقیق ہے۔ کہ ساری زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور عاقبت پرہیزگاروں کے حصّہ میں ہے۔

اسود عنسی کا خاتمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہو گیا تھا۔ اور آپؐ نے یہ خبر مسلمانوں کو سنادی۔ اس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروؤں کی کیا کیفیت تھی۔ جس وقت آپ کی رحلت کی خبر شائع ہوئی ان قبائل میں اور ان کے اثر سے جدید الاسلام قبائل میں اضطراب عظیم برپا ہو گیا۔ اور تمام ملک یمن میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ مسلمان عامل ہٹا دیئے گئے۔ اور مرتدین نے دخل کر لیا۔ اسود عنسی اگرچہ فی النار و السقر ہو چکا تھا مگر اس کی فوج کے مختلف حصہ ہائے ملک میں منتشر تھے۔ اب وہ پھر جمع ہو کر ایک لشکر عظیم بن گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ نواح مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ مدینے کے باہر صرف دو قبیلے ایسے تھے۔ جو تمام و کمال اسلام پر قائم رہے۔ یعنی قریش و ثقیف۔ باقی تمام قبائل میں کم و بیش ارتداد کا فساد پھیلا۔ بعضے کل کے کل مرتد ہو گئے۔ بعض میں کچھ مسلمان رہے۔ کچھ مرتد ہو گئے۔ ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف تھا۔ ایک یمن میں دوسرا نواح مدینہ کے قبائل میں۔ اور یہ سب کے سب جدید الاسلام تھے۔

(۱) قبیلۂ بنی عامر میں سردار عامر بن الطفیل تھا۔ وہ اعلانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں۔ ایک قریشی کا اتباع کس طرح کر سکتا ہوں۔

(۲) قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد کا حلیف تھا۔ غطفانی کہتے تھے کہ ہم حلیف اسدیوں کے نبی (طلیحہ) کو چھوڑ کر رسول قریشی کی پیروی کیوں کریں۔ قریش کے نبی نے وفات پائی اور اسد کا نبی زندہ ہے

(۳) قبیلہ عبد القیس میں مرتدوں کا نشان بردار نعمان بن منذر کا

پوتا تھا۔ یہ نعمان بن منذر اسی خاندانِ حمیرا کی آخری یادگار تھا۔ جس نے صدیوں تک یمن میں حکومت کی تھی۔

(۴) دعوت نبوت کی انتہائی ارزانی یہ تھی کہ سجاع نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت بن بیٹھی۔ اس نے یمن میں نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔

(۵) قبیلہ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی امت میں شامل ہو گیا۔

(۶) مدعیان نبوت کے احکام بھی عجیب تھے۔ طلیحہ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہو۔ نماز کے ارکان میں سجدہ موقوف کر دیا۔

(۷) مسیلمہ کذاب کے حکم سے شراب اور زنا مباح و حلال قرار پایا۔ جب اس نے سجاع مدعیہ نبوت سے نکاح کیا۔ تو اس کے مہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی۔ ایک صبح کی۔ دوسری عشاء کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ ان سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

فتنہ ارتداد میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ باوجود اس قدر فتنہ و فساد کے اور زبردست ہنگاموں کے ایک شخص بھی ایسا مرتد نہیں ہوا۔ جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا عموماً جدید الاسلام قبیلے مرتد ہوئے۔ ان میں بھی اکثر عوام فتنہ جو تھے چنانچہ طلیحہ کے نشان کے نیچے زیادہ تر قبیلہ طے اور اسد کے عوام الناس تھے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فراست ایمانی سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرما لیا تھا چنانچہ

یمن سے جب ابتداءً قاصد آئے۔ تو خط دیکھ کر ان سے فرمایا۔ ابھی صبر کرو۔ اس کے بعد جو خط آئیں گے۔ ان میں اس سے زیادہ سخت خبریں آئیں گی۔ اور ہوا بھی یہی۔ اس کے بعد ہی ہر طرف سے امرائے مسلمین کے مراسلے آنے لگے۔ جن میں قبائل کے ارتداد اور ان کے مظالم کی اطلاع درج تھی۔ جو مرتدوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہو رہے تھے۔ نواح مدینہ کے قبائل نے مرتد ہو کر بالاتفاق مدینہ کا رخ کیا۔

(۱) ابنی اسد سمیرا میں (مکہ کے راستہ میں ایک منزل)

(۲) فزارہ اور غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں

(۳) ثعلبہ و مرہ و علبس کا ایک حصہ ابرق میں (بنی ذبیان کا وطن)

(۴) دوسرا حصہ ذوالقصہ میں خیمہ زن ہوا۔

اسی زمانہ میں حضرت عمرو ابن العاص اس راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ دبا سے لے کر مدینہ منورہ تک برابر مرتد فوجیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان قبائل نے اس طرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجے۔ یہ آگ کس قدر جلد بھڑکی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت خلافت کے دسویں روز بعد ایلچی مدینہ پہونچ گئے تھے۔ مدینہ پہونچکر قاصد مختلف عمائد کے یہاں مقیم ہوئے۔ عم رسول ص حضرت عباس رض کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے کسی قاصد کو اپنے مکان پر ٹھہرنے نہیں دیا۔ ایلچیوں نے اول ان مسلمانوں

سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھہرے تھے۔ اس کے بعد متفق ہو کر وہ سب حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس گئے۔ اور بالاتفاق یہ پیغام پہنچایا کہ ہم سے نماز پڑھالو۔ مگر زکات معاف کر دو۔ ان کا پیام سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے بھی اس رائے میں شرکت کی۔ ان کے یہ الفاظ ہیں:۔

یاخلیفۃ رسول اللّٰہ تالف الناس وارفق بھم۔

اے خلیفہ رسول اللہ۔ ان لوگوں کے ساتھ تالیف قلب اور نرمی کا برتاؤ کیجیے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی واللہ لجاہدتھم ولو منعونی عقالا

یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے۔ مسلمان ہو کر ذلیل و خوار بن گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ دین کمال کو پہونچ چکا۔ کیا میری زندگی میں اس کی قطع برید کی جائے گی۔ واللہ اگر فرض زکاۃ میں سے ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی جو لوگ انکار کریں گے۔ تو میں جہاد کا حکم دوں گا۔

حضرت فاروق اعظم کا مقولہ ہے کہ اس کلام کو سن کر مجھ پر منکشف ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کے واسطے کشادہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق رض نے جواب مذکور الصدر سنا کر ایلچیوں کو ناکام واپس کر دیا۔

الحاصل سیدنا صدیق نے فرمایا۔ خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی الا بحق الاسلام کی استثناء فرما دی ہے اور زکوٰۃ تو اسلام کا حق ہے۔ اور پھر یہ فرما کر گھر میں چلے گئے۔ کہ آج ابوبکر رض راہِ خدا میں اکیلا لڑے گا۔ اس کے بعد سج دھج کر اونٹ پر سوار ہو کر تن تنہا جہاد کے لیے نکل گئے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تیز گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پیچھے گئے۔ اور انہیں یہ کہہ کر واپس لائے کہ تلوار میان میں کیجیے۔ اور واپس چلیے۔ اگر خلیفہ پر کوئی آفت آئی تو اسلام کا نظام کبھی بھی قائم نہ رہ سکے گا۔ غرض سیدنا صدیق واپس تشریف لائے۔ تمام اطراف میں لشکر اسلام روانہ کیے گئے اور خلافتِ صدیقی کی برکات ظہور میں آئیں۔

لشکرِ اسامہ کی روانگی کے بعد سیدنا صدیق نے خود مہاجرین و انصار کو لے کر مرتدین سے قتال کے لیے خروج کیا اور ان کو نجد کے قریب شکست دی۔ اس کے بعد صحابہ کرام کے مشورہ سے خود تو صدیق اکبر مدینہ تشریف لے آئے اور جمادی الاخری ۱۱ھ میں خالد بن الولید

کو سردار لشکر بنا کر مرتدین اور مانعین زکوۃ سے قتال کے لیئے روانہ فرمایا اور ان الفاظ میں نصیحت فرمائی۔ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں۔ نماز پڑھنا۔ زکوۃ دینا، روزہ رکھنا منظور نہ کریں۔ برابر لڑتے چلے جانا۔ ایسا نہ کرنا کہ ایک ہی بات تسلیم ہوجانے پر سست پڑ جاؤ۔ ان سے ایک ایک رکن کے ترک پر ایسے ہی جنگ کرنا جیسا کہ ارکان خمسہ کے ترک کرنے پر جنگ کی جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا خالد بن ولید بنی اسد وغطفان کے قبائل سے لڑے۔ دشمن کی کثیر تعداد قتل ہوئی اور کثیر اسیر۔ اس کے سوا جو باقی بچے دوبارہ مسلمان ہوئے۔ ان فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور بڑے بڑے لشکروں کا رعب ان کے دلوں سے بالکل اٹھ گیا۔ اور آئندہ کے لیئے فتوحات کا راستہ صاف ہوگیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سجاح۔ طلیحہ اور مسیلمہ کذاب اور جملہ اعدائے اسلام کے مقابل کے لیئے اندرون عرب و شام میں متعدد لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے۔ اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں مدعیان نبوت کاذبہ کو بھی اس بدگمانی کی سزا دی۔ جو ان تینوں مفتریوں کو اپنے متعلق ہوگئی تھی۔ مسیلمہ تلوار کے گھاٹ اترا۔ سجاح بھاگ نکلی۔ طلیحہ نبی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آیا۔ اندرون ملک کی لڑائیوں کو فرو کیا اور سلسلۂ فتوحات بیرونی شروع ہوا۔ شام کا ایک حصہ قلمرو خلافت میں داخل ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح شام

اور جملہ فتوحات کی داغ بیل صدیقی عزم و تدبر نے ڈالی۔

قرآن شریف کا جمع کرنا

سیّدنا ابوبکر الصدیق کے زرین کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کہ جنگ یمامہ کے بعد سیّدنا فاروق اعظم کے مشورہ سے انہوں نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کو اس خدمت پر مامور کیا کہ قرآن مجید کی تمام سورتوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور حضرت سیّدنا زید بن ثابت رضؓ نے بکمال خوبی یہ خدمت سرانجام دی اور اس وقت سے قرآن شریف کو مصحف کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطیؒ)

سیّدنا صدیق کی آخری گھڑیاں

ساتویں جمادی الآخر ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا۔ سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ یہی بخار آخر کار مرض وفات ثابت ہوا۔ پندرہ دن بیمار رہے۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی۔ جب مسجد تک آنے کی قوت نہ رہی۔ تو سیدنا فاروق اعظم کو امامت پر مقرر فرمایا۔ شدت مرض کی حالت میں بعض آدمیوں نے کہا۔ طبیب طلب کر لیا جائے جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اس کا قول ہے۔ کہ انی فعال لما یرید (میں جو ارادہ کرتا ہوں۔ کر ڈالتا ہوں) مدعا سمجھ کر سب لوگ چپ ہو رہے۔ ایام بیماری اس گھر میں بسر کیے۔ جو مسجد نبوی کے قریب حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا صاحب الجود والحیا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ پڑوس میں تھے۔

اس لیئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑھی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے جانشین کی فکر ہوئی اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لیئے اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ اول خود سوچا۔ پھر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے ظاہر کی۔ بعض صحابہؓ نے جن کو حضرت عمرؓ کی سختی کا اندیشہ تھا۔ اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا۔ تو حضرت سیدنا ابوبکر نے جواب دیا کہ عمر کی سختی اس وجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں غصہ میں ہوتا تو حضرت عمرؓ میرا غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ میری نرمی دیکھتے تو مجھے سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہوگئی۔ تو ایک روز حضرت ابوبکرؓ بالاخانے پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کی وجہ سے کھڑے ہونیکی طاقت نہ تھی۔ ان کی بی بی حضرت اسماء بنت عمیس دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھی۔ نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اترضون من استخلف فانی واللہ ماالیت من جہد الرائے ولاولیت ذا قرابۃ وانی قد استخلف عمر بن الخطاب فاسمعوا واطیعوا۔

آیا تم اس شخص کو پسند کرو گے جس کو میں ولی عہد مقرر کر دوں۔ اس کو خوب سمجھ لو اور میں بالقسم کہتا ہوں کہ میں نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہیں کیا اور میں نے کسی قرابت دار کو تجویز نہیں کیا۔ میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ تم لوگ میرا کہنا سنو۔ اور اطاعت کرو۔

سب نے کہا سمعنا واطعنا۔ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

اس کے بعد نیچے اتر آئے اور حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے کہا۔ عہد نامہ لکھو۔ چنانچہ حسب ذیل عہد نامہ بھی لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ فی اٰخر عھدہٖ بالدنیا خارجاً منھا وعند اوّل عھدہٖ بالاٰخرۃ داخلۃ فیھا حیث یؤمن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب انّی استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا لہٗ واطیعوا وانی لم اٰل اللہ ورسولہٗ ودینہٗ ونفسی وایاکم الاخیراً فان عدل فذلک ظنّی بہٖ وعلمی فیہ وان بدل فلکلّ امرءٍ ما اکتسب والخیر اردتُ ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم۔

یہ عہد نامہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی آخری زندگی کا ہے۔ جب کہ وہ دنیا سے سفر کر رہا ہے۔ اور عالم آخرت کی داخلہ کی پہلی ساعت ہے۔ جہاں کافر مومن، بدعقیدہ، عقیدتمند اور جھوٹا صاحب شعار ہوتا ہے۔ میں نے

عمر بن الخطاب کو اپنا ولی عہد کیا - لہٰذا ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔
خوب سمجھ لو کہ اس بارہ میں میں نے اللہ پاک اور اس کے رسول اور
اس کے دین کی خود اپنی اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کرنے کی پوری
کوشش کی ہے - اگر وہ عدل کریں گے تو ان کی نسبت میرا یہی خیال
ہے اور میرا یہی علم ہے - اگر وہ بدل گئے تو ہر شخص اپنے عمل کا پھل
پائے گا - نیت میری بخیر ہے - مجھے غیب کا علم نہیں - جو لوگ ظلم کرینگے
وہ جلد دیکھ لے گے کہ وہ کس پہلو پر پلٹا کھائیں گے اور تم پر سلام
اور اللہ پاک کی رحمت اور برکتیں -

اس عہد نامہ کی تحریر و تشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر ابوبکر سے کہا - کہ
تم نے حضرت عمرؓ کو ولی عہد مقرر کیا ہے - حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں سے
تمہارے سامنے کیسا برتاؤ کرتے ہیں - اس وقت کیا ہو گا جب وہ تنہا رہ
جائیں گے - تم اپنے رب کے پاس جا رہے ہو - تم سے رعیت کی بابت سوال ہو گا
حضرت صدیق اس وقت لیٹے ہوئے تھے - یہ کلام سن کر کہا - مجھ کو بٹھا دو -
بیٹھ گئے تو فرمایا -

ابا اللہ تخوفنی اذا لقیت قلت استخلفت علی اھلك خیر
اھلك -

کیا مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو - میں جس وقت اللہ کے سامنے جاؤں گا - تو
کہوں گا - کہ میں تیری امت سے بہتر بندہ کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں -
اس کے بعد حضرت عمرؓ کو تخلیہ میں طلب کیا - اور سمجھایا - پھر ہاتھ

اُٹھا کر دُعا کی:۔

اللھم انی لم اُرد بذالک الّا اصلاحھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم بما انت اعلم بہ واجتھدت لھم رایا ولّیت علیھم خیرھم واقوٰھم واحرصھم علیٰ ما ارشدھم وقد حضرنی من امرک ما حضر فاخلفک فیھم فھم عبادک ونواصیھم بیدک اصلح لھم ولاھم واجعلہ من خلفائک الراشدین واصلح لہ رعیتہ۔

اے اللہ۔ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے ارادے سے کیا ہے اور اس اندیشہ سے کہ ان میں فساد نہ ہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جس کو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور وفکر کے بعد رائے قائم کی ہے۔ بہترین اور قوی ترین شخص کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی راست روی کا خواہش مند ہے۔ میرے لیئے تو کوچ کا حکم آچکا ہے۔ اب میں ان کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ وہ تیرے بندے ہیں۔ ان کی پیشانی یعنی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے۔ اے میرے مولا! ان کے حاکموں کو صلاحیت دے اور میرے ولی عہد کو خلفائے راشدین کے زمرہ سے کر اور اسکی رعیت کو صلاحیت بخش۔

ایک روز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھ کو بیت المال سے کل وظیفہ اب تک کس قدر ملا ہے۔ حساب کیا گیا۔ تو چھ ہزار درہم ہوئے۔ (تخمیناً پندرہ سو روپے) ہدایت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت

المال کا روپیہ واپس دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ زمین بیچ کر روپیہ واپس کر دیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بیعت کے بعد میرے مال میں کتنا اضافہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک حبشی غلام ہے۔ جو بچوں کو کھلاتا ہے اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صیقل کرتا ہے۔ ایک اونٹنی ہے۔ جس پر پانی لاتا ہے اور ایک سو روپیہ کی چادر۔ وصیّت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہونچا دی جائیں۔ رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت سیّدنا فاروق اعظم کے پاس آئیں تو رو دئے اور کہا۔ اے ابوبکر۔ تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے۔ قریب وفات حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا۔

ام المؤمنین المومنات والمسلمین والمسلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیگم صاحبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تین[۳] پارچہ کا۔ یہ سن کر صدیق نے وصیّت کی۔ کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں۔ دھولی جائیں اور ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المؤمنین صدیقہؓ نے کہا۔ ابّا جان۔ ہم تنگدست نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ صدیقہؓ کی یہ بات سن کر صدیقؓ نے یہ فرمایا کہ جان پدر! نئے کپڑے بمقابلہ مردوں کے زندوں کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ کفن تو پیپ و لہو کے واسطے ہے۔ انتقال کے روز دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت فرمائی تھی۔ لوگوں نے کہا دوشنبہ کے دن۔ سن کر کہا میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر مبارک کے پاس بنائی جاوے۔ نیز وصیت کی کہ اسماء بنت عمیس (زوجہ صدیق) مجھے غسل دیں۔ اور عبدالرحمان (پسر صدیق) ان کی مدد کریں۔ عین سکرات الموت کے وقت جبکہ دم سینہ میں تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہایت حسرت اور غم آمیز لہجہ میں یہ شعر پڑھا۔

وابیض تستسقی الغمام بوجھہ
ربیع الیتامیٰ عصمۃ للارامل

(وہ نورانی صورت جس کے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہو۔ یتیموں پر شفیق اور بیواؤں کی پناہ ہے۔)

یہ شعر کان میں پڑتے ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں اور کہا۔ یہ لشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آخری کلام یہ تھا۔ رب توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔

۲۲۔جمادی الآخر ۱۳ھ کو بروز دوشنبہ مابین مغرب وعشاء اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا اور شب انتقال ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے پہلوئے مبارک میں آپ کو دفن کیا گیا۔ زہے قسمت صدیق

صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں:۔ کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق اکبرؓ کی بیمار پرسی کو گئے۔ تو صدیق نے فرمایا۔ اے علیؓ تم ہی مجھے غسل دینا اور تمہیں کفن پہنانا۔ اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے پاس دروازہ پر لے جانا۔ اگر دروازہ خود بخود کھل جائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا۔ ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن

کر دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر کا جنازہ روضہ مطہرہ اقدسہ کے دروازہ پر رکھ دیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کا یارِ غار ابوبکر آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے۔ اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور یہ آواز آئی۔ ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ۔ اس کو داخل کرو اور عزت سے دفن کرو۔ پس آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ کے برابر رہا۔ رضی اللہ عنہم۔

عمر ۶۳ سال کی تھی۔ ایام خلافت ۲ سال تین مہینے گیارہ دن۔

خوشا وقتے وخرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

روضہ منورہ میں بھی صدیق اکبر کو مصاحبت اور معیت نبوی نصیب ہوئی جس کا اب تک جہان شاہد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا بھی زہریلے کھانے کے اثر سے وفات فرمانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن یعنی دوشنبہ کو آپ کا بھی انتقال فرمانا اور آنحضرتؐ کی عمر مبارک کے مطابق ہی آپ کو بھی ۶۳ سال کی عمر نصیب ہونا اور روضہ اطہر میں آنحضرتؐ کے مبارک قدموں میں آپ کا مدفون ہونا۔ یہ سب ابوبکر کے لیئے معیت نبوی کا مرتبہ عطا ہونے میں غیبی آیات ہیں۔ غرض عالم دنیا۔ عالم برزخ اور عالم عقبیٰ میں صدیق اکبر کے جس حال میں نظر کی جاوے۔ سب میں معیت رسولی

کا فیض منترشح ہے۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کیا ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت ہوا۔ تو سیدہ صدیقہ آپ کے سرہانے بیٹھ کر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

ترجمہ :- ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے اور
ہر ایک کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے

آپ فوراً سمجھ گئے۔ اور فرمایا بیٹی۔ اس طرح نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس طرح ہے

وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید۔

امام احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ:۔ بہت سے سفید چہرہ ہیں کہ ان کے روئے مبارک سے ابر پانی حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے پشت پناہ ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ یہ تو صفت رسول اللہ کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ قبر میں حضرت عمرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہم نے اتارا۔ اور چند طریقوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ رات ہی کو دفن کئے گئے۔

ابن مسیب روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت صدیق کا انتقال ہوا تو مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ نے کہا۔ کیا ہوا۔ لوگوں نے کہا آپ کے صاحبزادے حضرت ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ یہ

سن کر حضرت ابو قحافہ نے فرمایا۔ اللہ اللہ کیسی مصیبت ہے۔ پھر کہا کہ ان کی جگہ کون مقرر ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت عمر۔ حضرت ابو قحافہ نے فرمایا۔ اچھا مرحوم کے دوست۔ مجاہد سے روایت ہے کہ ابو قحافہ کو جو حصہ شرعی حضرت ابوبکر کے مال سے ملا۔ انہوں نے اپنے پوتوں کو واپس کر دیا۔ اور خود بھی حضرت ابوبکر صدیق کے چھ ماہ کچھ دن بعد محرم ۱۴ھ ہجری میں بعمر ستانوے سال اس دار فانی سے کوچ کر دیا۔

علماء کا قول ہے کہ اپنے باپ کی زندگی میں کوئی شخص سوائے حضرت ابوبکر صدیق کے تخت خلافت پر نہیں بیٹھا۔ اور نہ کسی خلیفہ کے والد نے سوائے صدیق کے اپنے بیٹے کا ترکہ پایا۔

تاریخ ابن عساکر میں بسند اصحفی مروی ہے کہ خفاف بن ندبہ سلمی نے آپ کی وفات پر مرثیہ پڑھا۔

ترجمہ:۔ میں اچھی طرح جان گیا ہوں کہ زندگی کے لیئے بقا نہیں۔ دنیا محض فانی ہے۔ اقوام میں یہ ملک مستعار ہے۔ اس میں شرط ادا کرنی ہی ہے۔ آدمی اگرچہ کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کے واسطے محض امید امید ہے۔ آنکھیں روتی ہیں اور جانور صدا لگاتا ہے۔ بوڑھا ہو کر مرے یا قتل ہو یا بیمار ہو کر مرے۔ مگر سب مرض ہی کی شکایت کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر ایک ابر رحمت تھے جو سوکھے کھیتوں پہ برستے رہے۔

نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ کی قبر مبارک اور مسجد نبوی کے درمیان پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

سیدنا صدیقؓ کی وفات پر بعض صحابہؓ کے تاثرات

سیدنا حضرت صدیقہؓ کے الفاظ

آپ کے انتقال پر سیدہ صدیقہ نے فرمایا۔ پیارے ابا جان۔ اللہ تعالیٰ آپ کے چہرہ کو نورانی کرے۔ اور آپ کی کوششوں کا نیک پھل لائے۔ آپ نے اپنے اٹھ جانے سے دنیا کو ذلیل اور عقبیٰ کو عزیز کر دیا۔ اگرچہ آپکی مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے اور حادثہ جانکاہ ہے۔ اور تمام حوادث سے بڑھ کر حادثہ ہے۔ لیکن کتاب صبر پر نیک اجر کا وعدہ دلاتی ہے۔ لہذا میں آپ پر صبر کر کے وعدہ الٰہی کے ایفا کو پسند کرتی ہوں۔ اور آپ کے لیئے مغفرت الٰہی طلب کرتی ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس رخصت کرنے والی کا سلام پہونچائے جس نے آپ کی زندگی سے نہ نفرت کی نہ آپ کے حق میں قضائے الٰہی کو برا جانا۔

سیدنا عمرؓ کے الفاظ

سیدنا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے خلیفۂ رسول اللہ آپ نے اپنے بعد قوم کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ کے گرد راہ تک پہونچنا مشکل ہے۔ پھر میں آپ سے کیونکر مل سکتا ہوں۔

سیدنا علی مرتضیٰ کے الفاظ

سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ یرحمک اللہ یا ابا بکر الف
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانسہ ومستراحہ و
وثقتہ وموضع سرّہ ومشاورتہ کنت اوّل القوم اسلاماً
واخلصہم ایماناً واشدّہم یقیناً واخوفہم للہ واعظمہم
غناً فی دین اللہ واحفظہم علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم واخدبہم علی الاسلام وامنہم علیٰ اصحابہ واحسنہم
عن اٰھلہ واحسنہم صحبۃً واکثرہم مناقب وافضلہم
سوابق وارفعہم درجۃً واقربہم وسیلۃً واشبہہم
برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقاً وفضلاً وھدیاً وسمتاً
ورأفۃ وفضلاً واشرفہم منزلۃً واکرمہم علیہ واوثقہم
عندہ فجزاک اللہ عن الاسلام وعن رسولہ وعن المسلمین
خیراً کنت عندہ بمنزلۃ السمع والبصر صدّقت رسول اللہ
حین کذّبہ الناس فسمّاک اللہ فی تنزیلہ صدیقاً
فقال (ای اللہ تبارک وتعالیٰ) والذی جاء بالصدق
وصدّق بہ۔ الذی جآء بالصدّق محمد وصدّق
بہ ابوبکر کنت واللہ للاسلام حصناً وللکافرین ناکباً
لم تضلل حجتک ولم تضعف بصیرتک ولم تجبن
نفسک کالجبل لا تحرکہ العواصف ولا یزیلہ القواصف
کنت کما قال رسول اللہ ضعیفاً فی بدنک قویاً فی دینک

متواضعاً فی نفسک عظیماً عند اللہ جلیلاً فی الارض
کبیراً عند المؤمنین لم یکن لاحد عندک مطمع ولا هویً
فالضعیف عندک قویٌ والقوی عندک ضعیف حتی
تاخذ الحق من القوی وتاخذہ للضعیف ولا حرمنا اللہ
اجرک ولا اضلنا بعدک۔

وآتیتہ حین تخلوا وقمت معہ عند المکارہ حین
قعدوا وا صحبتہ فی الشدۃ اکرم الصحبۃ ثانی اثنین و
صاحبہ فی الغار والمنزل علیہ السکینۃ ورفیقہ فی الھجرۃ
وخلیفتہ فی دین اللہ وامتہ احسن الخلافۃ حین
ارتد الناس وقمت بالامور مالم یقم بہ خلیفۃ نبیٍّ
فنهضت حین وھن اصحابکم وبرزت حین استکانوا و
قویت حین ضعفوا الزمت منھاج رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا اضطربوا وکنت خلیفۃ حق لم تنازع ولم
تصدع برغم المنافقین وکبت الکافرین وکرہ الحاسدین و
غیض الباغین وقمت بالامر حین فشلوا ومضیت بنور
اللہ اذا وقفوا فاتبعوک فھدوا وکنت اخفضھم صوتاً و
اعلاھم فوتاً واقلھم کلاماً واصوبھم منطقاً واطولھم
صمتاً وابلغھم قولاً واشجعھم نفساً واعرفھم بالامور و
اشرفھم عملاً وکنت واللہ للدین یعسوباً وکنت للمؤمنین

أباً رحيماً حتى صاروا عليك عيالاً فحملت أثقال ما ضعفوا
ورعيت ما أهملوا وحفظت ما أضاعوا وعلمت ما جهلوا
وشمرت إذا خضعوا وصبرت إذ جزعوا فأدركت أوتار
ما طلبوا وراجعوا برشدهم برأيك فظفروا ونالوا بك لم
يحتسبوا كنت على الكافرين عذاباً صبّاً ونهباً وللمؤمنين
رحمةً وأنساً وحصناً فطرت والله بنعمائها وفزت
بحبائها وذهبت بفضائلها وأدركت لسوابقها لم
تفلل حجتك ولم تضعف بصيرتك ولم تجبن نفسك
ولم يزغ قلبك وكنت كما قال رسول الله أمن الناس
علينا في صحبتك وذات يدك وكنت كما قال ضعيفاً
في بدنك قوياً في أمر الله متواضعاً في نفسك عظيماً
عند الله جليلاً في أعين الناس كبيراً في أنفسهم لم
يكن لأحد فيك مغمزٌ ولا لقائلٍ فيك مهمز ولا لأحد
فيك مطمعٌ ولا لمخلوق عندك هوادةٌ الضعيف الذليل
عندك قويٌّ عزيزٌ حتى تأخذ بحقه والقويّ عندك
ضعيف ذليل حتى تأخذ الحق والقريب والبعيد عندك
في ذلك سواءٌ أقرب الناس إليك أطوعهم لله وأتقاهم
له شأنك الحق والصدق والرفق قولك حكمٌ حتمٌ وأمرك
حكمٌ وحزمٌ ورأيك علمٌ وعزمٌ فأقلعت وقد نهج السبيل

وسهل العسیر واطفیت النیران واعتدل بک الدین
وقوی بک الایمان وثبت الاسلام والمسلمون وظهر
امر اللہ ولو کرہ الکافرون فسبقت واللہ سبقاً عظیماً و
اتعبت من بعدک اتعاباً شدیداً وفزت بالخیر فوزاً
عظیماً فجللت عن البکاء وعظمت رفعتک فی السماء
وہدت مصیبتک فی الانام فانا للہ وانا الیہ راجعون
ورضینا للہ قضاءہ وسلمنا لہ امرہ فواللہ لن یصاب
المسلمون بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمثلک
ابداً کنت للدین عزاً وحرزاً وکہفاً وللمؤمنین فئۃ وحصناً
وغیثاً وعلی المنافقین غلظۃ وغیظاً فالحقک اللہ نبیک
صلی اللہ علیہ وسلم ولا حرمنا اجرک ولا اضلنا بعدک
فانا للہ وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (الریاض النضرۃ)

ترجمہ۔ اے ابوبکر تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم رسول اللہ کے محبوب و مونس
سرور، معتمد رازدار اور مشیر تھے۔ تم مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلام
لائے۔ تمہارا ایمان سب سے زیادہ خالص اور تمہارا یقین سب سے استوار
تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور سب سے بڑھ کر دین کو
نفع رساں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ
بابرکت، رفاقت میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ صاحب مناقب، فضائل
کی دوڑ میں سب آگے، درجہ میں سب سے بلند، سب سے قریب وسیلہ

اور رسول اللہ سے سب سے زیادہ مشابہ، سیرت میں، ہیبت میں، مہربانی میں اور فضل میں، قدر و منزلت میں سب سے بلند اور آپ کے نزدیک سب سے بڑھکر معتمد۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسلام کی جانب سے جزائے خیر دے۔ اور اپنے رسول کی جانب سے۔ تم آپ کے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ تھے۔ تم نے رسول اللہ کو اس وقت سچا جانا جب سب نے آپ کو جھوٹا کہا۔ اسی لیئے اللہ عزوجل نے اپنی وحی (قرآن شریف) میں تمہارا نام صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا اور وہ سچ کو لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی لانے والے محمد اور تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ۔ تم نے آپ کے ساتھ اس وقت غم خواری کی جب اوروں نے تنگ دلی کی۔ جب لوگ مصائب کے وقت مدد سے بیٹھ گئے۔ تم آپ کی مدد پر قائم رہے سختی میں تم نے آپ کی بہترین رفاقت کی۔ تم دو میں کے ایک تھے اور غار میں رفیق اور وہ شخص جس پر اللہ نے سکینہ و تسکین قلب نازل فرمائی اور آپ کے ساتھ ہجرت میں تھے اور آپ کے خلیفہ دین الٰہی میں اور امت میں۔ جب لوگ مرتد ہوئے تو تم نے بہترین خلافت کی اور امر الٰہی کی تم نے وہ حفاظت کی جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہیں کی تھی۔ جب تمہارے ساتھی سستی کرنے لگے تو تم اٹھ کھڑے ہوئے اور جب وہ دب گئے تو تم دلیر ہو گئے اور جب وہ کمزور ہو گئے تو تم قوی رہے۔ تم رسول اللہ کے طریقے سے اس طرح چمٹے رہے جب لوگ مضطرب تھے۔ اگرچہ اس سے منافقین کو غصہ، کفار کو رنج، حاسدوں کو کراہت اور باغیوں کو غیظ و غضب تھا تاہم تم بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ برحق تھے۔ تم دین الٰہی پر قائم رہے

اور جب وہ رک گئے تو تم نور الہی کی روشنی میں رواں رہے۔ پھر انہوں نے بھی تمہاری پیروی کی اور منزل مقصود پر پہونچ گئے۔ تمہاری آواز سب سے پست، تمہارا تفوق سب سے اعلیٰ، تمہارا کلام سب سے باوقار، تمہاری گفتگو سب سے زیادہ باصواب۔ تمہاری سب سے زیادہ طویل، تمہارا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا۔ تمہاری ذات سب سے زیادہ شجاع اور معاملات سے زیادہ واقف اور عمل میں سب سے زیادہ بزرگ تھی۔ واللہ تم اہل دین کے سردار تھے۔ جب لوگ دین سے ہٹے تو تم آگے بڑھے۔ اور جب وہ دین پر جھکے تو تم ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ تم اہل ایمان کے مہربان باپ تھے۔ اسی مہربانی سے وہ تمہاری اولاد بن گئے۔ جن بھاری بوجھوں کو وہ نہ اٹھا سکے۔ ان کو تم نے اٹھایا۔ جو ان سے فروگذاشت ہوئی اس کی تم نے نگہداشت کی۔ جو چیز انہوں نے کھو دی۔ اس کی تم نے حفاظت کی۔ جو انہوں نے نہ جانا وہ تم نے سکھایا۔ تم نے جان بازی کی۔ جب وہ عاجز ہو گئے۔ تم ثابت قدم رہے جب وہ گھبرا گئے۔ تم نے داد خواہوں کی داد رسی کی۔ وہ اپنی رہنمائی کے لئے تمہاری رائے کی جانب رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ تمہارے ذریعہ سے ان کو وہ ملا جس کا ان کو گمان نہ تھا۔ تم کافروں کے لئے عذاب اور جلانے والی آگ تھے اور مومنوں کے لئے انس، رحمت و پناہ تم نے اوصاف کی فضاء میں پرواز کی۔ ان کا خلعت پا لیا۔ ان کے محاسن لے لئے اور فضائل کی بازی جیت لی۔ تمہاری دلیل کو شکست نہیں ہوئی۔ تمہاری بصیرت کمزور نہیں ہوئی۔ اور تم نے بزدلی نہیں کی تمہارا دل کج نہ ہوا۔ اور نہ پھرا۔ تم اس پہاڑ کی مثل تھے۔

جس کو نہ شدائد ہلا سکتے ہیں اور نہ ہوا کے طوفان ہٹا سکتے ہیں۔ تم بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفاقت اور مال میں زیادہ منت افزا تھے۔ اور بقول آپ کے بدن کے ضعیف تھے بحکم الٰہی میں قوی تو دل اپنے ذہن میں ناچیز۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی قدر۔ انسانوں کی نگاہوں میں باجلال اور دلوں میں باوقعت تھے۔ تمہاری نسبت کسی کو آنکھ مارنے کی مجال نہ تھی۔ اور نہ کوئی طعن کا موقعہ پاسکتا تھا۔ کسی کے لیئے تم محل طمع نہ تھے اور نہ مخلوق میں کسی کی رعائیت بے جا کر سکتے۔ عاجز اور ذلیل تمہارے نزدیک قوی اور معزز تھے۔ کہ تم اس کا حق لے کر نا نتے تھے۔ اور زبردست تمہارے لیئے کمزور اور ناچیز تھا کہ تم اس سے حق لے کر ہی رہتے تھے۔ اس معاملہ میں قریب اور بعید سب تمہاری نظر میں برابر تھے تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عقرب وہ تھا۔ جو خدا کے سب سے زیادہ فرمانبردار اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھا۔ تمہاری شان حق راستی اور نرمی تھی تمہارا قول حکم اور امر قطعی تھا۔ تمہارے حکم میں حلم تھا۔ اور حزم رائے میں دانائی تھی اور عزم تھا۔ ان اوصاف اور فضائل کی قوت سے تم نے باطل کو اکھیڑ کر پھینک دیا اس کے پاس راستہ صاف تھا مشکل آسان تھی اور فتنہ و فساد کی آگ سرد دین تمہاری مدد سے اعتدال پر آگیا۔ ایمان تمہاری وجہ سے قوی ہوگیا اور اسلام اور مسلمان مضبوط ہوگئے اور فرمان الٰہی غالب آگیا۔ اگرچہ کفار کو سخت ناگوار تھا اس حسن سلوک میں واللہ تم بہت آگے نکل گئے اور اپنے جانشین کو سخت دشواری میں ڈال دیا اور علانیہ خیر کے مراتب پالیئے۔ تمہاری شان آہ و بکا سے ارفع ہے اور تمہارا ماتم آسمان پر عظیم ہے۔ اور تمہاری مصیبت نے لوگوں کی کمر

توڑدی۔ تمہاری مصیبت پر ہم انا اللہ و انا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ قضائے الٰہی پر رضامند ہیں۔ اور اس کے حکم تسلیم کرتے ہیں۔ واللہ رسول اللہ کی وفات کے بعد تمہاری وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑے گی تم دین کی عزت، حفاظت اور پناہ تھے۔ مسلمانوں کی جمعیت قلعہ جائے پناہ اور منافقین کے حق میں سختی اور غصہ۔ اس کی جزا میں اللہ تعالےٰ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے اور ہم کو تمہارے اجر سے محروم نہ کرے۔ اور تمہارے بعد گمراہ نہ فرمائے۔ پھر انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب تک حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے رہے سب آدمی خاموش رہے۔ جب خطبہ ختم ہوا۔ تو اس قدر روئے کہ آواز بلند ہو گئی اور بالاتفاق کہا کہ اے رسول اللہ کے خویش آپ نے سچ فرمایا۔

عبداللہ بن جعفر کا بیان

قال عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ولی علینا ابوبکر فکان خیر خلیفۃ وارحمہ وارضاہ علینا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے فرمایا۔ کہ ابوبکر ہم پر والی ہوئے تو اس شان سے کہ مخلوق الٰہی میں سب سے بہتر تھے اور ہم پر سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ ہم سے خوش۔

حضرت حسنؓ کا عجیب خوابؓ

قال ابو مریم کنت بالکوفۃ فقام الحسن بن علیؓ خطیباً فقال یا ایھا الناس رائیت البارحۃ فی منامی عجباً رأیت الرب تعالیٰ

فوق عرشہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قام
عند قائمۃ من قوائم العرش فجاء ابوبکر فوضع یدہ علی
منکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء عمر فوضع
یدہ علی منکب ابوبکر ثم جاء عثمان فکان بیدہ راسہ
فقال رب سل عبادک فیم قتلونی فانبعث من السماء
میزابان من دم فی الارض قال فقیل لعلی الا تری ما
یحدث بہ الحسن قال یحدث بما رای۔ (امام محمد)

(یہاں سے کاتب کی غلطی سے کچھ عبارت رہ گئی ہے وہ عبارت کتاب کے آخری حصہ میں ملاحظہ فرمائیں)

ترجمہ:۔ ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حنیفہ اور امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نسبت رائے طلب کی۔ دونوں نے کہا کہ وہ دونوں امام عادل تھے۔ ہم ان کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے دشمن سے بیزار ہیں پھر امام جعفر صادق نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے سالم انسان کیا کوئی انسان اپنے جد کو گالی دے سکتا ہے۔ ابوبکر صدیق میرے جد ہیں۔ مجھ کو میرے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ اگر میں ان سے محبت نہ رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بیزار نہ ہوں۔

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک یہ بھی فضیلت خاص ہے۔ کہ ان کی چار نسلیں صحابی تھی۔ وہ خود آپ۔ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو قحافہؓ۔ ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمانؓ اور حضرت عبد الرحمان کے بیٹے ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(الاستیعاب بہ سند امام بخاری ذکر محمد بن عبد الرحمان بن ابی بکر بن ابی قحافہ)
یہ شرف و مجد کسی اور صحابہ کو نصیب نہ ہوا۔

باب ثالث

اخلاق و عادات

سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کے اخلاق حمیدہ و صفات ستودہ کی تفصیل کو ایک دفتر درکار ہے۔ اہل بصیرت و معرفت کے لیئے تو سیدنا امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بلیغ اور جامع تقریر ہی مشعل کا کام دے سکتی ہے۔ تاہم سطور ذیل میں ہم ناظرین کے استفادہ کے لئے خصائص صدیقی کا اجمالی بیان بھی پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کے علم میں اضافہ ہو۔

اتباع سنت

عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے ایک رومی سردار کا سر کاٹ کر جناب صدیق کے پاس بھیجا۔ آپ نے منع کر دیا اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ وہ بھی تو مسلمانوں کے سر اپنے امراء کے پاس بھیجتے ہیں۔ سیدنا صدیق نے تحریر فرمایا کہ جب ہمارے پاس خدا رسول کا حکم موجود ہے تو کیوں روم و فارس کی تقلید کی جائے (عشرہ مبشرہ)

محبت خدا اور رسول

سیدنا ابوبکر صدیق کی محبت خدا اور رسول کی کیفیت خود ان کے قول و

عمل سے دیکھنی چاہیئے۔ فرماتے ہیں۔ دنیا میں چیزوں میں سے تین چیزیں پیاری ہیں۔

(۱) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھنا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مال صرف کرنا۔

(۳) میری لڑکی کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہونا (منبہات ابن حجر)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی۔ مجھے دارالہجرت تک پہنچایا اور بلال کو آزاد کیا۔

نماز

نماز میں جھک جاتے تو خشک لکڑی کی طرح ہلنے میں نہ آتے۔ سالم بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ ابوبکر نے ان سے فرمایا آؤ سحر تک اقامت کریں اور نماز ہی میں شب گزار دیں۔ نیز فرمایا کرتے سحر تک میرا دروازہ بند کر دو۔ (عشرہ مبشرہ)

روزہ

نفلی روزے ہمیشہ گرمیوں میں رکھا کرتے۔

تواضع

مدینہ طیبہ میں ایک بڑھیا تھی۔ سیدنا فاروق اعظم اس کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اس کا کام کاج کر آتے۔ پانی بھر آتے۔ پھر ایسا ہونے لگا۔ ان کے آنے سے پہلے ہی یہ سب کام ہوئے ہوتے۔ کئی دن تک ایسا ہوتا رہا۔ ایک روز سیدنا عمر فاروق تاک میں چھپ گئے۔ دیکھا تو سیدنا خلیفہ رسول اللہ ابوبکر صدیق تھے۔ حالانکہ اس وقت خلیفہ تھے۔ سیدنا عمر فاروق نے دیکھ کر کہا خدا کی قسم وہ آپ

ہی تھے۔

حضرت انیسہ سے روایت ہے کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ تین برس ہم لوگوں کے پاس رہے۔ دو برس قبل از خلافت ایک برس زمانہ خلافت میں قبیلہ کی لڑکیاں ان کے پاس اپنی بکریاں لے جاتی تھیں وہ ان کو دودھ دہو دیتے تھے۔ (عشرہ مبشرہ)

ماتم میں عذر خواہی

جب کہیں عزا کے لیئے تشریف لے جاتے تو فرمایا کرتے۔ صبر میں کوئی مصیبت نہیں، رونے دہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے۔ موت اس سے آسان تر ہے اور جو کچھ گزر چکا ہے اس سے شدید تر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال مبارک کو یاد کرو گے۔ تو تمہیں اپنی مصیبت کم معلوم ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ کا اجر تمہارے لیئے بڑھ جائے گا۔

جود و سخا

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم دیا۔ سیدنا عمر فاروق کے پاس ان دنوں مال بھی تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آج ابوبکر سے بڑھ جاؤں گا چنانچہ اپنا نصف مال لے آیا۔ رسول کریم ؐ نے فرمایا گھر والوں کے لیئے کیا چھوڑا۔ حضرت فاروق ؓ نے عرض کیا اسی قدر۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے آئے۔ فرمایا ابوبکر گھر میں کتنا چھوڑا۔ عرض کی اللہ و رسول کی محبت۔

آں کس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند

فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

سید فاروق فرماتے ہیں۔ میں نے کہا۔ واللہ میں ابوبکر سے کبھی نہ بڑھ سکوں گا۔

شجاعت

آپ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ شجیع تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے ایک بار لوگوں سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک شجاع ترین کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ہمیشہ اپنے جوڑ سے لڑتا رہا ہوں یہ کوئی شجاعت نہیں۔ تم لوگ شجاع ترین کا نام لو۔ سب لوگوں نے عرض کی۔ ہم کو معلوم نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا شجاع ترین حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے عریش (سائبان۔ چھپر) بنا دیا گیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار کی روک کے لیئے کون رہے گا۔ خدا کی قسم ہم سے کسی کو جرائت نہ ہوئی ابوبکر صدیقؓ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے جس کسی نے بھی حضور پر حملہ کیا۔ ابوبکر نے اس کی مدافعت کی۔ ایک بار مشرکین مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر گھسیٹا تھا۔ اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو ایک خدا بتاتے ہو۔ واللہ کسی کو کافروں کے مقابلہ کی جرائت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور کافروں کو مار مار کر ہٹانے لگے۔ اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے افسوس تم ایسے شخص کو قتل

کرنا چاہتے ہوں جو یہ کہتا ہے کہ میرا خدا ایک ہے۔ اس تقریر کے بعد جناب حضرت علیؓ رو پڑے۔ پھر فرمایا آل فرعون کا مومن اچھا تھا۔ یا ابوبکر۔ جب کسی نے جواب نہ دیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے واللہ ابوبکر کی ایک ساعت (گھڑی) اس کی ہزار ساعت سے بہتر ہے۔ وہ تو ایمان کو چھپاتا ہے اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کا اعلان فرمایا تھا۔ (عشرہ بشرہ۔ تاریخ الخلفا سیوطی بحوالہ بزاز)

(۲) عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کون سی کی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھتے ہوئے پیچھے سے آیا اور آپ کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے لگا۔ اس نے بہت زور سے گلا گھونٹا۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق آ گئے۔ عقبہ کو ہٹا کر آپ فرمانے لگے۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو خدا کو ایک کہتا ہے اور خداوند تبارک وتعالیٰ کے پاس سے دلائل لے کر آیا ہے۔ (بخاری)

(۳) ابن طلیب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔ پس میں ہی تھا کہ جس نے سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے وقت میں بھی حفاظت کی۔

(۴) ابن عساکر حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ابوبکر صدیق اسلام لائے۔ آپ نے اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو بھی اللہ

لورا یوم کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی - (تاریخ الخلفا سیوطی)

زہد و ورع

سرکار ابن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے وفات سے پیشتر فرمایا۔ یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ پیالہ جس میں ہم کھاتے تھے اور یہ چادر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ میں نے یہ اشیاء بحیثیت خلیفہ کے بیت المال سے لیں تھیں۔ جب یہ چیزیں سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچیں۔ تو فرمایا۔ خدا ابوبکر پر رحم کرے۔ میرے لیئے خلافت کا کام کتنا مشکل بنا گئے۔

(۱) ابن سیرین کا قول ہے کہ میں نے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کسی کی نسبت نہیں سنا کہ مشتبہ شئی کھا کر قے کر دی ہو (عشرہ مبشرہ)

صحبت محمدی اور صدیقؓ

علما کہتے ہیں کہ جس وقت سے آپ ایمان لائے اور انتقال فرمایا۔ کبھی سفر وحضر میں اپنے آقا و مولی حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیئے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ اہل وعیال کو چھوڑا۔ غار میں ساتھ رہے۔ اکثر ہی لڑائیوں میں مدد کی۔ خصوصاً جنگ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تو ایسے موقع میں بھی آپ ہی ساتھ رہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے آپس میں کہا دیکھو حضرت ابوبکر سائبان کے نیچے حضور اقدس کے ساتھ

کھڑے ہیں۔(ابن عساکر)

(۳) ابو یعلی روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی مدد جبرائیل علیہ السلام کرتے ہیں۔ اور دوسرے کی حفاظت میکائیل علیہ السلام

(تاریخ الخلفاء)

(۴) امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن ابو بکر مشرکین کے ہمراہ ہو کر جنگ بدر میں لڑ رہے تھے۔ جب حضرت عبد الرحمان مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے والد مکرم حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ بدر کے روز کتنی مرتبہ میرے تیر کے زد میں آئے مگر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اگر تو میرے نشانہ میں آجاتا تو میں کبھی نشانہ خطا نہ کرتا۔

(تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر)

(۵) محمد رسول اللہ کے ساتھ والذین معہٗ کا ذکر فرما کر سیدنا ابو بکر الصدیق کی صفت مختصہ معیت نبوی کو بیان فرما دیا۔

آپ کی اس صفت معیت و مصاحبت کو اللہ پاک نے قران مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (قرآن پاک)

باتفاق مفسرین و محدثین اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

یا سیدنا ابوبکر ہیں۔ جس سے نہ کسی شیعہ کو انکار ہے اور نہ کسی مورخ کو اختلاف ہے۔ سیدنا ابوبکر کی سوانح حیات پر نظر کرنے سے آپکی مصاحبت و معیت نبوی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ ہر حالت میں اور ہر موقعہ میں رسول کے مصاحب و ساتھی رہے۔

شب ہجرت میں جب سوائے خدا تعالیٰ کے مددگار نہ تھا۔ کافر لوگ آنحضرت کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ صرف ایک صدیق اکبر ہی تھے۔ جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور اس ہولناک وقت میں برابر تین دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزار کر ثانی اثنین اور صاحب کا خطاب دربار الٰہی سے حاصل کیا۔ جیسے آیہ کریمہ بیان ہو چکی ہے

فہم قرآن

حضرت امام اشعری کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قوم کی امامت وہ شخص کرائے۔ جو ان میں قرآن پاک کا زیادہ عالم ہو۔ اس ارشاد کے تحت جب ہم دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ انصار و مہاجرین کی موجودگی میں سیدنا ابوبکرؓ کو امامت کے لئے کھڑا کیا۔ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ تمام صحابہ میں سے بڑھ کر عالم قرآن تھے

(۲) امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق بھی منجملہ دیگر صحابہ کے حافظ قرآن تھے۔

(۳) امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ کلام کا علم آپ کو سب سے زیادہ تھا۔

علم صدیقی

آپ صحابہ میں سب سے بڑے عالم اور ذکی تھے۔ تہذیب میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ علماء نے آپ کے وفور علم پر صحیحین کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تھا کہ قسم اللہ کی اگر کوئی شخص نماز زکوٰۃ میں کچھ بھی فرق کرے گا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ کیا انہوں نے مجھے مجبور سمجھ رکھا ہے جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ ادا کرتے تھے۔ اگر وہ اس میں ذرہ برابر بھی کمی کریں گے۔ تو میں ان سے مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ شیخ ابو اسحاق نے اس سے ہی استدلال پکڑا ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے زیادہ عالم تھے۔ کیونکہ صحابہ کو جب کبھی کسی مسئلہ میں توقف ہوتا تھا۔ تو وہ حضرت صدیق کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ جو کچھ آپ کی رائے ہوتی۔ مباحثہ کے بعد وہی جواب ہوتا تھا۔ اور صحابہؓ اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کون شخص فتویٰ دیا کرتا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا۔ کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی زیادہ عالم نہیں تھا۔ اس لئے وہی فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ خواہ دنیا میں رہے یا عاقبت اختیار کرے۔ سو اس بندہ نے عاقبت کو اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رو پڑے اور کہا کاش ہم اپنے ماں باپ آپ پر فدا کریں۔ ہمیں ابوبکرؓ کے اس رونے نے

سخت تعجب میں ڈال دیا۔ کیونکہ شافع یوم النشور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم تو سرسری طور پر ایک شخص کا ذکر کر رہے ہیں مگر اس میں کچھ رمز تھا کہ وہ عبد خیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس کو فقط ابوبکر الصدیق کا ہی علم پا سکتا تھا۔ اسی واسطے وہ ہم سب سے بڑے عالم تھے۔

(بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

علم حدیث و سنت

ایسے ہی سنت کا بھی علم آپ کو کامل تھا جیسا کہ اکثر مرتبہ صحابہ نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ آپ ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ان پر پیش کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ نے احادیث کو یاد کر رکھا تھا۔ اور ضرورت کے وقت آپ انہیں پیش کر دیتے تھے۔ آپ سے زیادہ اور کون حافظ حدیث ہو سکتا تھا۔ اول رسالت سے لے کر آخر وفات تک آپ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اور باوجود اس کے حافظہ نہایت قوی تھا اور حد درجہ تیز طبیعت اور ذکی واقع ہوئے تھے۔

(۲) میمون بن مہران کہتے ہیں۔ جب آپ کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو آپ اس مسئلہ کو قرآن شریف میں تلاش کرتے اور قرآن مجید کے موافق فیصلہ فرماتے۔ اگر کلام اللہ میں نہ ملتا تو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق فیصلہ کرتے۔ اگر اس قسم کی کوئی حدیث پاک آپ کو یاد نہ ہوتی تو آپ باہر نکل کر لوگوں سے دریافت کر لیتے کہ میرے پاس ایک ایسا مقدمہ آیا ہے کیا تم میں سے کوئی شخص جانتا ہے کہ ایسے مقدمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ

فرمایا ہے پس آپ کے پاس تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جمع ہو جاتے اگر کوئی شخص کوئی حدیث اس قسم کی بیان کرتا تو آپ اسی کے موافق، تصفیہ کرتے اور خوش ہو کر خدا کا شکر بجا لاتے۔

کہ الحمد للہ کہ ہم میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو حبیب خدا اشرف انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح کی کوئی حدیث نہ ملتی تو آپ بڑے بڑے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور کثرت رائے کے موافق فیصلہ سنا دیتے۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ سے ان اصحاب نے روائیت کی ہے۔

حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ۔ حضرت برا ابن عازبؓ۔ حضرت ابوہریرہ حضرت عقبہ بن حارثؓ۔ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر۔ حضرت زید بن ارقمؓ۔ حضرت عبداللہ بن مقعلؓ۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ۔ حضرات عمران بن حصینؓ۔ حضرت ابو برزہ حضرت ابوسعید خدریؓ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ حضرت ابوالطفیل لیثیؓ۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت بلالؓ۔ حضرت سیدہ صدیقہ عائشہؓ۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر ذات النطاقین۔

تابعین میں سے اسلم مولیٰ عمرؓ اور واسط البجلی اور بہت سے آدمیوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

روایاتِ صدیقی

علامہ نووی نے تہذیب میں بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو بیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ اور باوجود صحابہ میں سب سے سب سے عالم ہونے روایات کم کیوں ہیں؟ اس کی وجہ علامہ نووی یہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چونکہ حضرت ابوبکر رض صرف تقریباً سوا دو سال زندہ رہے اور اس قلیل مدت میں آپ کو مرتدین کی جنگوں سے ہی فرصت نہ مل سکی اس لیئے اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ البتہ بعد کے خلفاء نے اشاعت حدیث کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ انکے زمانہ تک احادیث کی کثرت سے روایت شروع ہوگئی۔

علمِ تعبیر

آپ باوجود اس کے علم تعبیر بھی خوب جانتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تعبیر خواب بتلایا کرتے تھے۔

امام محمد بن سیرین جو خود علم تعبیر میں بہت بڑا پایہ رکھتے ہیں اور علم تعبیر الرؤیا کے امام تسلیم کئے گئے ہیں فرماتے ہیں کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیق سب سے بڑے مُعَبّر (تعبیر کرنے والے) ہیں۔

(۲) حضرت سمیرہ رضی فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ مجھے حق تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں خواب کی تعبیریں حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے بیان کروں۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ دیلمی)

(۳) سعید بن منصور نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت

عائشہ صدیقہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا۔ کیونکہ تعبیر دینے میں آپ سب سے بہتر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا خواب بہت سچا ہے تمہارے گھر میں دنیا کے سب سے بہترین تین آدمی مدفون ہوں گے۔ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت صدیق نے فرمایا۔ اے عائشہ تمہارے تین چاندوں میں کا یہ سب سے بہتر چاند ہے۔

(۴) سعید بن منصور حضرت عمر بن شرحبیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں سیاہ بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ سفید بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں اور سیاہ بکریاں سفید بکریوں میں جذب ہوگئی ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا۔ یا رسول اللہ وہ سیاہ بکریاں عرب کے مسلمان ہیں۔ اور سفید بکریاں عجم کے مسلمان۔ جو اپنی کثرت کے باعث عرب کے مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح مجھے صبح فرشتہ نے بھی تعبیر بتائی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵) ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق سب سے بہتر تعبیر خواب بتلانے والے تھے۔

(۶) ابن سعد ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک خواب دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیق سے اس طرح بیان

کیا۔ کہ گویا میں اور تم دونوں ایک ساتھ بھاگے ہیں اور میں تم سے ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت اور رحمت میں بلالیں گے اور میں آپ کے ڈھائی سال بعد اور زندہ رہوں گا۔

(۷) عبدالرزاق نے اپنی مسند میں ابوقلابہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے گویا میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس حالت حیض میں بھی جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ کر اور پھر ایسا نہ کرنا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی)

تقریر

ابن کثیر کہتے ہیں کہ آپ سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے۔ اور اچھی تقریر کرتے کرتے تھے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ سب سے زیادہ فصیح حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ تھے۔

آپ کے اعلم الصحابہؓ ہونے پر حدیث حدیبیہ بھی دلالت کرتی ہے۔ یعنی حضرت عمر فاروق نے صلح حدیبیہ کے متعلق جو سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ جواب دیا تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے وہی سوال حضرت ابوبکر الصدیق سے کئے تو آپ نے بھی وہ جوابات بعینہٖ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے دیئے۔ (بخاری)

اسی واسطے آپ سب صحابہ میں عاقل کامل اور صاحب الرائے مانے جاتے

تھے۔ ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ والسلام نے مجھ سے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کیجئے۔ (تاریخ الخلفاء)

علم الانساب

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص نسب ناموں سے بھی خوب واقف تھے۔ یہاں تک کہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ جو نسب قریش اور نسب عرب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے علم نسب سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سیکھا ہے جو عرب کے سب سے بڑے نساب ہیں۔ (عشرہ مبشرہ۔ تاریخ الخلفاء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال تصدق کرنا

آپ کل صحابہ کرام میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی آپ ہی کی شان میں نازل فرمائی۔ علما کا یہ اتفاق ہے کہ یہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے (ابن الجوزی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا نفع حضرت ابوبکر کے مال نے دیا ہے اتنا کسی نے نہیں دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے رو کر عرض کیا حضور میں اور میرا مال حضور ہی کا ہے۔ (احمد)

(۳) ایک اور حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

(۴) بلکہ ایک حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال ہی کی طرح اپنا مال سمجھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو خرچ کرتے ہیں (خطیب)

(۵) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جس روز جناب صدیق حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے آپ نے تمام رسول اللہ پر خرچ کر دیئے۔ (ابن عساکر)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ جس روز حضرت ابو بکرؓ اسلام لائے۔ آپکے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ جب آپ ہجرت کے لئے نکلے۔ تو پانچ ہزار سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ اسلام کی مدد اور مسلمان غلاموں کی رہائی میں خرچ کر دیئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۷) حضرت ام المومنین سیدہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر نے سات غلاموں کو جنکو انکے مالک تکلیفیں دیتے تھے آزاد کرائے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت ابو بکر بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکر نے ایک لمبا (کرتہ۔ چوغہ۔ کوٹ) میں کانٹا لگا کر اپنا سینہ ڈھکنے تھے۔ بہت دکھی تھی۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ والسلام نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ آج میں خلاف معمول یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابو بکر صدیق عبا میں کانٹا لگائے تشریف رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اے جبرئیل آج انہوں نے مجھ پر اپنا کل مال خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے کہا خداوند تعالیٰ! حضرت ابو بکر پر سلام بھیجتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے ابو بکر تمہیں جو میری وجہ سے فقیری ہوگئی ہے تم اس بارے میں خوش ہو یا ناراض۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں اور اپنے مولیٰ اور مربی سے ناراض؟ میں اپنے رب سے خوش ہوں

میں اپنے رب سے بہت خوش ہوں۔ (ابن عساکر)

دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ جبرئیل علیہ والسلام ایک جبہ اس طرح کا کہ اس میں کانٹا لگا ہوا تھا پہن کر نازل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل یہ کیا ڈھنگ ہے۔ حضرت جبریل نے کہا کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسی لباس میں ہو جائیں جس میں کہ ابوبکر زمین میں ہے۔

(سندہ ضعیف) (تاریخ الخلفاء)

ہمارے علاقہ کے پنجابی ولی مولانا عبدالستار صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ابوبکر نوں وصل حقیقی اس دن مزے وکھالے
سب پوشاک دتی راہ مولا بھورا لیا دوالے

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر کسی کا احسان نہیں رہا۔ سب کا اتار دیا۔ مگر ابوبکر صدیق کا البتہ میرے ذمہ باقی ہے۔ اس لئے کہ اس کا احسان اتنا بڑا ہے کہ اس کا عوض قیامت کے روز اللہ تعالی ہی دیں گے۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے (ترمذی)

(۱۰) حضرت ابوبکر صدیق خود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے والد ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بڑھاپے میں ان کو کیوں تکلیف دی میں خود آجاتا۔ میں نے عرض کیا آپ کے تکلیف دینے سے تو ان کا آنا ہی بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا میرے اوپر تمہارے اتنے احسان ہیں کہ تمہارے

والد کو تکلیف دینا میں گوارا نہیں کرسکتا۔ (بزار)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر ابو بکرؓ سے بڑھ کر کسی کے احسان نہیں ہیں انہوں نے اپنی جان سے بھی میری غم خواری کی اور مال سے بھی مدد کی اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کردیا۔ (ابن عساکر)

فقہ اور صدیقؓ

فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا، جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا اسی لیئے شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "شے رضی اللہ عنہ شیخ واستاد جمیع مجتہدین شد بوضع ایں قاعدہ"۔ فقہ کے جو مسائل پیش آئے ان کو حل کیا۔ مثلاً میراثِ جدّہ۔ میراث جد۔ تفسیر کلالہ۔ حد شرب شراب۔ مہم شام کی روانگی کے وقت جو احکام امراء لشکر کو دیئے۔ وہ صدیوں تک امرائے اسلام کا دستور العمل رہے۔

تصوف

سب سے اوّل تصفیہ و تزکیہ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ کا طریقہ ذکر حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے تلقین کیا۔ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ہے:۔

سبحان من لم یجعل لخلقہ سبیلاً الا بالعجز۔

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لیئے سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

(۲) کشف المحجوب میں حضرت علی الہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقہ تصوّف کے امام حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق ہیں۔ انقطاع عن الاغیار جو جانِ تصوّف ہے۔ حضرت ابوبکر کے اس خطبہ سے ظاہر ہے۔ الامن کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات۔ محبت دنیا سے پاک و صاف ہونیکا شاہد غزوہ تبوک کا وہ واقعہ ہے۔ ماخلّفت لعیالک قال اللّٰہ ورسولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اہل وعیال کے لیئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور اس کا رسول۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی قدس سرہ نے تصوّف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر کے ان تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے۔ جو تصوّف کی بنیاد و اساس ہے۔ مثلاً توکل۔ احتیاط۔ تواضع۔ خدا کی مخلوق پر شفقت۔ رضا۔ خوف الٰہی۔ جو صاحب شائق تفصیل ہوں وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء دیکھیں۔

خشیتِ الٰہی و خوفِ خدا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا۔

طوبیٰ لک یا طیر تأکل من شجرۃ وتستظل من شجرۃ و
تصیر الیٰ غیر حساب یالیت ابا بکر مثلک۔

ترجمہ:۔ اے پرندے خوش حال ہے تو پھل کھاتا ہے درخت کے سایہ میں رہتا ہے۔ حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں۔ کاش ابوبکر تجھ سا ہوتا۔

(حاکم عن معاذ بن جبل)

(۲) نماز میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک خشک لکڑی کی طرح کے لفظ ہوتے (احمد) طریقہ نقشبندیہ جو آج تک عالم میں فیض رساں ہے نایاب سلسلہ بواسطہ امام جعفر صادقؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک بیان کیا جاتا ہی اور

(۳) حافظ ابن عساکر نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ جب آپؓ
تعریف کرتا تو آپ فرماتے الٰہی آپ میرے نفس کو مجھ سے زیادہ جد پاس اور میں اپنے نفس کو ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں الٰہی مجھے جیسا ایکروز خیال کرتے ہیں ایسا ہی کر دیجئے میرے جن گناہوں کو یہ لوگ نہد مجھ سے ان کا مواخذہ نہ کرنا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) حضرت امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ مجھے یہ محبوب تھا کہ میں مومن کے سینہ کا ایک بال ہوتا

(۵) حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مجھے محبوب تھا کہ میں یہ درخت ہوتا۔ کھا لیا جاتا اور کاٹ لیا جاتا، جانتی ہوں (تاریخ الخلفاء ص) رونے

(۶) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے اس طرح روایت پہونچی۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ کاش میں سبزہ ہوتا کہ مجھے چوپائے چر جاتے

رعب صدیقی

اللہ عنہ کبھی

ابن سعد نے ابن سیرین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ زمانہ خلافت میں کوئی شخص رعدت عثمان غنی کا نہیں ہوا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ سے زیادہ رعب والا نہیں

صدیقی

(۲) کشف فائدہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق سے سب سے اوّل توحید و رسالت کا
تصوّف کی علی الاعلان اس وقت ظاہر کیا۔ جبکہ خود صحابہ کرام متحیر تھے۔ یعنی بعد وفات حضرت
جہانِ تصوّف و عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس موقعہ کا خطبہ قیامت تک یادگار رہے گا۔ بعد بیعت
یعید محبت و رسالت کے حدود صاف صاف علیحدہ علیحدہ قائم کر دیئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد
شاہد غزوۂ تبوک خطبہ اس بحث کے متعلق دیا اس میں بوضاحت بیان کیا کہ دو باتیں تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں وہ مجھ سے طلب نہ کرنا۔ ایک وحی
اللہ اور اسرار عصمت۔ اس کو اس کثرت کے ساتھ خطبوں میں ظاہر کرتے کہ سامعین کے
(۳) حضرت راسخ ہوگیا۔ علاوہ خطبوں کے اور موقعوں پر بھی اس کا لحاظ اہتمام کے ساتھ
صدیقی کے نے ان سے کہا۔ یا خلیفۃ اللہ! تو کہا۔
جو تصوّف کی یا خلیفۃ رسول اللہ وانا بہ راضی۔ میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں
مخلوق پر شفقت سے خوش ہوں۔

شاہ صاحب
خشیتِ الٰہی ایک بار کسی پر غصے ہو رہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اس کی گردن کو
فوراً کہا کہ یہ رتبہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا۔

حضرت رسول اور صدیق رض

دیکھی تو حسرت صدیق اکبر محبت رسول میں غرق تھے حضرت عروہ نے روایت کی ہے
طوبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن حضرت ابوبکر
تصیبا نے خطبہ دیا اس روز اس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے۔
ترجمہ: سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم عام الاول۔
رہتا ہے۔ حسا

یعنی میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پارسال سنا ہے۔ پارسال کے لفظ سے حادثہ وفات یاد آگیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے تاب ہو گئے۔ سنبھل کر پھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا پھر ان الفاظ سے دل پر چوٹ لگی اور مضطرب ہو گئے تیسری مرتبہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے بعد خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایکروز حضرت عمر فاروق سے کہا:۔

انطلق بنا الی امّ ایمن نزورھا لما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یزورھا۔

(چلو سنت نبوی کی پیروی کریں اور ام ایمن سے مل کر ملیں۔)

وہاں پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو؟ اللہ تعالیٰ کا تقرب اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بہتر ہے۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں صدمہ اس بات کا ہے کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ سن کر دونوں رونے لگے۔ (مشکوٰۃ)

ادب رسول اور صدیقؓ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی منبر نبوی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نہیں بیٹھے یہاں تک کہ آپ واصل بحق ہوئے۔ اسی طرح حضرت فاروق حضرت ابوبکر کی جگہ پر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق کی جگہ کبھی تا اختتام زندگی نہیں بیٹھے۔

صبرِ صدیقی

حضرت اسماء بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سال فتح مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی ہمشیرہ باہر نکلیں۔ اُدھر سے کچھ سوار آرہے تھے۔ کسی نے اُن میں سے آپ کی ہمشیرہ کے گلے میں جو چاندی کا ہار تھا۔ نکال لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اللہ پاک اور اس کے اسلام کا واسطہ دے کر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہو۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا۔ مگر جب پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ تو آپ نے کہا اے بہن اپنے ہار سے ہاتھ اٹھاؤ اور صبر کرو قسم اللہ تعالیٰ کی آج کل لوگوں میں امانت بہت کم ہے۔ (بیہقی فی الدلائل)

تقویٰ

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا ایک غلام تھا۔ جس کی مزدوری میں سے آپ نے کچھ مقرر کر رکھا تھا۔ اور اس میں سے آپ کھایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ چیز لایا اور آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کہاں سے آئی تھی آپ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے قصہ بیان کر دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ کہانت جھوٹی سچی باتیں ہوتی ہیں۔ میں نے ایک شخص کو پیش گوئی کر کے فریب دیا تھا۔ آج وہ مجھ سے ملا تو اس نے اس کے بدلے میں یہ چیز دی تھی جو آپ نے تناول فرمائی۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ (بخاری)

صدیقؓ کے ذاتی حالات

حضرت اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں یہی ہے وہ جس نے مجھے مصیبت میں پھنسا رکھا ہے۔ (نسائی۔ موطا مالک)

(۲) ابن عساکر حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا۔ اور آپ نے اور حضرت عثمان نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب کو چھوا تک نہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳) حافظ ابونعیم حضرت صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) ابن عساکر ہی کہتے ہیں کہ صحابہ کے ایک مجمع میں کسی نے دریافت کیا کہ بھلا کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے اللہ سے پناہ مانگ کر فرمایا۔ کبھی نہیں۔ اسنے پھر کہا۔ کیوں۔ آپ نے جواب دیا تاکہ بدن سے بو نہ آئے۔ اور مروّت زائل نہ ہو۔ کیونکہ شراب پینے سے بدبو آیا کرتی ہے اور مروّت جاتی رہتی ہے۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا۔ ابوبکر سچ کہتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵) تجارت ذریعہ معاش تھی۔ اس سرمایہ کو خدمت اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ کے پاس پانچ ہزار درہم تھے۔ سب ساتھ لے آئے۔ اور مدینہ طیبہ میں تجارت اور خدمت اسلام کا شغل جاری رہا۔ وفات کے وقت نقد ایک حبّہ نہ تھا۔

(۶) خلافت کے بعد شغل تجارت رہا۔ روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لادکر بازار کو لے جاتے۔ اور خرید و فروخت کرتے۔ چھ ماہ تک یہی عمل رہا۔ جب مشاغل خلافت بڑھے اور فرصت مفقود ہوئی تو صحابہ کرام کو جمع کیا اور کہا خلافت کے کاروبار اب تجارت کی مہلت نہیں دیتے اور میں اہل و عیال کی پرورش کا سامان مہیا نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے کہا۔ ان کے مصارف خزانہ سے مقرر کر دیئے گئے۔ بعد غور معیار مصارف مدینہ منورہ کے ایک مہاجر کا خرچ رکھا گیا اس میں اختلاف ہے کہ مقدار وظیفہ کی کیا تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی بکری کے برابر گوشت روزانہ معمولی لباس۔ شرط یہ تھی کہ پرانا لباس بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔ بعض نے نقد وظیفہ کا تقرر لکھا ہے۔ نقدی کی مقدار باختلاف روایات ڈھائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی گئی ہے۔

میں کم و بیش ڈھائی ہزار کو ترجیح دیتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ وفات کے وقت جو حساب وظیفہ کا کیا گیا اس کے بموجب کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم کے برابر ہوا۔

(۷) قبل از خلافت مقام سُنح میں رہا کرتے تھے۔ وہیں ان کی بی بی حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ کی سکونت تھی۔ ایک کمل کا حجرہ (یعنی چھوٹا خیمہ) مکان کی بساط صرف اس قدر تھی۔ چھ مہینے زمانہ خلافت تک اسی میں قیام رہا۔ جس روز وہاں جانے کی تیاری ہوئی۔ اکثر پیدل جاتے۔ کبھی اپنے ذاتی گھوڑے پر۔ عشاء کے بعد جاتے صبح کو واپس آجاتے۔ خلافت سے پہلے محلہ کی لڑکیاں ان کے پاس بکریاں لاتی تھیں اور آپ دودھ دوہ دیتے۔ جب خلیفہ ہو کر محلہ میں

گئے تو لڑکیوں نے دیکھ کر کہا اب یہ دودھ نہیں دوہیں گے۔ سن کر کہا ضرور فرماتے گا۔ مجھ کو خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فلان معاملہ نہیں آئے گا۔ چنانچہ جب محلّہ میں آئے تو دریافت کرتے دودھ دوہ دوں ہوتی بکریاں چرا لاؤں۔ جیسا لڑکیاں کہہ دیتیں اس کے مطابق عمل کرتے خود اپنی بلا لے بھی کبھی کبھی ان کو لے جا کر بھی چرا لاتے۔

(۸) شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلّہ میں نکلتے تو بچے بابا بابا کہہ کر دوڑتے لوٹتے اکر لپیٹ جاتے۔

(۹) جمعہ المبارک کے دن صبح کو مقام سُنخ میں ٹھہر کر سر اور داڑھی میں مہندی خضاب لگاتے، غسل کرتے، کپڑے بدل کر مدینہ آتے اور نماز جمعہ پڑھاتے ماہ بعد سُنخ کی سکونت ترک کر کے مدینہ کے مکان میں متصل مسجد نبوی سکونت اختیار کی۔

(۱۰) ان بزرگوں کی روزانہ زندگی کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔ ایک روز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے۔ جنازہ کے کون گیا۔ حضرت صدیق نے کہا میں۔ محتاج کو کھانا کس نے کھلایا حضرت ابو نے کہا میں نے۔ حضور نے یہ سن کر کہا۔ یہ اوصاف جس میں ہوں گے۔ وہ جنتی ہوگا۔

(۱۱) ایک روز آپ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی۔ جواب دیا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ بیوی نے کہا۔ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرّہ میں سے کچھ دام بچا کر جمع

فرمایا جمع کرد۔ کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکر کو دیئے کہ
ادو۔ پیسے لے کر معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضرورت سے زیادہ ہے لہذا بیت
بازاوِ حق ہے چنانچہ وہ پیسے خزانہ میں جمع کرا دیئے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم
لیا۔

کا رہو ہونہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھ سے بہتر جانتا ہے
مہمان اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ دوسروں سے کام لینے سے سخت
دیتا۔ انتہا یہ کہ اونٹ کی نکیلی ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے ایک
یوں نے کہا آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ
بر اِنَّ حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسئل الناس
شیئاً۔

میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان سے میں کچھ نہ مانگوں۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں لکھتے
(خلاصہ) حضرت ابوبکر علم کتاب وسنت میں مثل دیگر علمائے صحابہؓ تھے۔ جس
فت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی۔ کہ جب کوئی مشکل مسئلہ یا مشورہ پیش آتا
پ اپنی فراست کو اس پر غور کرنے میں صرف کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک
عاع ان کے دل پر ڈالتا جس حقیقت حال روشن ہو جاتی۔ اس شعاع کا ظہور
یہ قلبیہ سے ہوتا لہذا حقیقت حال بصورت عزیمت ظاہر ہوتی نہ برنگ تخیل۔

صدیقی حکومت کے اصول

بنیاد حکومت کتاب وسنت تھی۔ جب کوئی معاملہ پیش آتا۔ تو پہلے قرآن مجید

کی طرف رجوع فرماتے اگر کلام پاک میں نہ ملتا تو حدیث رسول کی طرف توجہ فرماتے اگر تو حدیث معلوم نہ ہوتی تو صحابہ کرام کے مجمع میں آکر دریافت فرماتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی اس پر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنت رسولؐ کے جاننے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی تو صحابہ کرام میں جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے۔ ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے جس رائے پر اجماع ہو جاتا اس پر کاربند ہوتے اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اس کو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی کوشش کی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی۔ اس میں جوان۔ بوڑھے۔ مرد۔ عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ ان کا قول ہے

"تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے"

"اس لیئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے"

(۲) ایک مرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم یا خلیفۃ رسول اللہ سن کر کہا۔ تمام مجمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو سلام کیوں کہا۔

(۳) خلافت کے بعد جب اول مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ معظمہ گئے۔ تو لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ سب کو علیحدہ کر دیا۔ اور کہا اپنی اپنی راہ چلو۔

(۴) عمال کی بابت یہ اصول تھا کہ جو عامل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قائم و برقرار رہے۔

(۵) سادگی اسلام کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا۔ اس سادگی و قبا پر ہزار تکلف اور شان و شوکت نثار تھے۔

(۶) اہل ارتداد کے مقابلے سے جب اسلام کے لشکر واپس لوٹے تو ان کے ہمراہ ذوالکلاع حمیری بھی یمن سے آئے۔ یہ اس شاہی خاندان حمیر کی یادگار تھے۔ جو کئی مدتوں یمن پر جاہ و جلال کے ساتھ فرمانبردارہ چکا تھا۔ شاہی خاندان کے دور آخر کے تکلفات و ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع حمیری میں نظر آتا تھا۔ سر پر جواہر نگار تاج تھا۔ بدن میں زریں پوشاک۔ طلائی پیٹی کمر میں۔ ہمراہی بھی زرق برق لباس میں تھے۔ مدینہ شریف آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیروا چادریں ایک باندھے ایک اوڑھے۔ اسلامی وقار و تمکین کا رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباس شاہی چھوڑ کر دلق درویشی اختیار کر لی۔ ایک روز ذوالکلاع مدینہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑے کی پیٹی بندھی تھی۔ ایک ہمراہی نے حضرت سے کہا کہ یہ کیا شکل بنالی ہے۔ جواب دیا کہ اسلامی اثر سے لایعنی تکلفات بے لطف ہو گئے۔

عمال و کاتب

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور جزیہ کی آمدنی کا حساب ان کے سپرد تھا۔ خزانہ جب تک حضرت ابوبکرؓ سنح میں رہے وہاں رہا۔ قفل لگا رہتا تھا۔ پہرہ نہ تھا۔ لوگوں نے کہا۔ پہرہ رکھئے تو جواب دیا۔ قفل کافی ہے۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا۔

(۲) قاضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے نہ آیا۔

(۳) کاتب۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ تھے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں ان خدمات کا معاوضہ لینا سخت برا سمجھا جاتا تھا۔ جو کام کرتے محض حسبۃً للہ

تعلیماتِ صدّیقیہ

فضیلت نماز۔ قیامت کا بیان اور دنیا کی بے ثباتی

حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے کہ ایک بار سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے حضرت صدیق نے فرمایا اے سلمان خدا سے ڈرا کرو۔ اور جان لو کہ وہ وقت قریب ہے کہ ہر چھپا ہوا کھل جائے گا۔ اور لوگ جان لے گے کہ ہر چیز میں تیرا کیا حصہ ہے تو نے کیا کھایا اور کیا چھوڑا۔ یاد رکھ۔ جس نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی وہ صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آگیا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور حفاظت میں آگیا اسے کون مار سکتا ہے۔ جس نے خدا تعالیٰ سے عہد شکنی کی۔ اس کو رب تعالیٰ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔ (عشرہ مبشرہ)

(۲) نیز آپ نے فرمایا۔ کہ صالحین یکے بعد دیگرے اٹھا لیے جائیں گے۔ حتیٰ کہ ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو آٹے کی بھوسی کی طرح بالکل بے کار ہوں گے۔ اور جن سے خدائے رحمان و رحیم کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ (تاریخ الخلفا)

(۳) ابن ابی الدنیا اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حافظ ابونعیم نے حلیہ میں یحییٰ ابن ابی کثیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک روز خطبہ میں فرمایا۔ کہاں ہیں وہ چمکتے ہوئے چہرے کہ جن کے شباب کو دیکھ کر لوگ ششدرہ اور حیران رہ جاتے تھے اور کہاں ہیں وہ بادشاہ کہ جنہوں نے شہروں کو بسایا اور امن

میں قلعے تعمیر کئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو لڑائیوں میں فتح پاتے تھے۔ ان کے قوی آج بہت پست ہو گئے۔ کیونکہ زمانہ نے ان سے بیوفائی کی اور اندھیری قبریں جا پڑے عمل خیر میں جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ نیکی کی طرف دوڑو۔ دوڑو۔ (تاریخ الخلفاء)

حقوق

ابو عبیدہ سے غریب میں مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک روز عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے دیکھا عبدالرحمان بن عوف اپنے ہمسایہ سے لڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا پڑوسی سے مت لڑو۔ وہ باقی رہے گا اور لوگ تمہاری باتیں کرتے پھریں گے۔

(عشرہ مبشرہ۔ تاریخ الخلفاء)

حضرت عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو پڑا۔ آپ نے فیصلہ کے بعد فرمایا۔ عاصم یہ اچھی طرح جان لو کہ تمہاری والدہ کی ہر بات تم سے بہتر ہے۔

(عشرہ مبشرہ)

اعمالِ جاہلیت کی ممانعت

بخاری شریف میں قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک عورت جس کا نام زینب تھا کہ اس نے حج میں خاموش رہنے کی منت مانی ہے آپ نے فرمایا اسے کیا ہوا۔ جو یہ کلام نہیں کرتی لوگوں نے عرض کیا اس نے خاموشی کا حج کیا ہے آپ نے اسے فرمایا کہ بات چیت کر۔ یہ جاہلیت کا عمل شریعت اسلام میں جائز نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ بولنے لگی اور پوچھنے لگی آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مہاجرین میں سے ہوں۔ عورت نے کہا۔ کن مہاجرین

ہیں سے؟ آپ نے جواب دیا قریش میں سے اس نے کہا قریش کے کون سے قبیلہ سے۔ آپ نے فرمایا۔ تو تو بڑی بولنے والی نکلی۔ میں ابوبکر ہوں۔ اس نے کہا جاہلیت کے بعد جو خدا نے یہ دین بھیجا ہے۔ کون شخص ہم کو اس پر قائم رکھیگا۔ آپ نے فرمایا۔ اس دین پر تمہاری استقامت تمہارے امام سے ہوگی۔ اس نے کہا۔ امام کون ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ تیری قوم میں سردار اور رئیس نہیں ہوتے جو حکمرانی کرتے ہیں کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا وہی امام ہوتے ہیں (تاریخ الخلفا)

امراء عساکر کو ہدایات

لشکر شام پر جب یزید الخیر بن ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہما کو سپہ سالار بنا کر رخصت کیا تو ان سے فرمایا۔ کسی عورت یا اپاہج یا بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت نہ کاٹنا۔ کھیت نہ اجاڑنا۔ اونٹ کی کونچیں نہ کاٹنا ہاں کھانے اور استعمال میں لانے کا کوئی حرج نہیں۔ کھجور کے درخت کو جڑ سے نہ کاٹنا نہ اسے جلانا نہ اسراف کرنا نہ بخل۔ (عشرہ مبشرہ)

خونِ مسلم کی حرمت

ابوبرزہ اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ ایک شخص پر بے انتہا غصہ آیا۔ میں نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ آپ اسے قتل کر دیجئے آپ نے فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو جائز نہیں۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی)

نقش خاتم

آپ کی مہر پر کندہ تھا۔ نِعمَ القَادِرُ اللہُ۔

حقوق رعایا کی نگہداشت اور عمّال کو تنبیہ

مہاجر بن ابی امیہ حاکم یمامہ کے پاس کچھ آدمی دو عورتوں کو جن میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتی تھی۔ اور دوسری مسلمانوں کی ہجو کے گیت گایا کرتی تھی۔ پکڑ لائے۔ حاکم یمامہ نے دونوں کو یہ سزا دی کہ ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اور دانت نکلوا ڈالے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے دونوں عورتوں کو ایسی سزا دی ہے اگر تم نے ان کو سزا دینے میں جلدی نہ کی ہوتی تو میں اس عورت کے متعلق کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے قتل کی سزا تجویز کرتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تمام سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ خصوصاً ایسی اگر گستاخی کسی مسلمان سے سرزد ہو جائے۔ تو وہ مرتد ہے یا غدار محارب۔ اور اس عورت کے متعلق جو مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی۔ اگر وہ مسلمانی کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کو ادب دینا اور شرم دلانا چاہیئے تھا۔ ہاتھ پیر نہ کاٹنے چاہیئے تھے اور اگر ذمیہ ہے تو یہ شرک سے زیادہ برا فعل نہ تھا۔ جب اس کے شرک پر صبر کیا جاتا ہے اس پر بھی صبر کرنا چاہیئے تھا۔ ہاتھ پیر سوائے قصاص کے کٹوا دینے کو میں مکروہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس میں سزا پانے والے کو ہمیشہ شرم دامن گیر رہتی ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

اقوالِ صدیقی

اکثر فرمایا کرتے تھے جس نے ابتدائے اسلام میں انتقال کیا۔ وہ بہت خوش قسمت تھا۔ فتنوں سے بچ نکلا۔ (ابوعبیدہ۔ تاریخ الخلفاء۔ عشرہ مبشرہ)

خوفِ خدا کی تعلیم

فرمایا جس سے ہو سکے۔ خوف خدا سے خوب روئے ورنہ ایک دن ایسا آئے گا۔ جبکہ اسے رُلایا جائے گا۔ (عشرہ مبشرہ)

عورتوں کی ہلاکت کا سبب

حضرت عذرہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کو دو سرخیوں یعنی سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی میں ملی ہوئی سرخی نے ہلاک کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

مسلمان کی شان

مسلم بن یسار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کو ہر چیز کا اجر ملتا ہے حتیٰ کہ ذرا سے رنج اور جوتی کے تسمہ ٹوٹنے تک کا بھی اور اُس مال کا بھی جو گم ہو گیا تھا اور مایوسی کے بعد اس کی آستین ہی میں کیوں نہ پایا جائے۔ (تاریخ الخلفاء عشرہ مبشرہ)

مسلمان بھائی کے لئے دُعا

بخاری نے ادب میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں صنابجی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے سنا۔ آپ فرماتے

تھے کہ ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے حق میں جو شخص خدا کی راہ پر دعا کرے ضرور قبول ہوتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، عشرہ مبشرہ)

لبید شاعر اور صدیق رضؓ

حضرت امام عبداللہؓ نے زوائد الزہد میں علید بن عمیر سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دفعہ لبید شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ مصرعہ پڑھا۔

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل

یاد رکھو۔ ہر چیز خدا کے سوا باطل ہے۔

یہ سن کر صدیقؓ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔ اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔

وکل نعیم لا محالہ زائل

ہر نعمت ضرور زائل ہونے والی ہے۔

آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ پاک کے پاس ایسی ایسی بھی نعمتیں ہیں۔ جو کبھی زائل نہیں ہونے کی۔ جب وہ شاعر چلا گیا تو آپ نے فرمایا کبھی شاعر حکمت کے کلمے بھی کہدیا کرتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

راز چھپا اور قلّت کلام کی خوبی

فرمایا۔ جب تک کلام موہنہ میں ہے تیرا اسیر ہے۔ جب موہنہ سے نکل گیا۔ تب تو اس کا اسیر ہے۔

نماز جنازہ کی دُعا

جب کسی میّت پر نماز جنازہ پڑھتے تو فرماتے۔

اَللّٰھم عبدك اسلمہ الاھل والمال والعشیرۃ والذنب

وانت غفور رحیم۔

الٰہی تیرے اس بندے کو اس کے اہل و مال اور اقرباء نے تیرے سپرد کیا ہے اور اس کے گناہ بڑے ہیں۔ مگر تو غفور الرحیم ہے۔

مسلمان کو حقیر نہ جانو

لا یحقرن احدکم احدًا من المسلمین فان صغیر المسلمین عند اللہ الکبیر وجدنا الکرم فی التقویٰ والغناء فی الیقین والشرف فی التواضع۔

تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے اس لیئے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ ہم نے بزرگی تقویٰ میں اور بے نیازی یقین میں اور عزت تواضع میں دیکھی۔

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر نصیحت کی۔

فر من الشرف یتبعک الشرف۔ احرص علی الموت توھب لک الحیاۃ۔

جاہ و عزت سے بھاگو۔ عزت تمہارے پیچھے پھرے گی۔ موت پر دلیر رہو تم کو زندگی بخشی جائے گی۔

ادعیہ صدیقیہؓ

(۱) آپ کی دُعا تھی:۔

اللّٰھم اجعل خیر عُمری آخرہ وخیر عملی خواتمہ وخیر ایامی لقاءك۔

الٰہی! میری عمر کا بہترین حصہ آخری عمر ہو۔ میرا بہترین عمل خاتمہ ہو۔ میرا بہتر دن تیری۔ ملاقات کا ہو۔ (سعید بن منصور)

(۲) اللّٰھم انی اسئلك الّذی ھو خیر لّی فی عاقبۃ الامر اللّٰھمّ اجعل آخر ما تعطنی الخیر رضوانك والدرجات العلیٰ من جنات النعیم۔

الٰہی میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو میرے کام کے انجام میں اچھی ہو الٰہی آخری عطیہ جو مجھے عطا فرمایئے وہ تیری رضوان ہو اور جنات نعیم کے بلند درجات ہوں۔

(۳) جب آپ کی کوئی شخص مدح و تعریف کرتا ہے تو فرمایا کرتے:۔

اللّٰھم انت اعلم منّی وانا اعلم بنفسی منھم اللّٰھم اجعلنی خیرًا مما یظنّون۔ اغفر لی مالا یعلمون ۰ ولا تواخذ نی ممّا یقولون۔ الٰہی تو میرے نفس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور میں اپنے نفس کا علم ان لوگوں سے زیادہ رکھتا ہوں۔ الٰہی مجھے ایسا ہی نیک بنا دے جیسا کہ لوگ میری نسبت گمان رکھتے ہیں جسے یہ نہیں جانتے وہ مجھے بخش دے اور ان کے اقوال کی مجھے پکڑ نہ ہو۔ (آمین اللّٰھم ربنا)

خطباتِ صدیقیؓ

صدیق کا رقت انگیز خطبہ

ابن عساکر نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک مرتبہ یہ خطبہ دیا۔ فرمایا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اور موت کے بعد اسی سے کرامت کی التجا کرتا ہوں۔ میری اور تمہاری موت قریب آچکی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کسی اور کام میں کوئی اس کا شریک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا اور روشن چراغ کرکے بھیجا تاکہ زندہ آدمیوں کو ڈرائیں اور کافروں پر پوری حجت قائم کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی۔ انہوں نے ہدایت پائی اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ ظاہر گمراہی میں پھنس گئے۔ تمہیں خدا سے ڈرانے کی وصیت کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں راستہ دکھلایا ہے اور ہدایت کی ہے اس پر مستقل ہو جاؤ۔ کلمہ اخلاص کے بعد ہدایت اسلام کا یہ مطلب ہے کہ اپنے امیر کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ جس شخص نے خداوند تبارک و تعالیٰ اور اپنے امیر کی امر معروف اور نہی عن المنکر پر اطاعت کی اس نے نجات پائی۔ اور جو حق اس پر تھا وہ ادا کر دیا۔ اپنے آپ کو اتباع نفس سے بچاؤ جو شخص اتباع نفس اور طمع اور غصہ سے بچا۔ وہ نجات حاصل کر گیا۔ نیز فخر نہ

کرنا۔ غور کرو۔ کہیں وہ شخص بھی فخر کر سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی سے ملنے والا ہو۔ اور اس کو چیونٹیاں کھا جائیں۔ آج اگرچہ زندہ ہے۔ مگر کل ضرور اس کو موت آئے گی۔ ہر روز بلکہ ہر گھڑی نیک عمل میں کوشش کرو۔ مظلوم کی بددعا سے بھی ڈرو۔ اپنے نفس کو مُردہ شمار کرو۔ صبر کرو۔ صبر ہی ایسی چیز ہے۔ جو نیک عمل کراتا ہے۔ پرہیز کرو۔ کیونکہ پرہیز بہت نفع دیتا ہے۔ عمل کرو کیونکہ عمل قبول کیا جاتا ہے۔ جو چیز تمہیں اللہ کے عذاب کی طرف لے جائے اس سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے کرنے سے اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے کرنے میں جلدی کرو۔ سمجھو اور سمجھاؤ۔ ڈرو اور ڈراؤ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے کھلے طور پر بیان کر دیا ہے کہ تم سے پہلے کن لوگ کن اُمور کے کرنے سے ہلاک و تباہ ہو گئے اور کون سے کام کرنے سے نجات پائی۔ اس نے اپنی پاک کتاب میں حلال و حرام مکروہ و محبوب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ میں تمہیں اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ خداوند تعالیٰ مددگار ہے۔ انکے سوا کسی میں قوت نہیں ہے۔ تم جان لو کہ خداوند تعالےٰ بغیر عمل کے سزا دیئے کبھی نہیں چھوڑتا۔ تم اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو۔ اور اپنے حصہ کی حفاظت کرو۔ تم دین کی آرزو کرو۔ دین کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ تم حسب استطاعت نوافل پڑھو تاکہ تمہارے فرائض میں جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو۔ تم حاجت کے وقت جزاء دیئے جاؤ گے۔ اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور دوستوں کے اندر جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ غور کرو۔ انہیں جو کچھ پیش آنا تھا آچکا وہ اس پر قائم ہو گئے۔ موت کے بعد جو کچھ بدبختی یا سعادت مندی ملنی تھی مل چکی خداوند تعالےٰ

کا کوئی شریک نہیں۔ نہ مخلوق اور اس کی ذات میں کوئی نسب کا تعلق ہے۔ محض اپنی مہربانی سے مخلوق پر بخشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق پر سے کبھی مصیبت اور برائی نہیں ہٹاتا تاوقتیکہ مخلوق عبادت کی طرف نہ جھک جائے وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کا انجام دوزخ ہو۔ اور وہ برائی برائی نہیں جس کا نتیجہ جنت ہو۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میں اللہ تعالےٰ سے تمہارے اور اپنے لیے بخشش مانگتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔ السلام علیہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (تاریخ الخلفاء)

دیگر

امام حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک دفعہ ہمارے سامنے خطبہ پڑھا۔ اول آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی کہ جس کے وہ اہل ہیں۔ اس کے بعد فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ سے ڈرو اور جس تعریف کے وہ اہل ہیں ان کی تعریف کیا کرو۔ تم رغبت کو اہمیت کے ساتھ ملاؤ۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ نے حضرت زکریہ علیہ والسلام کے خاندان کی اس طرح تعریف فرمائی ہے۔

انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خاشعین۔

اللہ کے بندو! یہ بات بھی یاد رکھو کہ خداوند تعالےٰ نے تمہارے نفسوں کو اپنے حق کے عوض رہن رکھ لیا ہے اور اس پر تم سے عہد لے لیے ہیں۔ اور تم سے قلیل فانی (دنیا) کو کثیر باقی (عقبیٰ) کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ یہ

تمہارے پاس خدا کی کتاب ہے۔ اس کا نور کبھی نہیں بجھے گا نہ اس کے عجائبات کبھی ختم ہوں گے تم اس کے نور سے منور ہو جاؤ اور اس کتاب سے نصیحت پکڑو اور اس دن کے لئے جس دن کوئی نور نہ ہوگا۔ اس کتاب کے نور کو ذخیرہ کر رکھو۔ کیونکہ خداوند تعالے نے تم کو اپنی عبادت کے لئے بھی پیدا کیا ہے اور تم پر کراماً کاتبین کو مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر کام کو جانتے ہیں۔ خدا کے بندو! پھر یہ بات بھی جاننے کے قابل ہے کہ تمہارا ہر قدم موت کی طرف جا رہا ہے۔ جس کا علم تم سے چھپا ہوا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ جس وقت تمہارے پاس موت آئے تو تم عمل صالح میں ہو۔ یہ بات تم کو سوائے خدا کے فضل سے کبھی میسر نہیں ہو سکتی۔ مہلت کی حالت میں اور موت آنے سے پہلے نیکی کی طرف بڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت کے وقت تم بُرے کام میں ہو۔ بہت قومیں ایسی گزری ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی موتیں اپنے غیروں کے لئے کر دی تھیں اور اپنے نفسوں کو بھول گئے تھے۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم ان کی مثل نہ ہو جاؤ۔ پس جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ دوڑو۔ دوڑو۔ موت نہایت قریب ہے اور مہلت بہت کم ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

کل امرءٍ مصبح فی اھلہٖ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہٖ

دیگر

ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت زبیر سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا۔ حاضرین اللہ تعالیٰ سے شرم

کیا کرو۔ خدا کی قسم جب کبھی میں میدان میں فضائے حاجت کو جاتا ہوں تو خداوند تعالیٰ سے شرما کر اپنا سر ڈھک لیتا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں عمرو بن دینار روایت کی ہے کہ جناب صدیق نے فرمایا۔ خدا سے شرم کرو۔ واللہ جب میں پائخانہ میں جاتا ہوں تو اپنی کمر پائخانہ (ٹٹی خانہ) کی دیوار سے خدا تعالیٰ سے شرما کر لگا لیتا ہوں۔
(تاریخ الخلفاء)

ازواج و اولاد

حضرت ابوبکر نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانہ جاہلیت میں۔ دو بعد اسلام۔ ایام جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومان تھیں۔ قتیلہ قبیلہ بنی عامر سے تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لائیں ہجرت کے وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ان کو مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے۔ چند روز کے بعد مدینہ طیبہ بلا لیا۔ ماہ ذی الحجہ ۶ھ میں بمقام مدینہ منورہ رحلت کی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانہ اسلام میں ایک شادی حضرت ام رومان کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس سے ۸ھ میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے۔ حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت یہ دونوں بی بیاں زندہ تھیں۔

اولاد

تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبدالرحمٰن حضرت ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے عبداللہ قتیلہ کے بطن سے۔ غزوۂ طائف میں حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ تیر کا زخم پاؤں میں لگا اس کے صدمہ سے شوال ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرے لڑکے محمد ہیں۔ یہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ حضرت قاسم ان کے صاحبزادے تھے۔ جو فقہائے سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سے سب سے بڑی لڑکی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی والدہ قتیلہ تھیں۔ ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

دوسری لڑکی حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ ام المومنین عائشہ تھیں۔ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر کی حقیقی ہمشیرہ۔ یہ تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھیں۔ ان کا علم وفضل مسلّم ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے کہ جو آٹھ بزرگ صحابہ کرام میں اجتہاد وفقہ میں ممتاز تھے ان میں سیدہ صدیقہ بھی تھی۔

تیسری لڑکی حضرت ام کلثومؓ ہے ان کی والدہ حبیبہ بنت خارجہ تھی اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

لڑکوں میں سلسلہ نسب حضرت عبدالرحمان اور حضرت محمد سے چلا۔ حضرت عبداللہ کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

الباب الرابع

مناقب و فضائل و محامد و محاسن صدیقی

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں کتنی کروڑ مرتبہ خطیبوں نے برسر منبر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق ہونے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح ان کی فضیلت کی سچی شہادت علی روس الاشہاد اعلان ہے۔ آج بھی چار دانگ عالم میں جہاں جہاں اہل حق و معرفت ہیں۔ یہ پر عظمت صدا ہر جمعہ کو لاکھوں ممبروں پر بلند ہوتی ہے۔ علمائے کرام نے اس موضوع پر مستقل کتب تالیف فرمائی ہیں۔ مختصراً ہم بیان کرتے ہیں۔ فضائل صدیقی کی بنیاد تین شہادتوں پر ہے۔ آیات کلام پاک۔ احادیث نبوی اور اقوال صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و سلف صالحین۔

آیاتِ کلام مجید

(۲) اسی ترتیب سے ہم فضائل بیان کرتے ہیں۔

واللیل اذا یغشیٰ ہ والنہار اذا تجلیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ ہ ان سعیکم لشتّیٰ فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدّق

بالحسنیٰ فسنیسّرہٗ للیسریٰ ۔

قسم ہے رات کی جب ڈھانک لے اور دن کی جب روشن ہو اور نر مادہ پیدا کرنے کی ۔ ضرور تمہاری کوشش قسم قسم ہے ۔ جس نے دیا اور پرہیزگار ہوا ۔ اور سچ مانا اچھی بات کو تو ہم اس کو آہستہ آہستہ آسانی میں پہونچائیں ۔

وسیجنّبھا الاتقی ۔ الّذی یؤتی مالہٗ یتزکّٰی ۔ وما لاحد عندہٗ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ و لسوف یرضیٰ ۔

اور سب سے پرہیزگار جہنم کی آگ سے بچایا جائے گا ۔ جو دیتا ہے اپنا مال تزکیہ باطن کے لیئے اور نہیں اس پر کسی کا احسان ۔ جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی کے واسطے دیتا ہے ۔ اور ضرور آئندہ خوش ہوگا ۔

مفسّرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے راہ خدا میں حضرت بلال رضی وغیرہ کو (جو اپنے اسلام لانے کی وجہ سے اپنے کافر آقاؤں کے پنجۂ عذاب میں گرفتار تھے) خرید خرید کر آزاد کیا ۔ تو ایک روز آپ کے والد حضرت ابو قحافہ نے کہا کہ جان پدر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور اور حقیر غلاموں کو مول لے کر آزاد کرتے ہو ۔ کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرلیتے تو وہ تمہارے کام آتے ۔ اور پشت پناہ بنتے حضرت ابوبکر نے یہ سن کر جواب دیا کہ :۔

ابا جان ۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں ۔ اس پر آیات بالا نازل ہوئیں ۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اجماع امت اس پر ہے

کہ آیہ کریمہ وسیجنبہا الاتقیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں دستور تھا کہ آپ ضعیف اور بوڑھی عورتوں کو جب وہ اسلام لے آتیں تھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے والد نے فرمایا اے صدیقؓ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو۔ اگر ان کے بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کر د۔ تو آڑے وقت میں وہ تمہارے ساتھ ہو کر مدد کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اباجان! میرا مقصد محض خوشنودی اور رضائے مولا ہے۔ اس پر فاما من اعطیٰ واتقیٰ نازل ہوئی۔ (ابن جریر۔ تاریخ الخلفاء)

حضرت عروہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے سات ان آدمیوں کو جن کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں تکالیف دی جاتی تھیں آزاد کیا۔ اس پر وسیجنبہا الاتقیٰ نازل ہوئی۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ۔ نازل ہوئی۔ (بزار)

اس موقعہ پہ ایک نقطہ سن لینا چاہیئے۔ آیہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکر کو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا ہے۔ ایک دوسری آیت ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکل اول بنی۔ ابوبکر اتقاکم و

کلّ اتقاکم اکرمکم فابو بکرٍ اکرمکم۔

ابوبکر سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ بزرگ ہے۔ لہذا ابوبکر سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے۔ کہ احادیث سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی چار وجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اول امّت مرتبہ علیہ پانا۔ صدیقیت اسی سے مراد ہے۔ دوم ابتدائے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت۔ سوم نبوت کے کاموں کو اتمام تک پہنچایا چہارم آخرت میں علو مرتبہ۔

یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عملی قوت اور عقلی قوت حضرات انبیا علیہم السلام کی عملی وعقلی قوت سے مشابہ تھی جس مال کو راہِ خدا میں صرف کرکے حضرت ابوبکر لطف خداوندی سے ممتاز ہوئے۔ اس کی شان دیکھو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مال کو مثل اپنے مال کے بے تکلف خرچ کرتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ہم پر جس کا احسان ہے ہم نے اس کا بدلہ دے دیا۔ صرف ابوبکر کا احسان باقی ہے۔ اس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بخشے گا۔ اس حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث ملاؤ۔

یا ابابکرٍ اعطاک اللہ الرضوان الاکبر قال وما رضوانہ الاکبر قال ان اللہ یتجلّٰی للخلق عامۃ ویتجلّٰی لک خاصۃ

اے ابوبکر۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو سب سے بڑی خوشنودی سے سربلند فرمایا۔ عرض کیا سب سے بڑی خوشنودی اللہ کی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوق کے واسطے تجلی عام فرمائیگا اور تمہارے واسطے تجلی خاص۔ (حاکم)

اب تمہارے ذہن میں عطائے ربانی کا مفہوم آ سکے گا۔ ایک اور امر غور طلب ہے۔ آیات بالا میں حضرت ابوبکر کے خوش ہو جانے کا وعدہ ہے سورۃ والضحیٰ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش فرمانے کا وعدہ کیا ہے اس سے بھی حضرت صدیق اکبر کے علو مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو تو کچھ پرواہ نہیں۔ اللہ نے ان کی مدد اس وقت کی جب کافروں نے اُن کو نکال دیا اور وہ دو میں ایک تھے جب دونوں غار میں تھے جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے۔ ملول نہ ہو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو سکینہ کبھی زائل نہیں ہوئی۔ لہذا یہاں ابوبکر مراد ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

یعنی امام التفسیر ابن ابی حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے حبر الامۃ رئیس المفسرین

حضرت ابن عباس کا قول نقل فرما کر یہ بتلایا ہے کہ یہاں صرف حضرت ابوبکر ہی مراد ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قرآن شریف میں سیدنا ابوبکر صدیق کو وہی معیت الٰہی شامل ہے۔ جیسے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ مَعَنَا ارشاد فرما کر ظاہر فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضؓ دونوں ایک ہی معیت الٰہیہ میں شامل ہیں۔ اس مقام سے سیدنا صدیق کی رفعت شان اس طرح بھی آشکارا ہوتی ہے کہ ان کو وہ درجہ حاصل ہو گیا تھا جو موسیٰ علیہ والسلام کے نزدیک بھی تمام بنی اسرائیل کو حاصل نہ ہوا تھا اعدائے فرعون کے قریب آجانے پر بنی اسرائیل کے لئے وہی مقام تھا جو کفار قریش کے لب غار تک پہونچ جانے پر سیدنا صدیق کے لئے تھا۔ مگر بنی اسرائیل سے موسیٰ علیہ السلام نے اس مقام پر فرمایا۔ اِنَّ رَبِّیْ مَعِیَ۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ یعنی بنی اسرائیل ابھی اس درجہ تک فائز نہ تھے کہ وہ بھی اس معیتِ الٰہی میں بلا واسطہ شامل ہو سکتے۔ (رحمۃ للعالمین جلد نمبر ا)

امام سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی کا اظہار جملہ مسلمانوں پر فرمایا ہے۔ مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہر فعل رضائے الٰہی سے شرف اندوز رہا۔ اس کی دلیل میں وہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔ وَ انزل اللہ سکینتہ علیہ اور خدا نے اس پر سکینہ نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفا)

یہ وہ ارشاد ربانی ہے جو سائر صحابہ کرام میں کسی اور کے حق میں نہیں فرمایا گیا اور شان صدیقی کی رفعتِ و بلندی کو جملہ طبقات امم سابقہ میں وہ شہیر بلند پرواز

بنا دیتی ہے۔

نیز اس آیت میں اس موقع کا ذکر ہے جب ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت ابوبکر غار ثور تھے اس وقت کا ارشاد اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اس قوت ایمانی کا جلوہ دکھاتا ہے جس کے سامنے مخالفین نے بھی سر تسلیم و ادب خم کر دیا ہے۔ ایسے موقع پر صدیق اکبر کی محبت ان کے علو مرتبہ کی اعلیٰ شہادت ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

علو مرتبہ کا پایہ بلند تر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ جس کے آگے صرف رسالت اور نبوت کا مرتبہ ہے۔ جب اس ارشاد نبوی پر غور کیا جائے۔ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ اے ابوبکر تمہارا ان دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ جب کفار سرگرم تلاش غار ثور کے مومنہ پر آ کھڑے ہوئے ہیں اور یار غار کو ان کے پاؤں نظر آتے ہیں۔ تو ان کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے۔ اے اللہ کے رسول ہم تو پا لیئے گئے۔ اس وقت ارشاد بالا ہوتا ہے۔ غور کیجئے قرب الٰہی کا یہ وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ پاک اور رسول خدا اور صدیق اکبر ہیں۔ اللہ اکبر۔ ثانی اثنین میں دوسری شان ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیۂ کریمہ میں دو میں کا ایک فرمایا ہے۔ اس طرح صدیق اکبر آپؐ کے دوسرے ہوتے ہیں۔ یہ تقریب نبوی کا جلوہ ہے یہ رفاقت اور اثنینیت محض اتفاقیہ نہ تھی۔ نتیجہ تھی۔ اس فدائیت اور سرگرمیٔ خدمت کا جس کی سعادت روز ازل سے حضرت صدیق اکبر کے مقدر بن چکی

یارِ غار نے یہ معیت جان، مال، اہل عیال، ریاست و آسائش غرض جو کچھ ان کی بساط میں تھا۔ سب کچھ آپ پر قربان کر کے حاصل کی تھی۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم بان لھم الجنۃ۔

تم حالات صدیق میں پڑھ چکے ہو کہ وہ بعثت سے ایک سال پہلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور دوسرے ہوئے۔ ارشاد محمدی ہے (ابتدائے اسلام میں) میں نے کہا کہ میں سارے انسانوں کی جانب خدا کا رسول ہوں۔ تم نے کہا جھوٹ ہے لیکن ابوبکر نے کہا سچ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آغاز اسلام میں حرم محترم میں خانہ کعبہ کے قریب مشغول عبادت تھے۔ کفار حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور گلوئے مبارک میں چادر ڈال کر گھونٹتے ہیں۔ کسی نے صدیق اکبر سے جا کر کہا۔ اَدرِکْ صَاحِبَکَ۔ اپنے دوست کی خبر لو۔ یہ سن کر بے تابانہ آئے اور کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور یہ کہہ کر حملہ کیا:۔

ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وجاءکم بالبینات من ربکم۔

تم پر افسوس! کیا تم ایک شخص کو اس کہنے پر قتل کرتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس خدا کی جانب سے روشن دلیلیں لے کر آیا ہے۔

کافروں نے جو سلوک حضرت صدیق سے کیا وہ بھی تم پڑھ چکے ہو۔

جب ہجرت کا حکم آیا اور مدینہ منورہ کا ستارہ چمکا۔ یارِ غار سب کچھ چھوڑ کر ہمرکاب تھے
یادہ گولنیا معرکہ اور موقع تھا جہاں صدیق اکبر پروانہ وار شمع رسالت پر قربانی وامی
نہ تھے۔ اس جان نثاری اور جان بازی نے قلب اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ں وہ جگہ پائی کہ ہر موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

اناوابوبکرؓ وعمرؓ - میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ

ایک موقعہ پر جب حیوان کے بولنے کا ایک واقعہ آپ نے بیان کیا تو سامعین
تعجب کیا۔ ارشاد محمدی ہوا۔ میرا اور ابوبکر اور عمر کا اس پر ایمان ہے۔ حالانکہ
دونوں جلیل القدر صحابی حاضر نہ تھے۔

غزوہ بدر میں نشست گاہ نبوی کی پاسبانی حضرت صدیق کے سپرد ہوئی۔ یہ ایسا
خیز وقت تھا کہ اس کے لحاظ سے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت
بکر کو اشجع الناس (سب آدمیوں سے زیادہ بہادر) فرمایا ہے۔

حیات نبوی میں احکام دین بتانے میں ثانی ہوئے۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ
وسلم کی حیات مبارکہ وطیبہ کے زمانے میں سوائے یار غار کے کسی نے فتوے
ں دیا۔ ناسازی مزاج مبارک میں امامت ثانی ہوئے۔ حضرت سرور عالم و
بیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد خلیفہ رسول کی حیثیت سے ترقی
ں کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ اس وقت جس عزم اور قوت ایمانی کا ظہور
وہ صدیق اکبر کا حصہ تھا۔ مفارقت محبوبؐ کا صدمہ جان لے کر گیا۔

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا اصل مرض آں
رت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت تھی۔ جب تک زندہ رہے اس صدمہ

گھلتے رہے۔ حیات ظاہری ختم ہوئی تو پہلوئے مبارک میں جگہ ملی اور دوسرے ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے روز سب سے اول میری قبر کشادہ ہوگی پھر ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ کی۔

ارشاد محمدی ہے کہ میری امت میں سب سے اول ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ دعا فرمائی کہ الٰہی ابوبکرؓ کو جنت میں میرے درجہ میں جگہ دینا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں کہ سلوک رفا کن مقامات علیہ وعالیہ تک پہونچا ہے۔

صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو ضمنیت کبریٰ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور ان کی نسبت ابراہیمی ہے۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب أَوَّاهٌ (دردمند) ہے۔ صحابہ کرام بھی حضرت صدیقؓ کو اسی لقب سے یاد فرماتے تھے۔

(۳) هو الذی یصلی علیکم وملٰئکته لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما۔

وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے روشنی میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ جب آیت ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی۔ نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایسی نیک بات آپ کے لیئے نازل نہیں ہوتی کہ جس میں خدا تعالیٰ نے ہم کو شامل کیا ہو۔ مگر اس آیت میں ہم کو شامل نہیں کیا۔ اسی وقت آیت هو الذی یصلی الخ

لیکم نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا۔

اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔

حضرت حبر الامۃ ابن عباس سے روایت ہے کہ وصینا الانسان سے
وعد الصدق الذی کانوا یوعدون تک حضرت ابوبکر صدیق کی شان
میں نازل ہوئی۔ (ابن عساکر۔ تاریخ الخلفاء)

(۵) ونزعنا ما فی صدورھم من غل الخ ان کے سینوں سے کینہ نکال دیا۔

حضرت علی بن حسین سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر
حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (ابن عساکر۔ تاریخ الخلفاء)

(۶) وشاورھم فی الامر ۔ اور ان سے مشورہ لو ہر کام میں (آل عمران)

ترجمان القرآن حبر الامۃ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر
و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ حاکم)

حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے دو وزیر اہل
آسمان میں سے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور دو اہل زمین میں سے ہیں ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما (مشکوٰۃ) ارشاد ہے کہ ابوبکر و عمر میرے سمع (کان) بصر (آنکھ) ہیں۔

(۷) وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وصالح المومنین و
الملائکۃ بعد ذلک ظھیر۔ (التحریم)

اگر تم دونوں چڑھائی کرو۔ رسول پر تو اللہ تعالیٰ ان کا کارساز ہے اور جبرئیل
اور صالح اہل ایمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مفسرین سواد اعظم کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے شان میں نازل ہوئی صالح مومنین سے وہی مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس سے یوں ہی مروی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸) ولمن خاف مقام ربہ جنتان ط

اور جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

ابن حاتم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مذکورہ آیہ کریمہ حضرت سیدنا صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ سیوطی فرماتے ہیں اسباب نزول جو میری کتاب ہے اس میں میں نے بہت شرح کی ہے۔

(۹) والذی جاء بالصدق وصدق اولئک ھم المتقون۔

حضرت علی نے ایک مرتبہ قسم کھا کر کہا۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد کو بھیجا اور ابوبکر سے اس کی تصدیق کرائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۰) محمد رسول اللہ والذین معہ (الآیہ) اکثر مفسرین والذین معہ سے حضرت ابوبکر صدیق مراد ہیں۔

آیات بالا کے سوا جس قدر آیتوں میں صحابہ کرام سابقون الاولون، مہاجرین، مجاہدین اور مومنین کے اوصاف و فضائل ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکر بطریق اولی شریک ہیں۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بکثرت آیات قرانی سے فضائل صدیقی ثابت ہیں۔

احادیث خیر الانام

درفضائل

صدّیق رضؓ خلیفۂ اسلام

خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک سو اکیاسی [۱۸۱]
احادیث مروی ہیں۔ اٹھاسی احادیث ایسی ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت
ر کی فضیلت کا بیان ہے۔ سترہ حدیثیں ایسی ہیں۔ جن میں مجموعی طور پر خلفائے
ثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ہیں۔ چودہ (۱۴) حدیثوں میں خلفائے اربعہ رضی اللہ
نہم کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ یہ تعداد تو ان حدیثوں
ی ہے۔ جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں۔ جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین مومنین
برہ اہل ایمان وصلاح کے فضائل مذکور ہیں۔ وہ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی
ان میں صادق آتی ہیں۔ چند احادیث بطور تبرک بیان کرتا ہوں۔

(۱) ما دعوت احدًا الی الاسلام الّا کانت لہٗ کبوۃ وتردّدٌ
ونظرٌ الّا ابا بکر ما عتم عنہ حین ذکرتہٗ وما تردّد
فیہ۔ (ابن اسحاق)

میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر اس میں اس کی طرف سے ایک
نہ کراہت، تردد اور فکر پائی۔ لیکن ابوبکر سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا

تو انہوں نے بلا تردّد و توقف قبول کر لیا۔

(۲) هل انتم تارکون لی صاحبی انی قلت ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعًا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت۔

(بخاری)

کیا تم میرے دوست کا ستانا میری خاطر چھوڑ دو گے۔ میں نے کہا۔ اے لوگوں میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں تم نے کہا جھوٹ ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا سچ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت ابوبکر فوراً نادم ہوئے اور معافی چاہی۔ فاروق اعظم نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا ابوبکر یغفر لک، یا ابوبکر یغفر لک، اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے۔ اے ابوبکر تمہاری خطا اللہ بخشے۔ اس عرصہ میں حضرت عمرؓ کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہونچے۔ وہاں نہ ملے تو کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ تو چہرہ انور غصہ سے متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے۔ اور گھٹنوں کے بل گر کر دو بار عرض کی انا کنت اظلم منہ (زیادتی میری جانب سے ہوئی) اس وقت جناب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا ارشاد فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایذا نہیں پونچائی۔

(۳) ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیاً۔ (ابونعیم۔ عبدالرحمٰن بن حمید)
سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا۔ جو ابوبکر سے زیادہ بزرگ ہو۔

(۴) ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبیاً۔
سوائے نبیوں کے ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔

(۵) ان اللہ یکرہ فوق السماء ان یخطاء ابوبکر۔
اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر خطا کریں۔

(۶) عن عمرو بن العاص قال قلت یا رسول اللہ من احب الناس الیک قال عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا قلت ثم من قال عمر بن الخطاب۔ (بخاری و مسلم)
عمرو بن عاص کہتے ہیں۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب آدمیوں سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ میں نے کہا مردوں میں سے۔ فرمایا ابوبکر۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کو حضرت انس حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے بھی روایت کیا ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۷) عن علی بن ابی طالب قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ اذ طلع ابوبکر و عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لابی بکر وعمر هذان سید اکہول اہل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرہما یا علیؓ ما داما حیین۔ (ابن ماجہ عن الشعبی عن علی)

حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نمایاں ہوئے۔ آپ نے ان کی نسبت فرمایا۔ یہ دو انبیاء اور مرسلین کے سوا سارے اگلے پچھلے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں۔ ان کو خبر نہ کرنا۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت جابر بن عبد اللہ نے بھی روایت کی ہے

(۸) ارحم اُمّتی بامّتی ابو بکرؓ۔ (ترمذی۔ احمد)

میری امّت میں میری امّت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں۔

(۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبیّ الا ولہ وزیران من اہل السماء ووزیران من اہل الارض فامّا وزیرای من اہل السماء فجبرائیل ومیکائیل وامّا وزیرای من اہل الارض فابوبکرؓ وعمرؓ۔ (ترمذی)

رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ جس کے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبریل اور میکائیل ہیں۔ اور اہل زمین سے ابوبکر و عمر ہیں۔

(۱۰) ابوبکر فی الجنۃ (اصحاب سنن وغیرہ) ابوبکر جنتی ہیں۔

(۱۱) ان اهل الدرجات العلٰی لیراهم من تحتهم کما ترون النجم الطالع فی اُفق السماء وانّ ابابکرٍ وعمر منهم وانعما

بلند مرتبہ جنتیوں کو نیچے کے درجے والے اس طرح دیکھیں گے۔ جس طرح تم کنارہ آسمان پر روشن ستارے دیکھتے ہو۔ ابوبکر اور عمر ان ہی میں سے ہیں۔ (ترمذی طبرانی۔) ابن ماجہ باختلاف الفاظ

(۱۲) ان رسول اللّٰہ علیہ وسلم کان یخرج علٰی اصحابہ من المهاجرین والانصار وهم جلوس فیهم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیه احد منهم بصرہ الا ابوبکرٍ وعمر فانهما کانا ینظران الیه وینظر الیهما ویتبسمان الیه ویتبسم الیهما۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام مہاجرین اور انصار کے مجمع میں تشریف لاتے تھے جن میں حضرت ابوبکر و عمر بھی ہوتے تھے۔ اہل جلسہ میں سے کوئی صاحب آپ کی جانب نگاہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ سوائے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے۔ یہ دونوں صاحب آپ کی جانب دیکھتے اور مسکراتے تھے۔ آپ بھی ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے۔

(۱۳) انّ رسول صلے اللّٰہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدهما عن یمینه والاٰخر عن شماله وآخذ بایدیهما وقال هٰکذا انبعث یوم القیامة (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

ایک روز حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے

مسجد میں اس شان سے تشریف لائے۔ کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر آپ کے دائیں بائیں تھے۔ اور آپ ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور فرمایا ہم اسی طرح قیامت کے دن اُٹھیں۔

دیکھو! یہ اسی کا انتظام ہے کہ وہ دونوں صحابی روضۂ اقدس میں پہلوئے مبارک میں مدفون ہیں۔ اللہ اکبر! زہے قسمت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما۔

(۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من تنشق عنہ الارض ثم ابو بکر ثم عمر۔ (ترمذی و حاکم)

حضرت سرور عالم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب سے اوّل میرے اوپر زمین کشادہ ہوگی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے۔

(۵) اِنّ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم رای ابا بکر و عمر فقال ھٰذان السمع والبصر۔ (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں سمع و بصر ہیں۔

(۶) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انت صاحبی علے الحوض وانت صاحبی فی الغار۔ (ترمذی)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم میرے رفیق حوض کوثر پر ہو۔ اور میرے رفیق غار میں۔

(۷) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابا بکر ولو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت

ابا بکر خلیلاً ولکن اُخوّۃ الاسلام۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن شخصوں کا میرے اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے۔ ان میں ابوبکر ہیں۔ اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دلی دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اخوت اسلام ہے۔

یہ حدیث تیراں صحابیوں نے روایت کی ہے۔ امام سیوطی نے اس حدیث کو متواتر حدیثوں میں داخل کیا ہے۔

(۱۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لاحد عندنا یدٌ الا وقد کافیناہ الا ابا بکر فان لہٗ عندنا یدا یکافئہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احدٍ قطّ ما نفعنی مال ابی بکر قال فبکی ابو بکر وقال یا رسول اللہ ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ۔

حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو۔ مگر ابوبکرؓ کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا بدلہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن دے گا۔ اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھے نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

حضرت ابوبکر اس ارشاد گرامی کو سن کر رو دئے اور کہا یارسول اللہ کیا میرا مال آپ کا مال نہیں (ابن ماجہ جلد نمبر ا)

(۱۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسّان بن ثابتؓ ھل قلت فی ابی بکرٍ شیئاً قال نعم فقال قل وانا اسمع۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا۔ کہ تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے۔ جواب دیا۔ کہا ہے۔ فرمایا مجھ کو پڑھ کر سناؤ انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

شعر

(۱) وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدوا بہ اذ صعد الجبلا

اور بلند غار میں وہ دو میں سے ایک تھے جب دشمن پہاڑ پر چڑھ کر گرد گھوم رہے تھے۔

(۲) وکان حب رسول اللہ قد علموا من
البریۃ لم یعدل بہ احدًا

وہ رسول اللہ کے محبوب ہیں اور لوگوں کو تحقیق کے ساتھ اس کا علم ہے کہ ساری مخلوق میں آپؐ کے نزدیک ان کے برابر کوئی نہیں۔

فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان ھو کما قلت۔ (سیرۃ الصدیق)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہوگئے اور فرمایا اے احسان تم نے سچ کہا۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا۔

(۲۰) عن ابی الاروی الدوسی قال کنت عند رسول اللہ فاقبل ابوبکر و عمر فقال الحمد للہ الذی ایدنی بکما

حضرت ابوالاروی دوسی سے روایت ہے کہ میں حضرت سرور عالم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر آئے۔ ان کو دیکھ کر آپ نے فرمایا خدا کا

شکر ہے جس نے تم دو لوں کے ذریعے میری تائید کی ۔ (دینار۔ حاکم)

(۲۱) قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر صاحبی فی الغار وسدوا کل خوخۃ فی المسجد الا خوخۃ ابی بکر

حضرت سرور عالم نے فرمایا ۔ ابوبکر غار میں میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس تھے ۔ مسجد میں جتنی کھڑکیاں ہیں ۔ سب بند کر دو مگر ابوبکر کی کھڑکی کھلی رہے ۔

(عبد اللہ بن احمد)

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اس کے گرد مکانات تعمیر ہوئے تھے ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کھڑکیاں (دروازے) مسجد کی جانب تھے ۔ رحلت کے قریب فخر موجودات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ کہ سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں ۔ ابوبکر کی کھڑکی مستثنیٰ رہے ۔ حبر ثانی اس حدیث کا مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے ۔

(۲۲) اللھم اجعل ابا بکر فی درجتی فی الجنۃ یوم القیامۃ ۔

ارشاد مبارک ہے کہ الٰہی ابوبکر کو قیامت کے دن جنت میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا ۔

(۲۳) یا ابا بکر انت عتیق من النار ۔ (حاکم ۔ ابن عساکر)

ارشاد مبارک ہے ۔ اے ابوبکر اللہ نے تم کو دوزخ سے آزاد کر دیا ہے ۔

(۲۴) یا ابا بکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر قال وما رضوان اللہ الاکبر قال ان اللہ یتجلی للخلق عامۃ ویتجلی لک خاصۃ ۔ (حاکم)

ارشادگرامی ہے اے ابوبکر بارگاہ ایزدی سے تم کو سب سے بڑی خوشنودی عطا ہوئی ہے۔ دریافت کیا۔ سب سے بڑی خوشنودی کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے لئے تجلی عام فرمائے گا۔ اور تمہارے لیئے خاص۔

(۲۵) ابی اللہ والمؤمنون ان یختلف علیک یا ابا بکر۔

اے ابوبکر۔ اللہ تعالیٰ اور تمام مومنوں کو اس سے سخت انکار ہے کہ تمہارے متعلق اختلاف ہو۔ (امام احمد۔ ابونعیم)

(۲۶) ان لم تجدینی فأتی ابا بکر (تاریخ بخاری)

اگر تم مجھ کو نہ پاوے۔ تو ابوبکر کے پاس آنا۔

ایک صحابی بی بی نے مدینہ آکر مسئلہ دریافت کیا۔ جب رخصت ہونے لگیں تو عرض کیا کہ یارسول اگر آئندہ میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو مسئلہ کس سے دریافت کروں۔ اس کے جواب میں آپ نے مندرجہ بالا ارشاد گرامی صادر فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

(۲۷) مروا ابابکر فلیصل بالناس (بخاری۔ مسلم)

ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔

جب مرضِ وفات میں آپ مسجد میں تشریف لے جاکر امامت نہ فرما سکتے تو ارشاد بالا فرمایا۔

(۲۸) نعم وارجوا ان تکون منھم

ہاں میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہوگے۔

ایک بار حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازوں اور ان میں

ہوکر داخل ہونے والوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق نے پوچھا کہ یارسول اللہ کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے داخل ہو۔ اس کے جواب میں حدیث مذکور ارشاد ہوئی۔

(۲۹) ما اوحی الیّ شیٔ الا حببتہٗ فی صدر ابی بکر۔ (ریاض النضرۃ)

جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اس کو ابوبکر کے سینہ میں بچوڑ دیا۔

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے اس حدیث شریف کو بکثرت روایت کیا۔

(۳۰) ما فضّلکم ابوبکرٍ بفضل صوم ولا صلاۃٍ ولکن بشیٔ وقر بصدرہٖ۔ (ریاض النضرۃ)

ابوبکر کو تم پر نماز روزے کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہے۔ جو اُن کے سینہ میں ہے۔

(۳۱) من اصبح منکم الیوم صائماً قال ابوبکرٍ انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکرٍ انا قال فمن اطعم منکم الیوم مسکیناً قال ابوبکرٍ انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضاً قال ابوبکرٍ انا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ الّا دخل الجنۃ۔ (مشارق الانوار)

فرمایا تم لوگوں میں سے آج کون روزہ دار ہے۔ ابوبکر میں ہوں یارسول اللہ پھر فرمایا کون آج جنازہ کے ساتھ چلا ہے۔ ابوبکر نے کہا میں۔ فرمایا کس نے آج محتاج کو کھانا کھلایا ہے۔ ابوبکر نے کہا میں نے۔ فرمایا کس نے آج بیمار کی عیادت کی ہے ابوبکر نے کہا میں نے۔ فرمایا جس میں یہ چار باتیں جمع ہوں۔ وہ بہشت

میں داخل ہوگا۔ (مشارق الانوار)

(۳۲) انک یا ابوبکر اول من یدخل الجنۃ من امتی (حاکم۔ ابوداؤد)
ابوبکر۔ امت محمدیہ میں تم وہ شخص ہو جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔

(۳۳) عن حذیفۃ بن الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمر۔ (ابن ماجہ)
حضرت حذیفہ بن یمان روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تم میں زندہ رہوں۔ میرے بعد تم آدمیوں کی اقتدار کرنا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ فرمایا۔

(۳۴) عن عبد اللہ سلمۃ قال سمعت علیا یقول خیر الناس بعد رسول اللہ ابوبکر وخیر الناس بعد ابی بکر عمر۔ (ابن ماجہ)
عبداللہ بن سلمہ روایت کرتے ہیں۔ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد سب لوگوں میں سے بہترین ابوبکر تھے۔ اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

(۳۵) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ازروئے تکبر اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو نظر عنایت قیامت میں نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اگر کوئی شخص میرا کپڑا لٹکتا دیکھے تو میں عہد کرتا ہوں کہ وہ شخص اس کو

فوراً پھاڑ ڈالے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ کام ازروئے تکبر کے نہیں کرتے ہو۔ (بخاری۔ تاریخ الخلفاء)

(۲۶) حضرت انس رضی اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر)

(۲۷) حضرت سہل بن سعدؓ نے ایک حدیث اسی طرح کی بیان کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲۸) حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائے گا۔ مگر ابوبکر صدیق سے محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲۹) حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں۔ جب خداوند تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں کہ اس بندہ کو جنت دی جائے تو ان میں سے ایک اس کے اندر ڈال دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ان میں سے کون سی خصلت مجھ میں بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب خصلتوں کے جامع ہو۔ (تاریخ الخلفاء۔ بحوالہ ابن عساکر)

(۳۰) ابن عساکر روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں لوگ زیادتی اور ہجوم کی وجہ سے اڑ کر بیٹھتے تھے کہ مثل دیوار قلعہ کے حلقہ ہوجاتا تھا مگر بایں ہمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نشست کی جگہ بافراغت اور

کشادہ پڑی ہوتی تھی۔ کوئی شخص طمع نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کی جگہ آکر بیٹھ جائے جس وقت ابوبکر تشریف لاتے تو اپنی جگہ بیٹھ جاتے اور اپنا چہرہ اور روئے سخن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی طرف پھیر لیتے اور لوگ سنا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں جب میں آسمانوں پر گیا تو میں نے آسمانوں میں جگہ جگہ اپنا نام اور اپنے نام کے پیچھے حضرت ابوبکر کا نام لکھا ہوا دیکھا۔

(تاریخ الخلفاء بحوالہ ابویعلیٰ)

حضرت ابن عباس۔ ابن عمر۔ انس۔ ابوسعید خدری۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ باسناد ضعیف۔ مگر ایک اسناد دوسرے اسناد پر تقویت ضرور کرتی ہے۔

(۴۲) حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یا ایتہا النفس المطمئنۃ تلاوت کی۔ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا اچھے الفاظ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے موت کے وقت تم سے اسی طرح خطاب کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن ابی حاتم وابونعیم)

(۴۳) عامر بن عبداللہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آیت ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا یارسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں تو میں ضرور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن ابی حاتم)

(۴۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ جو شخص کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا۔ وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے خدا کے بندے ادھر آ۔ یہ دروازہ اچھا ہے۔ پس جو شخص نمازی ہے نماز کے دروازہ سے، جو شخص اہل جہاد ہے، جہاد کے دروازہ سے۔ جس کا نام ریان ہے پکارا جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ زہے قسمت اس شخص کی کہ ان تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ یارسول اللہ کیا کوئی شخص ان تمام دروازوں سے بھی پکارا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں امید کرتا ہوں کہ جو شخص ان تمام سے پکارا جائے گا۔ ان میں سے تم ہو گے۔ (بخاری ومسلم)

(۴۵) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتانی جبرائیل علیه السلام فاخذ بیدی فارانی باب الجنة التی تدخل منه امتی فقال ابوبکر یارسول الله وددت انی کنت معک حتی انظر الیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما انک یا ابا بکر اول من یدخل الجنة من امتی۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے حضرت جبرائیل علیہ وسلم میرے پاس اور پکڑا میرا ہاتھ۔ پس مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہو گی۔ یہ سن کر حضرت صدیق کہنے لگے یا رسول اللہ کاش میں آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا وہ دروازہ

دیکھنا جو آپ نے دیکھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار اے ابوبکر! میری امت میں سے سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہوگے۔

قال الطیبی رحمۃ اللہ علیہ لما تمنّٰی رضی اللہ عنہ بقولہ وددت والتمنی انما یستعمل فیما لا یستدعی علی امکان حصولہ قیل لہ لا تمنّ النظر الی الباب۔ فانّ لک ما ھو اعلیٰ منہ واجلّ وھو علیٰ ذٰلک فیہ اوّل اُمّتی۔

حضرت امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لفظ وَدِدتُ کہہ کر آرزو کی اور آرزو وہاں کی جاتی ہے۔ جب کسی چیز کے حصول کا امکان نہ ہو۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آرزو اور تمنا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے کو دیکھنے کی آرزو مت کرو۔ بلکہ تمہارے لئے اس سے بھی اعلیٰ وارفع مقام ہے اور وہ ہے تمام امت سے پہلے جنت میں داخل ہونا۔ لہٰذا یہ مقام جنت کے دروازہ دیکھنے سے افضل ہے۔

(۱۶۱م) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک چرواہا ایک جگہ بکریاں چرا رہا تھا۔ اتفاقاً ایک بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کر دیا۔ اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کر کے اس بکری کو چھڑا لیا۔ اس وقت بھیڑیئے نے کہا اس دن کیا ہوگا۔ جب بکریوں میں تو نہیں ہوگا۔ بلکہ میں ہی ہوں گا۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے۔ جو شخص ایک بیل کو لیئے ہوئے جس پر کچھ لدا ہوا تھا گزرا بیل نے ادھر دیکھ کر کہا کہ میں لدنے کے لیئے نہیں پیدا کیا گیا۔ بلکہ میں کھیتی

کے لیئے پیدا کیا گیا ہوں۔ حاضرین نے یہ سن کر حیرت سے کہا کہ تعجب ہے کہ بیل بولنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تصدیق میرے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی کریں گے۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات اس وقت یہاں موجود نہیں تھے۔ مگر جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی تکمیل ایمان کی وجہ سے اور ایمان کامل کے بھروسہ پر یہ فرمادیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ حضرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور ہی تصدیق کریں گے۔

(بخاری ومسلم)

(۴۷) ابن مردویہ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس طلوع آفتاب کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے فجر سے پہلے خواب دیکھا کہ مجھے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں ایک ترازو بھیجا گیا۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلہ میں میں رکھا گیا دوسرے پلہ میں ساری امت رکھی گئی تو میرا پلہ بھاری رہا۔ اس کے بعد ابوبکر کو ساری امت سے تولا گیا تو ابوبکر بھاری ہوئے۔ اس کے بعد عمر لائے گئے۔ انہیں ابوبکر کی جگہ رکھ کر تولا گیا تو عمر کا پلہ بھاری رہا۔ پھر ان کی جگہ عثمان کو رکھ کر تولا گیا تو عثمان کا پلہ بھاری رہا۔ پھر ترازو آسمان پر اٹھالی گئی (بحوالہ ازالۃ الخفاء)

(۴۸) ابوداؤد میں بھی ایک روایت ہے جو اس کے قریب قریب الفاظ میں آتی ہے۔ لیکن وہ کسی صحابی کی خواب تھی جس کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر خلافت سے فرمائی تھی۔

صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال

دربارہ

شانِ صدیقی

(۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لابی بکر یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اے سب آدمیوں سے بہتر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

(۲) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو بکر سیدنا (بخاری)
فاروق اعظم کا یہ قول ہے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔

(۳) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لو وزن ایمان ابی بکر
بایمان اہل الارض لرجح بهم ۔ (بیہقی)

حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان سارے زمین کے اہل
ایمان سے تولا جائے تو اس کا پلّہ بھاری ہی رہے گا۔

(۴) قال علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیر هذه
الامۃ بعد نبیها ابو بکرؓ و عمرؓ۔

حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا ہے کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد
ابوبکر اور عمر سب سے بہتر ہیں۔

(۵) امام سیوطیؒ کا قول ہے کہ امام ذہبیؒ نے اس حدیث کو متواتر لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا قول ہے کہ اسّی بزرگوں نے اس حدیث کو حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔

(۶) قال علیؓ رضی اللہ عنہ والّذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قطّ الّا سبقنا ابو بکر۔ (طبرانی اوسط)

حضرت علی نے فرمایا ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیکی کی طرف نہیں جھپٹے مگر یہ کہ ابوبکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے

(۷) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(۸) قال علیؓ رضی اللہ عنہ خیر الناس بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکر وعمر لا یجتمع حبّی و بغض ابی بکر وعمر فی قلب مؤمن۔ (طبرانی)

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ میری محبت اور ابوبکر وعمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

(۹) قال علی رضی اللہ عنہ فھو اشجع الناس (بزار)

لہٰذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں۔

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے دریافت فرمایا کہ

بتاؤ سب سے زیادہ کون بہادر ہے۔ سب نے کہا آپ فرمایا میں

تو جس سے لڑا۔ میں نے اس سے حق کا بدلہ لے لیا۔ سب سے زیادہ شجاع آدمی کا نام لو۔ عرض کیا ہم کو نہیں معلوم۔ فرمایا ابوبکر۔ غزوہ بدر کے معرکہ میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سایہ دار نشست گاہ بنادی تھی۔ اس کے بعد پوچھا گیا کہ کون شخص یہاں پاسبانی کرے گا جو کفار کو آپ کے پاس نہ آنے دے۔ یہ سن کر واللہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ آیا۔ مگر ابوبکر۔ وہ تلوار کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی مشرک آپ کے قریب آتا۔ تو وہ شمشیر بکف اس پر حملہ آور ہوتے۔ لہٰذا ابوبکر سب سے زیادہ شجاع ہیں۔

(۱۰) عن ابی یحیٰ قال لا احصی کم سمعت علیاً یقول علی المنبر ان اللہ عز وجل سمّٰی ابا بکر علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقاً۔ (دار قطنی فی الافراد)

ابو یحیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علی کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ابوبکر کا نام صدیق رکھا۔

(۱۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوبکر کی وفات کی خبر سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اُن کے مکان پر یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے۔ الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ۔ آج خلافتِ نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

جس مکان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک تھی۔ اس کے

دروازہ پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ (جس کا میں وفات کے ضمن میں ذکر کر آیا ہوں) جو فی الحقیقت صدیق اکبر کے اوصاف باطنی اور ظاہری اور ان کے مراتب و فضائل کا پورا تبصرہ ہے۔ اس خطبہ سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت شیر خدا کے دل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور محبت کس قدر تھی۔

(۱۲) ربیع بن یونس کا قول ہے کہ ابو بکر کی مثال کتب سابقہ میں بارش سے دی گئی ہے کہ جہاں پڑتی ہے نفع بخشتی ہے۔ انبیاء سابقین کے اصحاب میں مجھے کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت ابو بکر جیسا ہوں۔ (عشرہ مبشرہ)

(۱۳) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے۔ کاش میں ابو بکر کے سینہ کا بال ہوتا نیز فرمایا جس حالت میں میں ابو بکر کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ اس کی مجھے بھی آرزو ہے۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ ابو بکر کے بدن کی خوشبو مشک سے بہتر ہے۔

(۱۴) ابو حصین کا قول ہے کہ دنیا آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء و مرسلین کے بعد ابو بکر جیسا کوئی بھی نہیں ہوا۔ مرتدین پر فوج کشی کرنے میں آپ نے ایک نبی کا سا فعل کیا۔

(۱۵) محمد بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ سے عرض کی کہ بعض لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ میری تسکین فرما دیجئے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اُن کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت بصری غصہ سے بھر گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کیا تمہیں اس میں شک ہے۔ واللہ خدا نے

ہی اُن کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور کیوں نہ بناتا۔ وہ سب سے زیادہ عالم تھے۔ ان کے دل میں سب سے بڑھ کر خوف خدا تھا۔ وہ خلیفہ بنائے جاتے یا نہ بنائے جاتے وہ تا وفات اسی حالت میں رہتے۔

(۱۶) سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو عقل و فراست میں تین شخص سب سے بڑھے ہوئے تھے ان میں بھی ایک ابوبکر صدیق تھے۔

(۱۷) حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ نہ ہوتے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی دیکھائی نہ دیتا۔

(۱۸) حضرت امام ذہبی قدس سرہ کا قول ہے کہ چار خصوصیات ابوبکر صدیق میں ایسی ہیں کہ کسی کو نصیب نہیں۔ آپ کے سوا کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ رفاقت غار کا شرف آپ کو ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امام بنایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں ہجرت کی۔

(۱۹) راقم کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز ابوبکر صدیق کا مقتدی بن کر ادا فرمائی۔ یہ سیّدنا صدیق اکبر کی پانچویں خصوصیت ہے

(۲۰) ابوجعفر کا قول ہے کہ ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام کی سرگوشی سنا کرتے تھے۔ گو انہیں دیکھ نہ سکتے تھے۔ یہ ان کی چھٹی خصوصیت ہے

(۲۱) سیّدنا ابوبکر کی چار نسلیں صحابی ہیں۔ خود سیّدنا ابوبکر۔ ان کے والد۔ ان کے بیٹے عبدالرحمان اور سیّدنا عبدالرحمان کے بیٹے حضرت عتیق اور یہ سیّدنا صدیق اکبر کی ساتویں خصوصیت ہے۔

اشعار

(۲۲) ملک الشعراء دربار نبوی حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر کی شان میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اذا تذکرت الشجو من اخی ثقۃ
واذکر اخاک ابا بکر بما فعلا

جب تم رنج وغم کے ساتھ کسی بھائی کا ذکر کرو۔ تو ابوبکر کو بھی یاد کرو۔ جو ہم سے جدا ہو گئے۔

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا
بعد النبی واوفاھا بما حملا

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین خلق، سب سے زیادہ متقی اور عادل ہیں۔ وہ اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

والثانی التالی المحمود مشہدہٗ
واول الناس ممن صدق الرسلا

وہی ہیں جن کو قرآن میں ثانی اثنین کہا گیا ہے اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی ہے وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔

وکان حب رسول اللہ قد علموا
خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا

سب جانتے ہیں کہ ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے۔ وہ بہترین خلق تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برابر کسی کا درجہ نہ سمجھتے تھے۔

(۲۳) حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

(۱) وسمیت صدیقا و کل مہاجر
سواک یسمی باسمہ غیر منکر

آپ ہی کو صدیق کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ تمام مہاجر سوائے آپ کے اپنے اپنے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس پر کسی کا انکار نہیں۔

(۲) سبقت الی الاسلام واللہ شاھد
وکنت جلیسا بالعریش المشتھر

خدا شاہد ہے۔ آپ ہی کو سبقت الی الاسلام ہے اور عریش کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نشینی کا درجہ آپ ہی کو حاصل ہے۔

(۳) وبالغار اذ سمیت بالغار صاحبا
وکنت رفیق النبی المطھر

غار میں آپ ہی تھے اور صاحب الغار آپ ہی کا نام ہے اور آپ ہی نبی مطہر کے رفیق ہیں۔

(۲۴) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کبھی شک نہیں کیا (ابن عساکر)

(۲۵) زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی ہیں۔

(۲۶) ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا لقب ان کے رحم دل اور رأفت قلب ہونے کی وجہ سے اَوَّاہ (رحم دل) مشہور ہو گیا تھا (ابن سعد)

خُلقِ صدیقی پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی تقریر

واللہ! میرے والد کو کوئی بلند سے بلند ہاتھ نہیں چھو سکتا۔ وہ محفوظ قلعہ اور دراز سایہ تھے۔ انہوں نے تمہاری حاجت روائی کی جب تم محتاج ہوئے۔ وہ آگے بڑھے۔ جب تم سست ہوئے، ایسے جیسا عمدہ گھوڑا جیت کے نشان پر پہونچنے کے لیئے سب کے آگے نکل جاتا ہے۔ وہ بچپن و جوانی اور پیرانہ سالی میں قریش کے نامور مرد تھے۔ محتاجوں کی دست گیری کرتے۔ اسیروں کو رہائی دلاتے۔ ان کی شکستگی کو جوڑتے۔ وَلَمَّ شَعْثَهَا اور ان کی پراگندگی کو جمعیت سے بدل دیتے حتیٰ کہ عزیز القلوب ہو گئے تھے۔ لوگوں نے ان کے دین کی طرف گردنیں بلند کیں۔ ہمیشہ خدا سے مشغول رہے حتی اتخذ بفنائه مسجداً یہاں تک کہ گھر میں مسجد بنائی تھی۔ احیی بہ ما امات المبطلون باطل پرستوں نے جن امور یعنی توحید کو مٹا دیا تھا۔ انہوں نے ان کو زندہ کیا وہ خوف سے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ اور ان کی پسلیاں پھڑکتی رہتی تھیں۔ اور سینہ میں دردمند دل رکھتے تھے۔ فالصفقت علیہ نسوان مکہ وولدانہا یسخرون منہ ویستھزؤن بہ مکہ معظمہ کی عورتیں اور بچے ان پر تالیاں بجاتے اور ان کا تمسخر اڑاتے واللہ یستھزی بہم ویمدھم فی طغیانہم یعمھون لیکن فی الحقیقت خود اللہ تعالیٰ ان مستہزئین سے استہزاء کر رہا ہے اور ان کو اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھانے کے لیئے چھوڑ دیا تھا میرے والد کا ایمان قریش پر سخت ناگوار تھا۔ قریش نے ان کی طرف کمانیں جھکا

دین اور تیروں سے ان کو نشانہ بنایا۔ پھر بھی ان کو جھکا نہ سکے۔ وہ اپنی روش پر قائم رہے حتیٰ کہ دین کا نشان گڑ گیا۔ اور خوب جڑ پکڑ گیا۔ جبکہ ہر فرقہ اور قبیلہ کے لوگ اس میں اِدھر اُدھر سے آکر فوج در فوج داخل ہونے لگے تھے۔ اختار الله لرسوله صلے الله علیہ وسلم ما عنده۔ خدا تعالےٰ نے بھی اپنے رسول کے لیئے اسی کا مال پسند کیا۔ اور منتخب فرمایا۔ فلمّا قبض رسول الله صلے الله علیہ وسلّم ضرب الشیطان وثاقہ وشدّ طعنیہ ونصب حبائلہٗ واجلب بخیلہٖ ورجلہٖ۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک ہوئی۔ تو شیطان نے لوگوں کے دلوں پر تنبوتان لیئے۔ اور طنابیں مضبوط کرلیں۔ اور اپنے لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہُوا۔ واضطرب حبل الدّین والاسلام ومرج عھدہ وماج اھلہٗ وعاد مبرمہٗ وبغی الغوائل۔ دین اور اسلام کی ہیئت میں اضطراب ہوا۔ اور بنی ہوئی بات بگڑنے لگی اور مسلمانوں میں فساد برپا ہوگیا۔ لوگ مرتد ہوگئے۔ وظن رجال ان قد اکثبت اطماعھم بدنیتوں نے طمع پر کمر باندھ لی۔ اور قیامت کا خوف دلوں سے نکل گیا۔ صدیق ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ دفعتہٗ میرے والد برہنہ پا کمر بستہ ہوگئے اور سمٹے ہوئے دین کو پھیلا دیا اس کے انتشار کو جمعیت سے بدلا۔ اس کی کجی کو سیدھا کیا۔ نفاق کو بھگایا۔ اور دین استوار ہو گیا۔ حق کو امن میں آرام ملا۔ ڈگمگاتے ہوئے سر شانوں پر ٹھہر گئے۔ فلما اراح الحق علیٰ اھلہ واقوالرؤس علیٰ کواھلھا وحقن الدما فی اھبھا۔ خون کھالوں سے بہتے بہتے محفوظ ہوگیا۔ ان کے مرنے سے جو رخنہ پیدا ہوا اس

کو اپنی ہی جیسی سیرت و عدالت والے شخص یعنی عمر بن الخطاب سے بند کر دیا۔ مبارک ہے وہ ماں جس کے شکم میں ایسا بچہ رہا اور جس نے ایسے بچہ کو دودھ پلایا جس نے کفار کو پامال کیا اور شرک کا استیصال کیا۔ زمین کو نجاست سے پاک کیا۔ چنانچہ پھر اس زمین نے بھی اپنی پیداوار نکال باہر کیں۔ اور چھپے ہوئے خزانے اگل دیئے۔ دنیا ان کے سامنے آتی تھی۔ وہ اس سے اعراض کرتے۔ پھر انہوں نے فئے کی آمدنی کو مسلمانوں پر تقسیم کیا اور رسول اللہ علیہ وسلم کے عہد کے موافق چھوڑ کر انتقال کیا۔ اب تم تو لوگ مجھے بتاؤ۔ تم کو کونسی برائی نظر آتی ہے۔ اور کون سے دن کی وجہ سے میرے والد کو برا کہتے ہو۔ آیا اس دن کی وجہ سے جس میں کہ یہ کہتا ہوا چل بسا۔ اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لی ولکم۔ خدا میری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

(اشہر المشاہیر الاسلام جزاول باب مناقب صدیق)

آخر میں ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کر کے ختم کرتے ہیں ؎

مختصر با تو بگفتم و بدل ترسیدم ✤ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

عن انس بن مالک قال جاء رجل الی النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ متی السّاعۃ قال وما اعددت لھا قال حبّ اللہ ورسولہ قال فانّک مع من احببت قال انسؓ فما فرحنا بعد الاسلام فرحًا اشدّ من قول النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم فانک مع من احببت قال انس فانا احبّ اللہ

ورسولہٗ وابابکرؓ وعمرؓ فارجوا ان اکون معھم وان لم اعمل باعمالھم۔ (مسلم نور محمدی صفحہ ۳۳۲ جلد ۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں۔ ایک آدمی بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ یارسول اللہ قیامت کب ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے لیئے کیا تیار کیا ہے۔ صرف حب اللہ اور حب رسول کا سرمایہ میرے پاس ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی تو حشر میں اس کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک سے ہمیں بعد از اسلام اتنا سرور اور خوشی حاصل ہوئی جو کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں اسی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ اگرچہ میرے عمل ان کے مقابلہ میں کم ہیں۔

اے مولائے کریم و رحیم و مالک ملک ہماری بھی دعا ہے کہ ہم کو بھی ان کا ساتھ نصیب فرما۔ آمین الٰہ العالمین۔

احب الصالحین ولست منہم — لعل اللہ یرزقنی صلاحا

فضائل الشیخین
باحادیث
رسول الثقلین
حصّہ دوم
فضائل فاروق
رضی اللہ عنہ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کلامہ المجید

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ

(القرآن الکریم)

قال رسول النبیّ الکریم صلے اللہ علیہ وسلم

عُمَرُ فِی الْجَنَّۃ

(صحاح ستہ)

(مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

جہانگیری بخاکِ ما سرشتند

امامت در جبین ما نوشتند

درونِ خویش بنگر آں جہاں را

کہ تخمش در دل فاروقؓ کشتند

(اقبالؒ)

شانِ فاروقیؓ

زا فسردگی صنم بیگانہ تر شو
کہ پیمانش نمے ارزد بیک جو
نگاہے وام کُن از چشم فاروق
قدم بے باک نِہ در عالمِ نو
(اقبال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین سیدنا ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ

باب اوّل

سیرت

نام :- عمر رضی اللہ عنہ

کنیت :- ابوحفص. کناہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابی حفص والحفص الاسد وکان سبب ذالک ماراہ فیہ من الشدۃ کما رراہ زید بن اسلم عن ابیہ قال رائت عمر بن الخطاب یمسک اذن فرسہ باحدی یدیہ ویمسک بالاخری اذنہ ثم یشب حتی یقعد علیہ (مجلس سنیہ شرح اربعین نو ویہ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی کنیت خود ابوحفص مقرر کی تھی۔ ان کی بہادری کی وجہ سے کیونکہ حفص شیر کو کہتے ہیں۔ زید بن اسلم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اپنے دونوں ہاتھوں سے گھوڑے کے کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے اور گھوڑے پر صحیح بیٹھ جاتے۔

لقب :- فاروق تھا۔ لقب بالفاروق لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ وھو الفاروق فرق بین الحق والباطل۔ کہ فاروق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے ہی لقب مقرر ہوا تھا کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ حق عمر کی زبان

اور دل کے ساتھ ہے اسی وجہ سے فاروق ہیں کہ حق و باطل میں فرق کر دیا۔

نسب: سیدنا عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن مالک العدوی القرشی (تاریخ الخلفاء الفاروق) تاریخ الخلفاء میں رباح بن عبداللہ کی بجائے، رباح بن قرط ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

والدہ ماجدہ: حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن محزوم ہے۔

اہل عرب عموماً عدنان یا قحطان کی اولاد ہیں۔ عدنان کا سلسلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ عدنان کے نیچے گیارہویں پشت میں عمر بن مالک بڑے صاحب اقتدار تھے۔ جن کا لقب قریش تھا۔ ان کی سب اولاد قریش ہی کہلاتی تھی۔ قریش قبائل میں سے دس (۱۰) شخصوں نے اپنی لیاقت کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل کیا اور ان کی وجہ سے قریش کے دس قبیلے مشہور ہو گئے۔ یعنی ہاشم[۱]۔ امیہ[۲]۔ نوفل[۳]۔ عبد[۴] الدار۔ اسد[۵]۔ تیم[۶]۔ مخزوم[۷] عدی[۸]۔ جمح[۹]۔ سہم[۱۰]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدی کی اولاد سے ہیں۔ عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے۔ جو سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے ہیں۔ اس لحاظ سے سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب رسول اللہ علیہ و سلم سے آٹھویں پشت میں جا کر مل جاتا ہے قریش چونکہ خانہ کعبہ کے مجاور بھی تھے۔ اس لیئے دنیاوی جاہ و جلال کے ساتھ مذہبی عظمت کا چتر بھی ان پر سایہ فگن تھا۔ تعلقات کی وسعت اور کام کے پھیلاؤ سے ان لوگوں کے

کاروبار کے مختلف صیغے پیدا ہو گئے تھے۔ اور ہر صیغے کا اہتمام جدا تھا۔ مثلاً خانہ کعبہ کی نگرانی، حجاج کی خبرگیری، سفارت شیوخ قبائل کا انتخاب، فصل مقدمات مجلس شوریٰ وغیرہ۔ عدی قبیلہ جو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا اس میں سفارت کا عہدہ آرہا تھا جو حضرت عمر کو ملا۔ یعنی قریش کو کسی قبیلے کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آتا تو یہ سفیر بن کر جایا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ مفاخرۃ کے معرکوں میں ثالث بھی ہوا کرتے تھے۔ عرب میں دستور تھا۔ کہ برابر کے رئیسوں میں سے کسی کو افضلیت کا دعویٰ ہوتا۔ تو ایک لائق اور پایہ شناس شخص ثالث مقرر کیا جاتا اور دونوں اس کے سامنے اپنی اپنی ترجیح کے دلائل بیان کرتے۔ کبھی کبھی ان جھگڑوں کو اس قدر طول ہوتا کہ مہینوں معرکے قائم رہتے۔ جو لوگ ان معرکوں میں حاکم مقرر کیے جاتے ان میں معاملہ فہمی کے علاوہ فصاحت اور زور تقریر کا جوہر بھی درکار ہوتا تھا۔ یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلے آتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

ولادت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ اور امام نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے (تاریخ الخلفاء)

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مشہور روایت کے مطابق ہجرت سے چالیس برس قبل پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں عمرو بن العاص کی

زبانی ایک روایت نقل کی ہے کہ میں چند احباب کے ساتھ ایک جلسہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً ایک غل اٹھا دریافت ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔

اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ سیدنا فاروق کے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کی گئی ان کے سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں اور کیونکر معلوم ہوتے اس وقت کسی کو خیال نہ تھا کہ یہ نوجوان آگے چل کر فاروق اعظم ہونے والا ہے۔

فطری فضائل

آغاز شباب وعنفوانِ جوانی

شباب کا آغاز ہوا۔ تو امیر المومنین سیدنا فاروق شریفانہ مشغلوں میں مصروف ہوئے۔ جو شرفاء عرب میں عموماً معمول تھے۔ عرب میں اس وقت جن چیزوں کی تعلیم دی جاتی تھی اور جو لازمۂ شرافت خیال کی جاتی تھی۔ نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور مقرری تھی۔ فن نسب دانی سیدنا فاروق کے خاندان میں موروثی چلا آتا تھا۔ حافظ نے کتاب البیان والمتبین میں صراحتاً لکھا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ اور دادا نفیل تینوں بڑے نسّاب تھے۔

جاحظ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ سیدنا فاروق جب انساب کے متعلق کچھ بیان فرماتے تھے تو اپنے باپ خطاب کا حوالہ دیتے تھے۔

پہلوانی اور کشتی

پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ یہاں تک کہ عکاظ کے

دنگل میں معرکے کی کشتیاں لڑتے تھے۔ عکاظ جبل عرفات کے پاس ایک مقام ہے جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا ہے۔ اور عرب کے تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے اپنے فن کمالات کے جوہر دکھاتے تھے اس لئے صرف وہی لوگ یہاں پیش ہو سکتے تھے جو کسی فن میں کمال رکھتے تھے۔ نالغہ ذبیانی۔ حسان بن ثابت، قیس بن ساعدہ۔ خنساء۔ جن کو شاعری اور ملکہ تقریر میں تمام عرب مانتا تھا۔ اسی تعلیمگاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق علامہ بلاذری نے کتاب الاشراف میں بہ سند یہ روایت نقل کی ہے کہ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔

اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ سیّدنا فاروق نے اس فن میں پورا کمال حاصل کیا تھا۔

شہ سواری اور فاروق

شہ سواری کی نسبت ان کا کمال عموماً مسلّم ہے۔ چنانچہ جاحظ نے لکھا ہے۔ کہ سیّدنا فاروق گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور اس طرح جم کر بیٹھتے تھے۔ کہ جلد بدن ہو جاتے تھے۔ (الفاروق)

قوت تقریر اور فاروق

قوت تقریر کی نسبت اگرچہ کوئی تصریحی شہادت نہیں مل سکی۔ لیکن یہ بات تمام مورخین نے بالاتفاق لکھی ہے کہ اسلام لانے سے پہلے قریش نے سیّدنا فاروق کو سفارت کا منصب دے دیا تھا۔ اور یہ منصب صرف اس آدمی کو مل سکتا تھا۔ جو قوت تقریر اور معاملہ فہمی میں بلند مقام رکھتا ہے۔ (الفاروق)

(۲) دورِ جاہلیت میں سفارت کا عہدہ انہی کے سپرد تھا اور مفاخرت کے ثالث بھی یہی ہوا کرتے تھے۔ (عشرہ مبشرہ)

(۳) آپ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ اور جاہلیت کے زمانہ میں آپ کے خاندان کے ساتھ سفارت متعلق تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں (تاریخ الخلفاء)

مذاقِ شاعری اور سیدنا فاروق رض

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شاعری کا عمدہ مذاق رکھتے تھے۔ اور تمام مشاہیر شعراء کے چیدہ چیدہ اشعار آپ کو یاد تھے۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ مذاق انھوں نے جاہلیت ہی میں عکاظ کی تعلیم گاہ میں حاصل کیا ہوگا۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد وہ مذہبی اشغال میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اس قسم کے چرچے بھی چنداں پسند نہ کرتے تھے۔

شعر و شاعری کی نسبت اگرچہ ان کی شہرت عام طور پر کم تھی اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ شعر بہت کم کہتے تھے۔ لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے کہ ان کی تاریخ زندگی میں یہ واقعہ متروک نہیں ہو سکتا۔ عرب کے اکثر مشہور شعراء کا کلام کثرت سے یاد تھا اور تمام شعراء کے کلام پر ان کی خاص رائیں تھیں اہل ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ ان کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شعر کا پرکھنے والا نہ تھا۔

علامہ ابن رشیق القیروانی کتاب العمدہ میں لکھتے ہیں :۔

وکان من انقد اہل زمانہ للشعر وانفذھم فیہ معرفۃ

یعنی حضرت عمر اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر شعر کے نقاد اور ادا شناس تھے۔

جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے۔ کان عمر بن الخطاب

اعلم الناس بالشعر۔ یعنی حضرت فاروق اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاعری کے بہت سے عیوب مٹا دیئے۔ اس وقت تمام عرب میں یہ طریقہ جاری تھا کہ شعراء شریف عورتوں کا نام اعلانیہ اشعار میں لایا کرتے تھے اور ان سے اپنا عشق جتاتے تھے۔ سیّدنا فاروق اعظم نے اس رسم کو بالکل مٹا دیا اور اس کی سخت سزا مقرر کی اور اسی طرح ہجو گوئی کو ایک جرم قرار دیا۔

کتابتِ فاروق

اس زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا اور یہ وہ خصوصیت تھی۔ جو اس زمانہ میں بہت کم لوگوں کو حاصل تھی۔ علامہ بلاذری نے بہ سند لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے میں ۱۷ آدمی تھے۔ جو لکھنا جانتے تھے ان میں ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

عبرانی زبان سے واقفیت

مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ روایات سے یہ ثابت ہے کہ اس وقت تک تورات کا ترجمہ عربی زبان میں نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب تورات کا کچھ کام پڑتا تھا تو عبرانی ہی نسخہ کیطرف رجوع کرنا پڑتا تھا اور چونکہ مسلمان عبرانی نہیں جانتے تھے اس لیئے یہودی پڑھ کر سناتے تھے۔ اور عربی میں ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ (بخاری)

مسند دارمی میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور اس کو

پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق عبرانی زبان اس قدر سیکھ گئے تھے کہ تورات خود بخود پڑھ سکتے تھے۔

یہ امر بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے ہاں جس دن تورات کا درس ہوا کرتا تھا۔ سیدنا فاروق اکثر شریک ہوتے تھے۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن ان کے ہاں جایا کرتا تھا۔ چنانچہ یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو۔

(الفاروق بحوالہ کنز العمال بروایت بیہقی)

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی تنقید اور نکتہ سنجی نے یہاں بھی کام دیا یعنی جسقدر وہ یہودیوں کی کتابوں سے واقف ہوتے گئے اسی قدر ان کے بیہودہ افسانوں اور قصوں سے ان کو نفرت ہوگئی۔ نہایت کثرت سے روائتیں موجود ہیں کہ شام و عراق وغیرہ میں مسلمانوں کو یہودیوں کی تصنیفات ہاتھ آئیں۔ تو سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نہایت سختی سے ان کے پڑھنے سے روکا ان کی ذہانت اور طباعی کا صحیح اندازہ ان کے فقہی اجتہادات سے ہوگا۔

اسلام

فاروق آغوش اسلام میں

فاروق رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ عرب میں آفتاب رسالت طلوع ہوا یعنی سید ولد آدم فخر کائنات رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین امام المرسلین ساقی کوثر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور اسلام کی سحر انگیز صدا مکہ معظمہ کی گلیوں۔ بازاروں۔ کوچوں۔ وادیوں میں گونجنے لگی۔

وکان سبب اسلامہ ان اختہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا زوجۃ سعید بن زید احد العشرۃ کانت قد اسلمت ھی وزوجہا فسمع عمر بذالک فقصد ھما لیعاقبہا فقرأت علیہ القرآن فاوقع اللہ فی قلبہ الاسلام فاسلم ثم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دار عند الصفا فاظہر اسلامہ فکبر المسلمون فرحا باسلامہ ثم خرج الی مجامع قریش فنادی باسلامہ۔ (مجالس سنیہ شرح اربعین نوویہ)

یعنی آپ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں کے نکاح میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور آپ کی ہمشیرہ رضی اللہ عنہا اپنا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکے تھے۔ اور زیور اسلام سے مزین ہو چکے تھے کہ فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ کو ان کے مسلمان ہونے کا علم ہوا۔ تو ان کو سزا دینے اور اسلام سے روکنے کے ارادہ سے ان کے گھر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی ہمشیرہ کے گھر پہونچے تو اس نے آیات کلام مجید پڑھ کر سنائیں۔ قرآن پاک کی آیات بینات کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے خود ہو کر کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے پاس ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔ حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا برملا اظہار فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی تو انہوں نے اسی خوشی میں نعرہ تکبیر سے فضا میں گونج پیدا کر دی۔ بعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجمع قریش میں گئے اور وہاں جا کر اپنے اسلام کی منادی کی۔

(۲) قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ما کنّا نقدر علیٰ ان نصلّی عند الکعبۃ حتّٰی اسلم عمر بن الخطاب فلمّا اسلم قاتل قریشا حتّٰی صلی عند الکعبۃ وصلّینا معہٗ (مجالس سنیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری جرائت نہیں تھی کہ ہم کعبہ میں نماز پڑھ سکیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ جب آپ اسلام لائے تو قریش سے لڑے اور مقابلہ کیا پھر کعبہ میں نماز پڑھی۔ تو ہم نے بھی ان کے ساتھ کعبہ مکرمہ میں نماز ادا کی۔

(۳) قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کان اسلام عمر فتحًا وھجرتہ نصرًا وامارتہ رحمۃ للعالمین۔

(مجلس سنیہ شرح۔ اربعین نوویہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح تھا اور آپ کی ہجرت نصرت تھی اور آپ کی خلافت جہاں والوں کے لیئے ابر رحمت تھی۔

(۴) لیس فی الصحابۃ من اسمہ عمر بن الخطاب الا ھو (مجالس سنیہ)

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں کسی کا نام عمر نہیں تھا۔

(۵) وھو اول من سمی بامیر المومنین علی العموم سماہ بذلک عدی بن حاتم و ولید بن ربیعۃ حین وفدا علیہ من العراق۔ (مجالس سنیہ)

یعنی یہ پہلے شخص ہیں جن کو علی العموم امیر المومنین کہا گیا ہے اور یہ لقب حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور ولید بن ربیعہ نے جب وہ دونوں ہی عراق سے وفد بن کر آئے رکھا۔

قیل سماہ بذلک المغیرۃ بن شعبۃ۔

بعض کا خیال ہے کہ امیر المومنین کا لقب حضرت مغیرہ بن شعبہ نے رکھا تھا۔

وقیل انہ رضی اللہ عنہ قال للناس انتم المومنین وانا امیرکم فسمی با امیر المومنین۔

بعض کا خیال ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کہا کہ تم مومن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ بس یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے امیر المومنین کہنا شروع کر دیا۔ (مجالس سنیہ)

وکان قبل ذلک یقال لہ یا خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم فعدلوا عن ہذا العبارۃ لطولہا (مجالس سنیہ)
اس سے پہلے آپ کو لوگ یا خلیفہ خلیفہ رسول کہہ کر پکارا کرتے تھے۔
یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے (ابوبکر) کے خلیفے تو یہ عبارت بہت لمبی تھی۔ اس لیے لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

وکان من اشراف قریش فی الجاہلیۃ والاسلام وبہٖ واعز اللّٰہ الاسلام

آپ زمانہ جاہلیت میں بھی اور زمانہ اسلام میں بھی اشراف قریش میں سے تھے اور آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا۔

لقول النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک عمر بن الخطاب او عمرو بن ہشام یعنی اباجہل (مجالس سنیہ ترمذی و ابن ماجہ)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی تھی کہ یا اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل ان دونوں میں سے جو بھی تجھے زیادہ محبوب ہو۔ اسے مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا کر۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت فاروق کو نورِ اسلام سے منور کر دیا اور ابوجہل محروم رہ گیا۔

شہپرے زاغ و زغن در بند قید و صید نیست
این سعادت قسمت شہباز و شاہین کردہ اند

یہ دعا ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے۔

(۷) ابن سعد اور ابویعلیٰ اور امام حاکم اور امام بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے۔ آپ کو راستہ میں قبیلہ بنی زہرا کا آدمی ملا۔ اس نے کہا عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ فاروق نے کہا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی زہرا سے کس طرح امن سے رہو گے۔ یہ سن کر عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔ اس نے کہا میں اس سے بھی تعجب خیز بات بتلاتا ہوں کہ تمہارے بہنوئی اور تمہاری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں تمہارے دین سے بے دین ہو گئے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہنوئی کے مکان کو چلے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ آپ کی آہٹ پا کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ مکان کے اندر چھپ گئے۔ چونکہ یہ تینوں صاحب آہستہ آہستہ سورہ طہٰ پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے آجانے پر خاموش ہو گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ چپکے چپکے کیا پڑھا جا رہا تھا۔ آپ کے بہنوئی نے کہا کچھ نہیں آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے آپ نے کہا معلوم ہوتا ہے۔ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو آپ کے بہنوئی نے کہا کہ جب تمہارے دین میں حق نہ ہو۔ اس پر آپ کو غصہ آیا اور زور سے ایک طمانچہ کھینچ مارا۔ آپ کی بہن نے چھوڑانا چاہا تو آپ نے اپنی بہن کو دھکا دیا جس سے ان کے بھی چوٹ آئی اور منہ خون سے تر بتر ہو گیا آپ کی بہن نے نہایت غصہ سے کہا کہ جب تمہارا دین ہی سچا نہیں تو میں گواہی

دیتی ہوں کہ سوائے ایک معبود کے کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ پاک کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت فاروق نے کہا اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا تم ناپاک ہو۔ اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اول غسل کیجئے یا کم از کم وضو کر لیجئے۔ آپ نے وضو کیا اور کتاب لے کر پڑھی۔ اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ آپ جس وقت اس آیت پر پہنچے۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جلدی ملاؤ۔ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو فوراً باہر نکل آئے اور کہا اے عمر میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کی رات کو ہمارے آقا و مرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی کہ الٰہی اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غلبہ عطا فرما۔ میری رائے میں یہ اسی کا اثر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صفا کے قریب دار ارقم میں تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کو لے کر بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوئے۔ جس مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس کے دروازہ پر سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا کہ عمرؓ آ رہے ہیں۔ خیر ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نیکی کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جاویں گے اگر ان کا ارادہ کچھ اور ہے تو ان کا قتل کرنا ہم پر بہت آسان ہے اسی اثنا میں حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم پران تمام حالات کی وحی آچکی تھی۔ آپ نے مکان سے نکل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اور تلوار پکڑ کر فرمایا کہ اے عمر یہ فسادات کیا؟ ولید بن مغیرہ جیسے حشر ہوتے تک باقی رہیں گے۔ یہ سُن کر حضرت فاروق نے کہا!!
اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک عبد اللّٰہ ورسولہ اور مسلمان ہوگئے

(۸) بزار اور حاکم نے لکھا ہے اور اس کی تصحیح ابن عباس سے کی ہے کہ جب حضرت فاروق رضی اللہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں نے آج ہم سے سارا بدلہ لے لیا اور اللہ تبارک وتعالٰے نے یا ایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المومنین نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ اسلام لائے اسلام ہمیشہ عزت ہی پاتا گیا۔ (بخاری)

(۱۰) ابن سعد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تب سے اسلام کی حالت ایسی ہوگئی کہ جیسے ایک اقبال مند آدمی ہوتا ہے اور اس کے ہر قدم پر ترقی ہوتی ہے اور جب سے شہید ہوئے اسلام کے عروج میں کمی آتی گئی اور ہر قدم پیچھے ہی کو پڑنے لگا۔

(۱۱) طبرانی نے حضرت حبر الامہ ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے اوّل اسلام کو ظاہر کیا وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۲) ابن سعد نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تب اسلام ظاہر ہوا۔ اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت

دیجانے لگی اور ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے اور طواف کرنے اور مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کو جواب دینے کے قابل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

فاروق اور ہجرت مدینہ

ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے کوئی ایسا مہاجر معلوم نہیں جس نے ہجرت خفیہ طور پر نہ کی ہو۔ مگر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ علانیہ نکلے۔ جب سفر ہجرت کو نکلے۔ اول بدن پر ہتھیار سجائے۔ تلوار گلے میں حمائل کی۔ کندھے پر کمان رکھی۔ تیر سنبھالے اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے کعبہ مکرمہ کی طرف گئے۔ گروہ قریش کعبہ کے گرد موجود تھا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمکنت سے سات بار طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم میں اطمینان سے نماز پڑھی۔ پھر ایک ایک دروازہ سے جاکر کہا۔ جو شخص اپنی ماں کو رولانا اور اپنے بیٹے کو ماتم میں مبتلا کرنا اور اپنی بیوی کو رانڈ بنانا پسند کرتا ہو۔ وہ ہم سے اس وادی کے پار آکر ملے۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر رفاعہ بن المنذر کے ہاں قیام کیا۔ لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا۔ کہا عنقریب تشریف لا رہے ہیں۔ (عشرہ مبشرہ)

(۲) ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک شخص کو بھی نہیں بتلا سکتے کہ کسی نے اعلانیہ ہجرت کی ہو۔ ہاں البتہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اپنے مونڈھے پر کمان لٹکائی۔ ہاتھ میں ترکش سے تیر علیحدہ رکھا اور کعبۃ اللہ میں تشریف لائے۔ وہاں اشراف قریش بھی بیٹھے تھے۔

آپ نے سات مرتبہ طواف کیا۔ دو رکعتیں مقام ابراہیم پر پڑھیں۔ پھر اشراف قریش کے حلقہ میں آکر ایک ایک آدمی سے علیحدہ علیحدہ کہا۔ تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند، بیٹے کو یتیم، بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ اس جنگل کے اس طرف آکر مجھ سے ملے اور مقابلہ کرے مگر کسی کو تاب نہ تھی کہ آپ کا پیچھا کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ہجرت کرکے ہمارے پاس مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ ان کے بعد سیدنا امیر المومنین حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے آپ نے فرمایا۔ وہ پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔

(۴) اہل قریش ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے نبوت کو بے پروائی کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ لیکن اسلام کو جس قدر ترقی ہوتی جاتا تھا اُن کی بے پروائی، غصہ اور ناراضی سے بدلتی جاتی تھی یہاں تک کہ ایک جماعت کثیر اسلام کے حلقہ میں آگئی۔ تو قریش نے زور قوت کے ساتھ اسلام کو مٹا دینا چاہا۔ ابو طالب کی زندگی تک تو علانیہ کچھ نہ کر سکے۔ لیکن انکے انتقال کے بعد کفار ہر طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جس کو جس مسلمان پر قابو ملا۔ اس طرح ستانا شروع کیا کہ اگر اسلام کے جوش اور وارفتگی کا اثر نہ ہوتا۔ تو ایک شخص بھی اسلام پر ثابت قدم نہ رہ سکتا۔ یہ حالت پانچ چھ برس تک رہی اور

یہ زمانہ اس سختی سے گزرا کہ اس کی تفصیل ایک نہایت دردانگیز داستان ہے۔

اسی اثنا میں مدینہ منورہ کے ایک معزز گروہ نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی تھی۔ اسی لیے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات مل سکتی ہے۔ وہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر جادیں۔ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن اشہل رضی اللہ عنہ پھر مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ ان کے بعد سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ صحیح بخاری شریف میں بیس کا عدد مذکور ہے۔ لیکن ناموں کی تفصیل نہیں۔

فاروق کے ہمراہ جن لوگوں نے ہجرت کی

ابن ہشام نے بعضوں کے نام لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حضرت زید بن خطاب۔ حضرت سعید بن خطاب، حضرت خنیس بن حذافہ سہمی۔ حضرت عمر بن سراقہ، حضرت عبداللہ بن سراقہ۔ حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی۔ حضرت خولی ابن ابی خولی۔ حضرت مالک بن ابی خولی۔ حضرت ایاس بن بکیر۔ حضرت عامر بن بکیر۔ حضرت خالد بن بکیر۔ ان میں سے حضرت زید حضرت عمر کے بھائی، حضرت سعید بھتیجے۔ حضرت خنیس داماد اور باقی دوست اور احباب تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت عمرؓ کی قیام گاہ

مدینہ منورہ کی وسعت چونکہ کم تھی۔ مہاجرین زیادہ تر قبا میں (جو مدینہ سے دو تین میل ہے) قیام کرتے تھے۔ حضرت سیدنا فاروق بھی یہیں رفاعہ بن

عبدالمنذر کے مکان پر ٹھہرے۔ قبا کو عوالی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کی فرودگاہ کا نام عوالی ہی لکھا ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہجرت کی۔ یہاں تک کہ ۱۳ نبوی میں خود جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کو چھوڑا اور آفتاب رسالت مدینہ کے افق سے طالع ہوا۔

مہاجرین و انصار میں اخوت

مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے رہنے سہنے کا بندوبست کیا۔ انصار کو بلا کر ان میں اور مہاجرین میں برادری قائم کی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مہاجر جس انصار کا بھائی بن جاتا انصاری اس کو اپنی جائداد، مال و اسباب، نقدی اور چیزوں سے آدھا آدھا بانٹ دیتا۔ اس طرح تمام مہاجرین اور انصار بھائی بھائی بن گئے۔

فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی

اس رشتے کو قائم کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طرفین کے رتبہ اور حیثیت کا فرق مراتب ملحوظ رکھتے تھے۔ یعنی جو مہاجر جس درجہ کا ہوتا اسی رتبہ کے انصاری کو اس کا بھائی بناتے تھے۔ چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو جس کا بھائی قرار دیا اس کا نام عتبان بن مالک تھا جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے

سنہ ۱ھ تا وفات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تک

غزوات و دیگر حالات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمرکاب رہے۔ شہد المشاھد کلھا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم
(اسماء الرجال) یعنی جملہ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

(۲) سلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک تک حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت النبی کے اجزاء ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لڑائیاں پیش آئیں۔ غیر قوموں سے جو معاہدات عمل میں آئے۔ وقتاً فوقتاً جو انتظامات جاری کئے گئے۔ اشاعتِ اسلام کے لئے جو تدبیریں اختیار کی گئیں۔ ان میں سے ایک بھی واقعہ ایسا نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرکت کے بغیر انجام پایا ہو۔

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان واقعات کو قلم بند کرتے ہیں۔ جن میں حضرت عمر کے کارہائے نمایاں ہوں۔

(۳) سید المرسلین امام النبیین خاتم النبیین ساقی کوثر شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ کو ہجرت کی۔ تو قریش کو خیال ہوا کہ اگر مسلمانوں کا جلد استیصال اور قلع قمع نہ کیا گیا تو وہ زیادہ زور پکڑ جائیں گے۔ اس خیال سے انہوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ تاہم ہجرت کے دوسرے سال تک کوئی قابل ذکر معرکہ نہیں ہوا۔ صرف اس قدر ہوا کہ دو تین دفعہ قریش چھوٹے چھوٹے گروہ کے ساتھ مدینہ کیطرف بڑھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پاکر ان کے روکنے کے لیے تھوڑی سی فوج بھیج دی اور وہ وہیں رک گئے۔

(۴) سلہ میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ جو نہایت مشہور واقعہ ہے۔ اس

کی ابتداء یوں ہوئی۔ کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس وقت قریش کے سردار تھے۔ تجارت کا مال لے کر شام سے واپس آرہے تھے۔ راہ میں یہ غلط خبر سن کر کہ مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس نے قریش کی طرف قاصد بھیجا اور ساتھ ہی تمام مکہ معظمہ امڈ آیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ عام مؤرخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے نکلنا صرف قافلہ کے لوٹنے کی غرض سے تھا۔ لیکن یہ امر محض غلط ہے۔ قرآن مجید جس سے زیادہ کوئی قطعی شہادت نہیں ہو سکتی۔ اس میں جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ یہ الفاظ ہیں:۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ۔

جیسا تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر (مدینہ) سے سچائی پر نکالا۔ اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ وہ تجھ سے سچی بات پر جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ سچی بات ظاہر ہو گئی گویا کہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ جبکہ خدا دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا تم سے وعدہ کرتا ہے۔ اور تم چاہتے تھے کہ جس گروہ میں کوئی زور نہیں ہے وہ ہاتھ آئے۔

ان آیات کریمات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ

(۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے نکلنا چاہا تو مسلمانوں کا ایک گروہ ہچکچاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ موت کے منہ میں جانا ہے۔

(۲) مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت کافروں کے دو گروہ تھے۔ ایک غیر ذات الشوکۃ یعنی جناب ابوسفیان کا کاروان تجارت اور دوسرا قریش مکہ کا گروہ جو مکہ سے حملہ کرنے کے لیئے سروسامان کے ساتھ نکل چکا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوسفیان کے قافلہ میں کل چالیس آدمی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے تین سو بہادروں کے ساتھ نکلے تھے۔ تین سو آدمی چالیس آدمیوں کے مقابلہ کو کسی طرح موت کے مونہہ میں جانا خیال کرتے تھے۔ اس لیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے لوٹنے کے لیئے نکلتے تو خدا ہرگز قرآن شریف میں یہ نہ فرماتا کہ مسلمان ان کے مقابلہ کو موت کے مونہہ میں جانا سمجھتے تھے۔

بہرحال ۸ رمضان المبارک ۲ھ کو ۳۱۳ آدمیوں کے ساتھ جن میں ۸۲ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ قریش کے ساتھ ۹۵۰ کی جمعیت تھی جن میں بڑے بڑے مشہور بہادر تھے۔ مقام بدر میں جو مدینہ منورہ سے قریباً چھ منزل ہے معرکہ ہوا۔ اور مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمانوں کے چودہ آدمی شہید ہوئے۔ جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ قریش کی طرف ۷۰ مقتول اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ مقتولین میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ اور بڑے بڑے رؤسائے مکہ تھے۔ ان کے قتل ہونے سے قریش کا زور لوٹ گیا۔

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اگرچہ اس معرکہ میں رائے وتدبیر جانبازی وپامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وبازو رہے لیکن اُن کی شرکت کی خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) قریش کے تمام قبائل اس معرکہ میں آئے۔ لیکن بنو عدی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلے میں سے ایک متنفس بھی شریک جنگ نہ ہوا اور یہ امر جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب وداب کا اثر تھا۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے قبیلہ اور حلقہ کے بارہ آدمی شریک جنگ تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔ زید۔ عبداللہ بن سراقہ۔ واقد بن عبداللہ۔ خولی بن ابی خولی۔ مالک بن ابی خولی۔ عامر بن ربیعہ۔ عامر بن بکیر۔ عاقل بن بکیر۔ خالد بن بکیر۔ ایاس بن بکیر۔

(۳) سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ میں شہید ہوا۔ وہ حضرت مہجع رضی اللہ عنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

(۴) عاصی بن ہشام وغیرہ جو قریش کا معزز سردار تھا اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں حضرت فاروق کے ہاتھوں مارا گیا۔

(۵) یہ بات حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں شمار کی گئی ہے کہ اسلام کے معاملات میں قرابت اور محبت کا اثر ان پر کبھی غالب نہیں آسکتا تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس کی پہلی مثال ہے۔

(۶) اس معرکہ میں مخالف کی فوج میں سے جو لوگ زندہ گرفتار ہوئے

ان کی تعداد کم وبیش ستر تھی۔ اوران میں اکثر قریش کے بڑے بڑے سردار تھے مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ (حضرت علی کے بھائی) ابو العاص بن ربیعہ۔ ولید بن الولید۔ ان سرداروں کا ذلت کے ساتھ گرفتار ہوکر آنا ایک عبرت انگیز سماں تھا۔ جس نے مسلمانوں کے دل پر بھی اثر کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کی نظر ان پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھیں۔ اعطیتم بایدیکم هلا متم کراماً۔ تم مطیع ہوکر آئے ہو شریفوں کی طرح لڑکر مر نہیں گئے۔

اس بنا پر بحث ہوئی ان لوگوں ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے رائے لی اور لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یہ اپنے بھائی بند ہیں اس لیئے ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ اسلام کے معاملہ میں رشتہ دار اور قرابت کو دخل نہیں۔ ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے اور اسطرح کہ ہم میں ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کردے۔ حضرت علی حضرت عقیل کی گردن ماریں۔ حضرت حمزہ حضرت عباس کا سر اڑادیں اور فلاں شخص جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کردوں۔ آنحضرت ؐ نے شان رحمت کے اقتضاء سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ما کان لنبیّ اَن یکون لہٗ اسریٰ حتّیٰ یثخن فی الارض۔

کسی پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں۔ کہ اس کے پاس قیدی ہوں۔ جب تک کہ وہ خوب خوں ریزی نہ کرے۔

(۷) لما اخذوا الفداء من اسری بدر وکانوا سبعین رجلاً منهم العباس وعقیل فاستشارهم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ابوبکر اہلک وقومک وقد اعطاک اللّٰہ الظفر وانی اری ان تاخذوا الفداء منهم فیکون قوۃ لنا علی الکفار وعسی اللّٰہ ان یهدیهم وقال عمر اضرب اعناقهم فنزلت فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو نزل العذاب لما نجا منه الا عمر۔ (کمالین)

یعنی جب ستر آدمی گرفتار ہو کر آئے۔ جن میں حضرت عباس اور حضرت عقیل بھی تھے تو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت صدیق نے کہا یارسول اللّٰہ آپ کے اہل اور آپ کی قوم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر غلبہ بھی عطا فرمایا ہے اس لیئے میرا یہ خیال ہے کہ آپ فدیہ لے لیں تاکہ ہم کو کفار پر قوت حاصل ہو اور اُن کو بھی شاید ایمان نصیب ہو جائے۔ حضرت فاروق نے فرمایا۔ یارسول اللّٰہ ان کی گردنیں اڑا دیجئے تاکہ قصہ پاک ہو جائے۔ اس واقعہ پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تو اللّٰہ تعالیٰ کے عذاب سے سوائے فاروق کے کوئی نہ بچتا۔

(۸) قال ابن اسحاق لم یکن من المؤمنین الا احب اثخانا ثم الا عمر بن الخطاب فانه اشار علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ وسلم بقتل الاسریٰ۔ (خطیب)

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سب مسلمانوں نے غنیمت کو پسند کیا سوائے فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے۔ انہوں نے رسول اللہ سے کہا کہ ان قیدیوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔

(۹) وسعد بن معاذ قال یارسول اللہ کان الاثخان احب الیّ من استبقاء الرجال فقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لو نزل من السماء عذاب ما نجا منہ غیر عمر بن الخطاب وسعد بن معاذ۔

اور حضرت سعد بن معاذ نے کہا۔ یارسول اللہ۔ مجھے آدمیوں کے چھوڑ دینے سے خون ریزی زیادہ پسند ہے۔ یہ سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آسمان سے عذاب الہٰی ہوتا تو ماسوائے عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے اور کوئی نہ بچتا۔

غزوہ اُحد

قریش مکہ جنگ بدر میں نہایت ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اس کا بدلہ لینے کے لیئے بہت بے تاب تھے۔ چنانچہ ابوسفیان نے عہد کیا ہوا تھا کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں غسل نہیں کروں گا۔ چنانچہ ۳ھ میں شوال کو مکہ والوں نے بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے چونکہ اکثر صحابہ کی رائے شہر سے باہر نکل کر دفاع کرنے کی تھی اس لیئے آپ مدینہ کے قریب ہی احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ جنگ میں اللہ تعالےٰ نے بہت بڑی فتح دی۔ لیکن بعض مسلمانوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

اور کفار کے اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کو اکٹھا ہونے کا موقعہ بھی نہ مل سکا

فلما عرف المسلمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھضوا
بہ ونھض نحو الشعب معہ علی ابن ابی طالب وابوبکر بن ابی
قحافہ وعمر ابن الخطاب وطلحۃ بن عبید اللہ والزبیر
العوام وحارث بن صمۃ۔

(تاریخ طبری و سیرت ابن ہشام)

پھر جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ آنحضرت زخم خوردہ ہو کر گڑھے میں گرے ہیں تو آپ کی طرف اٹھ گئے ہوئے اور آپ اُن کو لے کر پہاڑ کے درہ پر چڑھ گئے۔ اس وقت آپ کی ساتھ حضرت علی۔ ابوبکر۔ عمر۔ طلحہ۔ زبیر اور حارث بن صمہ تھے۔

ابوسفیان نے محسوس کیا کہ ہم فتح یاب ہیں تو اس نے آواز دی۔ محمد یہاں کہیں ہیں تو آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ پھر اس نے کہا ابوبکر ہیں پھر بھی آواز نہ دینے دیا۔ پھر اس نے کہا کہ عمر ہیں لیکن آپ نے پھر بھی جواب نہ دینے دیا۔ پھر ابوسفیان نے کہا اعلے ھبل " (ہبل ایک بت کا نام ہے) کہ ہبل کی جے۔ اب آپ نے فرمایا۔ اس کو جواب دو چنانچہ پھر جواب، حضرت عمر نے ہی دیا اللہ اعلےٰ واجل۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی بلند و بالا ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم کہ عزیٰ (غلبہ دینے والا بت ہمارا ہے۔ تمہارا نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے جواب دو پھر حضرت عمر نے فرمایا لنا مولیٰ ولا مولیٰ لکم اللہ تعالیٰ ہمارا حمایتی ہے تمہارا کوئی بھی

جسمانی نہیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ بھی اور ابوبکر بھی زندہ و حیات ہیں۔
چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کی جمعیت اکٹھی کر کے
حملہ کیا جس سے کفار کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔
کسی طرح آپ تک یہ بات پہنچی کہ کفار پھر پلٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے
زخم خوردہ ہونے کے باوجود کفار کا تعاقب کیا جس کی وجہ سے وہ ڈر گئے
اور واپس نہ آئے۔

نکاح حضرت حفصہ رض

اسی سال جنگ احد کی واپسی کے بعد حضرت عمر نے اپنی لخت جگر حضرت
حفصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دیا۔

واقعہ بنو نضیر

اس کے دوسرے سال ۴ھ میں مدینہ کے یہود نے ایک شرارت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں یاروں حضرت ابوبکر اور
حضرت عمر فاروق کے ساتھ بنو نضیر کے پاس گئے۔ تو نواح مدینہ میں یہود
کا قلعہ تھا اس غرض سے گئے کہ جنگ بدر کے جس طرح بنی قینقاع نے
عہد شکنی کی تو وہ مدینہ سے نکالے گئے اس طرح جنگ احد کے بعد قبیلہ
بنی نضیر نے بھی عہد شکنی کی چنانچہ آپ ان سے گفتگو کرنے کو گئے۔ یہودیوں
ایک شخص جس کا نام عمر بن جحاش تھا کہ آمادہ کیا کہ چھت پر چڑھ کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر سر پر پتھر کی سل گرا دے۔ وہ چھت پر چڑھ چکا تھا۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو گئی۔ آپ اٹھ کر چلے آئے اور آپ نے ان

کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے انکار کیا اور مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قابو پا کر جلا وطن کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ شام چلے گئے۔ کچھ خیبر میں جا کر آباد ہوئے اور وہاں حکومت قائم کر لی۔

غزوہ خیبر

خیبر والوں میں سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع اور حی بن اخطب بڑے بڑے معزز سردار تھے۔ یہ لوگ خیبر میں پہنچ کر مطمئن ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینا چاہا۔ مکہ معظمہ میں جا کر قریش کو ترغیب دی۔ قبائل عرب کا دورہ کیا اور تمام ملک میں آگ لگا دی۔ چند روز میں دس ہزار (۱۰) آدمی قریش کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور ماہِ شوال ۵ھ میں ابوسفیان کی سرداری میں اس سیلاب نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر سلع پہاڑ کے آگے ایک خندق تیار کرائی۔ عرب میں خندق کا رواج نہ تھا۔ اس لئے کفار کو اس کی تدبیر کچھ بن نہ آئی۔ مجبوراً محاصرہ کر کے فوجیں پھیلا دیں اور رسد وغیرہ بند کر دی۔ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا۔ کفار کبھی کبھی خندق میں اتر کر حملہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے خندق کے ادھر کچھ کچھ فاصلے پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو معین کر دیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائے ایک حصہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ معین تھے۔ چنانچہ یہاں ان کے نام کی مسجد آج بھی موجود ہے۔

ایک دن کافروں نے ارادہ کیا تو سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے

بڑھ کر روکا اور ان کی جماعت درہم برہم کردی۔ ایک اور دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو رہنا پڑا۔ کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج کافروں نے نماز تک پڑھنے کا موقع نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔

اس لڑائی میں عمرو بن عبدود عرب کا مشہور بہادر جو پانچ سو بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا حضرت سیدنا شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد ادھر تو قریش میں کچھ بے دلی ہوئی۔ اور ادھر نعیم بن مسعود نے جو اسلام لا چکے تھے۔ اور کافروں کو ان کے اسلام کی مطلق خبر نہ تھی۔ جوڑ توڑ سے قریش اور یہود میں پھوٹ ڈلوادی۔ مختصر یہ کہ کفار کا ابر سیاہ جو مدینہ منورہ کے افق سے چھا گیا تھا۔ روز بروز چھٹتا گیا۔ اور چند روز کے بعد مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہ ہو حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔ ذوالحلیفہ (مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے) پہونچ کر سیدنا فاروق کو یہ خیال ہوا کہ اس طرح چلنا مصلحت نہیں۔ چنانچہ محبوب رب العالمین امام المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا اور آپ نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے ہتھیار منگوائے۔
جب مکہ معظمہ دو منزل رہ گیا تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے کسی کو سفارش کے طور پر بھیجیں کہ ہم کو لڑنا مقصود نہیں چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کرنا چاہا۔ فاروق اعظم نے سرکار نبوی میں عرض کیا کہ قریش کو مجھ سے سخت عداوت ہے اور میرے خاندان میں وہاں کوئی شخص میرا حامی موجود نہیں۔ حضرت عثمان ذی النورین کے عزیز و اقارب وہیں ہیں۔ اس لیے ان کو بھیجنا مناسب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں بھیجا۔ قریش نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روک رکھا تو یہ مشہور ہوگیا کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ سے جو تعداد میں چودہ سو تھے۔ جہاد پر بیعت کی۔ اور چونکہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ یہ واقعہ بیعت الشجر کے نام سے مشہور ہوا۔ قرآن پاک کی اس آیت میں لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت الرضوان کی مناسبت سے اس کو بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پہلے لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی۔ یہ صحیح بخاری شریف غزوہ حدیبیہ میں ہے کہ حدیبیہ

میں سیدنا فاروق نے اپنے صاحبزادے سیدنا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ فلاں انصاری سے گھوڑا مانگ لائیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ باہر نکلے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے جہاد پر بیعت لے رہے ہیں۔ انہوں نے بھی جا کر بیعت کی۔ حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے تو دیکھا وہ ہتھیار سجا رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

قریش کو اصرار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ بڑے ردّ و بدل کے ساتھ ان شرائط پر معاہدہ ہوا کہ اس دفعہ مسلمان الٹے واپس جائیں۔ اگلے سال آئیں لیکن تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ معاہدہ میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے اور اس اثنا میں اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قریش کے پاس بھیج دیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو ان کو اختیار ہو گا کہ ان کو اپنے پاس روک لیں۔ آخری شرط چونکہ بظاہر کافروں کے حق میں زیادہ مفید تھی اس لیے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا۔ معاہدہ ابھی لکھا نہیں جا چکا تھا کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچے اور کہا کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں

اسی میں مصلحت ہو گی۔ لیکن سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو تسکین نہیں ہوئی۔ خود دربار محمدی میں حاضر ہوئے اور اسی طرح گفتگو کی۔

حضرت فاروق: یا رسول اللہ کیا آپ سچے رسول نہیں؟

رسول اللہ: بے شک سچا ہوں۔

حضرت فاروق: کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں؟

رسول اللہ: ضرور ہیں۔

حضرت فاروق: پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں؟

رسول اللہ: میں خدا کا پیغمبر ہوں خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ بعد میں اُن کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارے کے روزے رکھے۔ نفلیں پڑھیں خیرات دی۔ غلام آزاد کئے۔ (طبری)

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا اور اس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کے جس میں سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ بھی داخل تھے دستخط ثبت ہوئے۔ معاہدہ کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ راہ میں سورہ فتح نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کو بلا کر فرمایا کہ مجھ پر آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو تمام دنیا کی چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً الخ

محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ اس وقت مسلمان اور کفار بالکل الگ الگ رہتے تھے۔ صلح ہو جانے سے آپس میں میل جول ہوا

اور رات دن کے چرچے سے اسلام کے مسائل اور خیالات روز بروز زیادہ پھیلتے گئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دو برس کے اندر اندر جس کثرت سے لوگ اسلام لائے ۔ ۱۸ برس ماقبل کی وسیع مدت میں نہ لائے تھے ۔جس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی تھی۔ اور ابتداً حضرت فاروق کی فہم میں نہ آسکی۔ وہ یہی مصلحت تھی اور اسی بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ فتح میں اس صلح کو فتح مبین کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

۷ھ میں دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ ۷ھ میں خیبر کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو تقسیم کر دی۔ چنانچہ ایک ٹکڑا جس کا نام ثمغ تھا سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف جلد نمبر ۲ باب الوقف کتاب الوصیۃ میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے۔

عن نافع عن ابن عمر قال اصاب عمر ارضا بخیبر فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستامرہ فیہا فقال یا رسول اللہ انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب مالا قط ھو انفس عندی منہ فما تامرنی بہ قال ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا قال فتصدق بہا عمر انہ لا یباع اصلہا ولا تباع ولا تورث ولا توھب قال فتصدق عمر فی الفقراء وفی القربیٰ وفی الرقاب وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف الخ

یعنی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو فقرا، اور رشتہ داروں، مسافروں اور مہمانوں اور غلاموں کے آزاد کرنے کے لیئے وقف کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

اسی سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ قبیلہ ہوازن کے مقابلہ کو بھیجا۔ ان لوگوں نے سیدنا فاروق کی آمد سنی تو بھاگ گئے اور کوئی معرکہ پیش نہ آیا۔

فتح مکہ

۸ھ میں مکہ معظمہ فتح ہوا۔ قصہ مختصر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے جاہ و جلال سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ پھر سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لیئے تشریف فرما ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آتے اور بیعت کرتے جاتے تھے۔ سیدنا فاروق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے۔ جب عورتوں کی باری آئی تو چونکہ مسلمان ہونے والے لوگ تعداد میں زیادہ تھے اس لیئے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتوں نے انہیں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بیعت کی۔

غزوۂ حنین

اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے۔ حنین میں جب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں مسلمانوں نے پہلے حملہ میں ہوازن

کو مار بھگایا. لیکن جب غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوئے تو ہوازن نے حملہ کر دیا اور اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں میں ہل چل پڑ گئی۔ اور بارہ ہزار آدمیوں میں معدودے چند کے سوا باقی سب بھاگ گئے۔ اس معرکہ میں جو صحابہ ثابت قدم رہے ان کا نام خصوصیت سے لیا گیا ہے۔ اور ان میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ لڑائی کی صورت بگڑ کر پھر بن گئی یعنی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔

سنہ ۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ چونکہ یہ نہایت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا۔ اس لیئے لوگوں کو زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ اکثر صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر تمام مال و اسباب میں سے آدھا لاکر دربار نبوی میں پیش کیا۔

غرض اسلحہ اور رسد کا سامان مہیا ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ لیکن مقام تبوک میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ اس لیئے چند روز قیام فرما کر واپس تشریف لائے۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور چونکہ لوگوں کو آپ کے طرز عمل سے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دے دی اس لیئے تمام کو نہایت رنج و افسوس ہوا۔ تاہم کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

کچھ کہنے سننے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاضرِ خدمت ہونا چاہا۔ لیکن بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی۔ آخر سیدنا، فاروق رضی اللہ عنہ نے پکار کر دربان سے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہے کہ میں حضرت حفصہؓ (حضرت فاروقؓ کی لختِ جگر اور رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ) کی سفارش کے لیے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں جا کر حفصہ کی گردن مار دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلا لیا۔ سیدنا ابوحفص فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ تمام مسلمان مسجد میں سوگوار بیٹھے ہیں۔ آپ اجازت فرمائیں تو میں اُن کو یہ خوش خبری سنا آؤں۔ اس واقعہ سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے تقرب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں واقعات کے سلسلہ میں ایک موقع پر کہا عجباً لک یا ابن الخطاب قد دخلت فی کل شیٔ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین ازواجہ۔

(مسلم جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۸۰)

یعنی اے ابن خطاب تم ہر چیز میں دخیل ہو گئے ہو یہاں تک کہ ازواجِ مطہرات کے معاملات میں بھی دخل دینا چاہتے ہو۔

ہیبت فاروقی

اسی واقعہ کے متعلق حبرالامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں :۔

قال مکثت سنۃ وانا ارید ان اسال عمر ابن الخطاب
عن ایۃ فما استطیع ان اسالہ ھیبۃ لہ حتی خرج
حاجا فخرجت معہ (مسلم جلد نمبرا)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ کی تفصیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہتا ہوں لیکن ہیبت فاروقی سے پورا ایک سال نہ پوچھنے کی جرائت کر سکا۔ یہاں تک کہ آپ حج کے لیے تیار ہوئے اور میں بھی ساتھ تیار ہوا۔ جب واپس ہوئے تو راستہ میں میں نے پوچھا اور یہ بھی کہا کہ پورا سال اس موقع کی تلاش میں رہا کہ آپ سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے پوچھ نہ سکا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے پوری تفصیل سے یہ واقعہ بیان فرما دیا۔

وفات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تمام صحابہ پر ایک دیوانگی کا سا عالم طاری ہو گیا جس کی وجہ سے صحابہ کرام کے منہ سے مختلف باتیں نکلیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ مت کہو۔ اس وقت معاملات کو حضرت ابوبکر صدیق نے سنبھالا اور وہ صرف انہی کا کام تھا۔ یعنی جو کمی عمر فاروق میں تھی وہ صدیقی خلافت کے دو سالوں میں پوری ہو گئی۔

خلافت صدیقی

خلافت صدیقی کا حال بیعت وغیرہ کا حال اس کتاب کے پہلے حصہ میں لکھا جا چکا ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ خلافت صدیقی میں حضرت عمر فاروق کو بالکل وہی مقام حاصل رہا۔ جو حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہؐ کی زندگی میں حاصل تھا۔ یعنی جس طرح حضرت ابوبکر رسول کے ساتھی اور یار غار تھے اسی طرح حضرت عمر بھی حضرت ابوبکر کے ساتھی و معاون رہے۔

باب ثانی خلافت

خلافتِ فاروقی

حضرت عمر فاروق کو صرف حضرت ابوبکر صدیق نے منتخب فرما کر خلافت کے لیئے نامزد فرمادیا اور یہ حضرت ابوبکر کی سب سے بڑی نیکی اور سب سے بڑا احسان ہے امت پر۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اسلامی مملکت کو سندھ، چین اور یورپ کے کناروں تک وسیع فرمادیا تھا۔ اور ان قرآن کی پیشگوئیوں کو سچ کر دکھایا تھا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ سکندر وغیرہ نے فتوحات تو بڑی بڑی کیں لیکن بالکل ناپائیدار۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس دنیا کو فتح فرمایا آج تک وہاں اسلام کے سوا دوسرا کوئی بھی مذہب نہ رہ سکا۔ یعنی صرف جسموں کو فتح نہیں کیا بلکہ دلوں کو بھی مسخر کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ابھی حکومت اس طرح نہ تھی بلکہ صرف معاہدات اور ایک قبائلی قسم کا جرگہ سسٹم تھا۔ جس کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ طور پر ارتدادی بغاوتوں کو فرو فرما کر دوبارہ قائم کیا۔ لیکن صدیقی حکومت صرف خطۂ عرب پر تھی۔ البتہ شام و عراق جو کہ دراصل عرب کا ہی ایک

حصہ تھا۔ ان کی فتوحات شروع ہو چکی تھیں۔ جس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مشرق کی طرف ایران و افغانستان، بلوچستان، ترکستان اور مغرب کی طرف مصر اور افریقہ اور شمال کی طرف ٹرکی تک فتوحات کو پھیلا دیا۔ یہ کارنامہ ایسا ہے جس کو کوئی دشمن و دوست جھٹلا نہیں سکتا۔

خلافتِ فاروقی

فتوحات فاروقی

(۱) خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ ویسے تو آپ حضرت ابوبکر صدیق ہی کی حیات مبارکہ میں جمادی الآخر ۱۳ھ میں ولی عہد خلافت ہو گئے تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں جس روز سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ آپ اسی روز ہی خلیفہ مقرر ہو گئے تھے۔ اور وہ منگل کا دن ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تھا۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ حاکم)

جب آپ پورے طور پر خلافت کے عہدہ پر سرفراز ہو گئے۔ تو آپ کے زمانہ میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا۔ آپ نے مقامی انتظام کے بعد حضرت مثنیٰ ابن حارثہ کو ۱۲ھ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عراق پر

چڑھائی کا حکم دیا تھا) کی مدد کے لیئے فوجیں بھیجیں۔ حضرت مثنیٰ نے نرسک پر قبضہ کر لیا۔ اور قادسیہ میں زبردست لڑائیاں ہوئیں مسلمان بفضل الٰہی فتح یاب ہوئے۔ اور اسلامی پرچم ایران کی سرزمین پر لہرانے لگا۔ اس کے بعد بابل۔ کوثیٰ۔ بہرۂ شیر۔ مدائن اور حلوان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

ایرانی بادشاہ سے معاہدہ صلح ہوا۔ ایرانیوں کے قبضہ سے عراق نکل جانے کے باعث انہیں چین نہ تھا۔ اس لیئے ایرانیوں نے ایک زبردست فوج تیار کی اور نہاوند کے قریب گھمسان کا رن پڑا۔ مگر میدان بفضل ایزد متعال مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

ماہ رجب ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ء میں دمشق صلح اور غلبہ سے اور حمص اور بعلبک صلح سے اور بصرہ اور ابلہ صلح اور غلبہ سے فتح ہوئے۔

۱۴ھ میں آپ نے لوگوں کو تراویح کی نماز کے لیئے جمع کیا۔

(تاریخ الخلفاء بحوالہ عسکری)

اسی دوران میں یعنی ۱۴ھ میں فحل کے میدان میں رومیوں اور مسلمانوں کے مابین سخت معرکہ ہوا۔ مسلمان کامران و کامیاب ہوئے۔

۱۵ھ میں اردن غلبہ سے اور طبریہ صلح سے فتح ہوا۔

یرموک میں ایک جنگ ہوئی تھی۔ مگر بے نتیجہ۔ دوسری جنگ ۵ رجب المرجب ۱۵ھ میں ہوئی۔ جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی۔ اس جنگ کے بعد تمام ملک میں مسلمان پھیل گئے۔ اور چھوٹے چھوٹے مقامات نہایت آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

سنہ ۱۵ھ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ آباد کیا اور اسی میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جاگیریں مقرر فرمائیں۔ دفتر کھولے۔ اور عطیات عطا کیں۔

سنہ ۱۶ھ بمطابق سنہ ۶۳۷ء میں بیت المقدس کا محاصرہ ہوا۔ باشندگانِ بیت المقدس کی خواہش پر سیدنا امیرالمومنین فاروق اعظم خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے وہاں بنفس نفیس تشریف لے جانے کا معاہدہ صلح ترتیب دیا اور یہ مشہور شہر بھی پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور آپ نے مقام جابیہ پر وہ مشہور خطبہ پڑھا جس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے۔

اسی سنہ میں اہواز۔ اور مدائن اور جزیرہ فتح ہوا۔ نیز اسی سنہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایوان کسریٰ میں جمعہ پڑھا اور یہ پہلا جمعہ ہے جو عراق میں ادا ہوا

اسی سال واقعہ جلولا پیش آیا اور یزدجرد بن کسریٰ نے ہزیمت کھائی۔ اور مقام رے کی طرف بھاگ گیا۔ اسی سال تکریت فتح ہوا۔ اسی سال قنسرین غلبہ سے اور حلب اور انطاکیہ اور منبج صلح سے اور سروج غلبہ سے فتح ہوئے۔

اسی سال ماہ ربیع الاول میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے تاریخ و سال ہجری مقرر ہوا۔

سنہ ۱۷ھ میں آپ نے مسجد نبوی کو وسعت دی اور حجاز میں قحط پڑا۔ جس کا نام عام الرمادہ ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز استسقاء ادا فرمائی۔ ابن سعد نے نیار الاسلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جس وقت نماز استسقاء کے لئے

تشریف لے گئے۔ تو آپ سرورِ کائنات فخرِ موجودات امام المرسلین سید الکونین ساقی کوثر رحمۃ اللعالمین حبیب خدا اشرف انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اونچا کر کے دعا کی۔ یا الٰہ العالمین! ہم عاجز بندے آپ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ خشک سالی اور قحط کو اٹھالو۔ اور ہم پر بارانِ رحمت نازل فرماؤ۔ آپ یہ دعا کر کے واپس بھی نہیں چلے تھے کہ بارش شروع ہوئی اور کئی روز تک متواتر ہوتی رہی۔

۱۷ھ میں ہی خوزستان کا صدر مقام شوستر مسخر ہوا۔

۱۸ھ میں جند۔ نیشاپور بطور صلح کے اور حلوان لڑائی سے فتح ہوئے انہی ایام میں حلوان میں طاعون پھیلا تھا جس کا نام اسلام میں طاعون عمواس ہے اور اسی سال رے اور سمساط غلبہ اور لڑائی سے اور حران و نصیبین اور اکثر جزائر غلبہ سے اور بعضوں نے کہا ہے صلح سے۔ اور موصل اور اس کے اطراف غلبہ سے فتح ہوئے۔

۱۹ھ میں قیساریہ غلبہ سے فتح ہوا۔

۲۰ھ مطابق ۶۴۱ء میں مصر کا تمام ملک جنوب میں ابی سینا تک اور مغرب میں لیڈیا تک مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

مصر غلبہ سے فتح ہوا اور بقول بعض اسکندریہ کے علاوہ تمام ملک صلح سے حاصل ہوا۔

علی بن رباح کا قول ہے کہ مغرب کل غلبہ سے فتح ہوا اور اسی سال تستر فتح ہوا۔ اور قیصر روم مرا۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خیبر اور نجران سے یہود کو جلا وطن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب پر عمل کیا اور خیبر اور وادی القریٰ کو تقسیم فرمایا۔

۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند غلبہ سے حاصل ہوئے۔ اس کے بعد ملک عجم میں کوئی سرکش جماعت باقی نہیں رہی۔ مسلمانوں نے اسی سنہ میں عام فوج کشی کی اور تقریباً دو سال کے اندر کسریٰ کی ساری حکومت ان کے قبضہ میں آگئی۔

۲۲ھ میں آذربائیجان غلبہ یا صلح سے اور دینور۔ ماسیدان۔ ہمدان غلبہ سے فتح ہوئے۔ اور اسی سال طرابلس الغرب۔ رے۔ عسکر۔ توس ہاتھ آئے۔

۲۳ھ میں کرمان۔ سجستان۔ مکران۔ بلاد دیبل۔ اصبہان اور اس کے اطراف فتح ہوئے۔

اسی سال کے آخر میں حج سے تشریف آوری کے بعد آپ شہید کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے عہد میں شام۔ مصر اور ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ غرض سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرب کے علاوہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت فتح ہو چکا تھا۔ ایران کی چار ہزار سالہ بادشاہت کو کوفہ اور بصرہ سے لے کر بلخ سے پرے چین کی سرحد

تک اور ہندوستان میں سندھ تک اور قیصر کی بادشاہت کو دمشق سے لے کر کوہ لبنان تک اور ایشیائے کوچک میں سندھ تک اور مصری سلطنت کو فسطاط سے لے کر مصر کی انتہائی سرحدوں تک صرف دس سال چھ ماہ چار دن کے عرصہ میں فتح کیا۔

لیکن آپ کی حالت کیا تھی۔ خود صرف زیتون کے تیل سے اور کبھی گوشت سے اور کبھی بے سالن روٹی کھایا کرتے تھے۔ جب کوئی کہتا کہ آپ اپنے اوپر یہ سختی کیوں کرتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ میں نے اپنے دونوں دوستوں کو اسی حالت میں دیکھ کر رخصت کیا ہے۔ اللہ اکبر کبیرا اور الحمد للہ کثیرا۔

یہ سچ ہے۔ مثل ابی بکر و عمر مثل نوح و ابراھیم فی الانبیاء۔

(حافظ ابونعیم اصفہانی)

جیسے نوح اور ابراہیم علیہما السلام انبیاء میں ہیں۔ ایسے ہی ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما مسلمانوں میں ہیں۔

دوسری روایت میں ہے۔

من احب ان ینظر الی ابراھیم فی خلتہ فلینظر الی ابی بکر فی سماحتہ ومن احب ان ینظر الی نوح فی شدتہ فلینظر الی عمر فی شجاعتہ۔

(تاریخ ابن عساکر بروایت انس)

جو شخص سیدنا خلیل علیہ السلام کو ان کی خلعت میں دیکھنا چاہے۔ وہ ابوبکر کو ان کی سماحت میں دیکھ لے۔ اور جو شخص حضرت نوح علیہ والسلام کو

ان کی شدت میں دیکھنا چاہے۔ وہ حضرت فاروق کو ان کی شجاعت میں دیکھ لے۔
اور روایت میں آیا ہے۔ اِنَّ مثلک یا عمر کمثل نوح۔ بیشک
لے عمر! تیری مثال نوح جیسی ہے۔ (مسند احمد حنبل)

خدمات فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو دین کی بڑی بڑی خدمات سرانجام
دیں ہیں ان میں پہلی یہ ہے۔

قرآن مجید

قرآن مجید اگرچہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اور انہیں
کے عہد میں جمع کیا گیا مگر یہ تجویز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی اور
انہیں کے اصرار سے سیدنا ابوبکر صدیق نے حکم صادر فرمایا تھا۔

عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اهل الیمامة
فاذا عمر بن الخطاب عندہٗ قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال،
ان القتل قد استحر یوم الیمامة لقراء القرآن وانی اخشی
ان ستحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من
القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف
تفعل شیئا لم یفعلهُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال عمر هذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح
اللہ صدری لذالک ورأیت فی ذالک الذی رای

عمر الخ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

یعنی حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب جنگ یمامہ میں قرآن مجید کے قاری شہید ہو گئے۔ تو حضرت صدیق نے میری طرف پیغام بھیجا۔ میں پھر خدمت صدیقی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا۔ تو وہاں حضرت عمر بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ یہ عمر بیٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ میں قاریوں کے شہید ہو جانے سے مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ اگر اسی طرح ہی قاری جنگوں میں شہید ہوتے رہے۔ تو قرآن پاک کا اکثر حصہ گم ہو جائے گا۔ لہذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ قرآن پاک کو جمع کیا جائے۔ میں نے عمر کو کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کروں جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ میری یہ بات سن کر عمر نے کہا ہے کہ خدا کی قسم یہ کام بہت بہتر ہے تو حضرت عمر کے بار بار کہنے سے اللہ پاک نے میرا سینہ کھول دیا ہے اور یہ بات میری سینہ میں آگئی ہے۔ جو چیز حضرت عمر نے بہتر سمجھی ہے وہی میں بھی بہتر سمجھتا ہوں۔ اس لیے اسے زید قرآن پاک کو جمع کرنا چاہیئے۔ (دالتفصیل فی البخاری)

حدیث

سیدنا فاروق ہی نے محدثین کے لیئے درود شک پر نقل حدیث میں ثبت روایت کی سنت کو قائم فرمایا۔ ایک دن سیدنا ابو موسیٰ اشعری نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین بار سلام کرے اور اسے جواب نہ ملے تو اسے لوٹ جانا چاہیئے۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہ طلب فرمایا چنانچہ سیدنا

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی (تذکرۃ الحفاظ ذہبی)

اعلائے کلمہ

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ ہی کے قبول اسلام پر مسلمانوں نے تکبیر بلند کی یہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ ہی کی خصوصیت ہے۔ پھر سیدنا فاروق ہی کی فاروقیت کا کمال ہے کہ اسلام لاکر کتنی جرأت کے ساتھ کفار قریش میں اس کا اعلان کیا۔

فاصابتھم کابۃ لم تصبھم مثلھا ۔ (اسماء الرجال)

یعنی قریش کو اتنی شکستگی اور خفت ہوئی کہ ایسی کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔

علم فاروقی

قال عبد اللہ بن مسعود واللہ انی لاحسب علم عمر اذا وضع فی کفۃ المیزان ووضع علم سائر احیاء الارض فی کفۃ المیزان لرجح علیہ علم عمر (اسماء الرجال)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساری زمین کے انسانوں کا علم رکھا جائے تو فاروقی پلڑا بھاری ہوگا۔

نماز

ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی جماعت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ خدا عمر کی قبر کو روشن کرے۔ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا۔

اذان

اذان کے کلمات بھی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرماتے تھے۔ (عشرہ مبشرہ)

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی آمدنی کے اندراج کی غرض سے بیت المال قائم فرمایا (عشرہ مبشرہ)

حج

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ ہی امیر الحاج مقرر ہوا کرتے تھے۔ اور اپنے زمانہ خلافت میں بنفس نفیس امیر الحاج ہوا کرتے تھے۔

سنہ ہجری

آپ نے ہی سب سے پہلے سنہ ہجری جاری فرمایا۔

چوکیدار

آپ ہی نے رات کے چوکیدار مقرر فرمائے۔

نیز آپ ہی نے ہجو پر سزائیں دیں۔

شراب نوشی کی سزا

آپ ہی نے شراب نوشی پر اسّی (۸۰) درے مقرر فرمائے۔

متعہ

متعہ کو حرام فرمایا۔

بیع امہات الاولاد

آپ ہی نے امہات الاولاد (جن لونڈیوں سے اولاد پیدا ہو جائے) کی بیع منع فرمائی۔

تکبیرات جنازہ

آپ ہی نے جنازہ کی نماز میں چار تکبیروں پر لوگوں کو جمع کیا۔

قیام دفاتر

دفاتر قائم کئے۔

پیمائش زمین

آپ ہی نے میدانوں کی پیمائش کرائی نیز صدقہ کے روپیہ کو اسلام میں خرچ کرنے سے روکا۔

علم فرائض

آپ ہی نے علم فرائض مقرر فرمایا۔

گھوڑوں پر زکوٰۃ

آپ ہی نے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔

نیز آپ ہی نے سب سے پہلے درہ ایجاد کیا۔

اب ہم ذیل میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جزئی اصلاحات اور مزید خدمات کا مختصر خاکہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کے فضائل ومناقب کو تاریخی روشنی کی حقیقت نمائی میں اور نمایاں کرتی ہیں۔

فوجی دفتر کی ترتیب۔ رضا کاروں کے وظائف کا تقرر۔ دفاتر دیوانی کی آئین بندی اور نظارت عدل وانصاف کی تنظیم انہی کے ذہن وعمل کے نتائج ہیں۔ انہوں نے ہی بندوبست اراضی کا طریق جاری کیا۔ شادابی ملک اور ترقی زراعت کے لئے نہریں کھدوائیں۔ کوفہ۔ بصرہ۔ فسطاط اور جیزہ وغیرہ

شہر آباد کیئے۔

ممالک مفتوحہ کو ولایت اور صوبہ جات پر تقسیم فرمایا۔ دریا کی پیداوار مثلاً عنبر پر محصول لگایا۔ اور ان کی تحصیل کے لیئے محصل مقرر کیئے۔ عشور کا عملہ مقرر کیا۔ جیل خانے قائم کیئے۔ اور محکمہ پولیس قائم فرمایا۔ مناسب مقام پر فوجی چھاؤنیاں بنائیں اور مملکت کے اخبار وحالات معلوم کرنے کے لیئے پرچہ نویس مقرر فرمائے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک سفر کرنیوالوں کے لئے روزینے مقرر فرمائے۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے۔ مفلوک الحال اہل کتاب کے روزینے مقرر فرمائے۔ تعلیم دین کے لیئے قراء اور معلّمین کا تقرر کیا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک ہر منزل پر چوکیاں بنوائیں اور چشمے جاری کرائے۔ نیز مسجد نبوی کو شہید کرا کر اس کو وسیع کرایا۔ اور اس میں بوریئے کا فرش بچھایا۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم کو اس جگہ قائم کیا جہاں اب موجود ہے۔ ورنہ پہلے وہ کعبہ شریف سے ملا ہوا تھا۔ اور سب سے پہلے شہروں میں قاضی آپ ہی نے مقرر کیئے۔

الغرض امر خلافت اور اس کے جملہ شعوب کو بکمال وخوبی ایسا مرتب فرمایا کہ آئندہ آنے والے جانشینوں کو اس سے بہتر اور عمدہ انتظام کرسکنے سے عاجز و قاصر کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء۔ عشرہ مبشرہ)

چنانچہ کتب تاریخ و سیر اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ ان تیرہ صدیوں میں فاروقی نظام سے احسن اور عمدہ تر نظام بلا استثناء فرد واحد مدبر ترین حکمرانوں کو مرتب کرنا ناممکن ہی ثابت ہوا۔

شہادتِ فاروقی

مدتِ خلافت:۔ ۱۰/ برس ۶/ مہینے ۴/ دن

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا۔ جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی اس نے ایک دن سیدنا فاروق اعظم سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کر دیا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (تقریباً سات آنے) سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون سا پیشہ اختیار کرتا ہے۔ ابولؤلؤ بولا نجاری نقاشی۔ آہنگری۔ یہ سن کر سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم بہت نہیں ہے۔ ابولؤلؤ دل میں سخت ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن ۲۶/ ذی الحجہ ۲۳ھ کی صبح کو مسجد نبوی میں آپ نماز فجر کی نماز کرانے کے لیئے نکلے تو فیروز جو مجوسی المذہب تھا۔ دو دھاری خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے۔ کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں درست ہو چکتی تھیں تو حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے۔ اور امامت کراتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ امامت کے لیئے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی۔ فیروز نے

دفعتہً گھات سے نکل کر چھ وار کئے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا۔ اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا میرا قاتل کون تھا۔ لوگوں نے کہا فیروز۔ فرمایا کہ الحمد للہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا۔ جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو۔ لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں گہرا نہیں۔ غالباً شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا۔ اس نے نبیذ اور دودھ دیا۔ لیکن دونوں چیزیں زخم سے باہر آ گئیں۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ زخم سے جاں بر نہیں ہو سکتے۔

سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سیّدنا عبداللہ کو بلا کر کہا کہ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے چنانچہ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سیّدہ عبداللہ نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ سیّدنا عبداللہ واپس آئے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ

کو خبر کی۔ فاروق رضی اللہ عنہ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے ہو۔ انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

چنانچہ یکم محرم الحرام بروز ہفتہ ۲۴ھ کو انتقال فرمایا اور حبیب خدا اشرف انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کیے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عبدالرحمٰن، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت سعد بن وقاص رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالمتاب خاک میں چھپ گیا۔

دفن فی الحجرۃ عند النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قیل کان علیھا قفل فانفتح من غیر ان یفتحہ احدٌ وسمعوا قائلا منھا یقول اُدخلوا الحبیب الی الحبیب فان الحبیب الی الحبیب مشتاقٌ۔ (تہذیب الجواہر اللؤلؤیہ شرح اربعین نوویہ)

یعنی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ حجرہ نبوی میں دفن کیے گئے۔ کہتے ہیں کہ حجرہ شریف کا دروازہ مقفل تھا تو وہ بغیر کسی کے کھولنے کے کھل گیا۔ اندر سے آواز آئی، حبیب کو حبیب کے پاس لے چلو۔ کیونکہ حبیبؓ حبیبؐ کا مشتاق ہے۔

ولما توفی اظلمت الارض فجعل الصبی یقول لابیہ

اقامت القیامۃ فیقول لا ینبئ ولکن قتل عمر۔

(تہذیب الجواہر اللؤلؤیہ شرح اربعین نوویہ)

یعنی جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ وصال پا گئے تو زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ اور کئی بچے اپنے باپوں سے پوچھنے لگے۔ ابا جان! کیا قیامت برپا ہوگئی۔ وہ کہتے نہیں بیٹا۔ قیامت تو قائم نہیں ہوئی۔ لیکن فاروق رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ گویا ان کی شہادت بھی نمونہ قیامت تھی۔

وفات سے پیشتر فرمایا دیکھو جب میں مر جاؤں۔ میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے متوسط درجے کا کفن دینا۔ اگر اللہ کے ہاں میری کچھ بھلائی ہے۔ تو مجھے اس سے بہتر لباس عطا فرمائے گا۔ اور اگر اس کے سوا کچھ اور سلوک ہوا۔ تو یہ بھی چھن جائے گا۔ لہٰذا اس چھن جانے میں جلدی ہی کیوں نہ کی جائے۔ میری قبر بھی بہت لمبی چوڑی نہ کھدوانا۔ اگر میں خدا کے نزدیک زیادہ کا مستحق ہوں تو وہ خود حد بصر تک وسیع کر دیں گے۔ ورنہ وسیع بھی اس قدر تنگ ہو جائے گی کہ میری تمام پسلیاں ٹوٹ جاویں گی۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے اور جو صفات مجھ میں نہ ہوں ان کے ساتھ مجھے یاد نہ کیا جائے کیونکہ خدائے عالم الغیب مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسی حالت میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔ لو ان لی مافی الارض لافتدیت بہ من ھول المطلع۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲ ج ۱) وصواعق محرقہ)

یعنی واللہ! اگر مجھے تمام روئے زمین کی چیزیں مل جائیں تو میں اس ہولناک منظر پر جو پیش آنے والا ہے قربان کر دوں۔

یہ سن کر حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو وحشتناک منظر کا سامنا نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وان منکم الا واردھا الخ (عشرہ مبشرہ)

سیدنا ابن عباس فرمانے لگے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ آپ امیرالمومنین امین المومنین اور سید المومنین ہیں۔ آپ کتاب کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ اور تقسیم میں انصاف کا خیال رکھتے تھے۔

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ الفاظ سن کر تسکین سی ہوئی اور اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے بوثوق کہا ہے۔ تو سیدنا عمر نے میرے شانے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا گواہ رہنا۔ میں نے کہا ہاں ضرور (عشرہ مبشرہ)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کے جنازہ پر فرمایا۔ عمرؓ! آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہیں چھوڑا کہ اس جیسے نامہ اعمال کی میں خواہش کر سکوں بے شک میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں، اور ابوبکر و عمر نکلے اور میں اور ابوبکر و عمر آئے اور میں اور ابوبکر و عمر نے یہ کیا۔ یعنی ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ دونوں کو اپنے ساتھ شریک فرماتے تھے مجھے پہلے سے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے پاس جگہ دیگا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے منٰی سے الطبح میں واپس ہوئے اونٹ بٹھایا تو آپ نے اس سے تکیہ لگا کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ الٰہی! میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ قوتوں میں ضعف

اگیا ہے رغبت منتشر ہو گئی ہے ۔ اس سے پہلے کہ میں ناکارہ ہو جاؤں اور عقل میں فتور آ جائے ۔ اپنے پاس بلا لو چنانچہ ابھی ذوالحجہ بھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ آپ شہید ہو گئے ۔ (تاریخ الخلفا بحوالہ حاکم)

ابو صالح السمان کہتے ہیں کہ کعب بن احبار نے حضرت فاروق سے کہا کہ میں توریت میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ شہید ہوں گے ۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے میں شہید ہو جاؤں ۔

فاروق رضؓ اور آرزوئے شہادت

عن زید بن اسلم ان عمر بن الخطاب کان یقول اللھم انی اسئلک شھادۃ فی سبیلک و وفاۃ ببلد رسولک (موطا امام مالک کتاب الجہاد ص۲۷۴)

یعنی زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دعا کی الٰہی مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے محبوب کے مدینہ میں موت دیجئے ۔ (بخاری)

طبرانی نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سے حضرت عمر شہید ہوئے اسلام سست پڑ گیا عبد الرحمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت موجود تھا ۔ اس دن سورج گہن تھا ۔ (تاریخ الخلفاء صواعق محرقہ و طبرانی)

قال النور الدین الھیثمی فی مجمع الزوائد و رجالہ ثقات ۔

یعنی نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

اکثر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے رنج وفات کو اشعار میں ظاہر کیا ہے۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل فرماتی ہیں۔

ترجمہ اشعار

(۱) اے آنکھ آنسو بہا جس کے ساتھ فریاد ہو اور امام برگزیدہ کے لیئے رونے میں تاخیر نہ کرو۔

(۲) اے شخص تونے مجھے اس کے غم کی خبر سنائی جس کی تلوار چمکتی تھی جو میدانِ کارزار کا معلم تھا۔

(۳) وہ لوگوں کی جائے پناہ اور مصائب دہر میں ان کی مدد کرنے والے اور وہ آفت رسیدوں اور مصیبت زدوں کی فریاد رسی کرنے والے تھے۔

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۱) ثلاثةٌ برزوا بفضلهم   نضّرهم ربهم اذا انتشروا

تین بزرگ فضائل کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ جبکہ ان کو پروردگار نے تروتازہ کیا۔ یعنی جب وہ ظاہر ہوئے

(۲) فليس من مؤمن له بصر   ينكر تفضيلهم اذا ذكروا

پس کوئی ایسا مومن نہیں جس کو بصیرت ملی ہو کہ جب ان کے فضائل کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کا انکار کرے۔

(۳) عاشوا بلا فرقة ثلاثتهم ۔۔۔ واجتمعوا في الممات اذ قبروا

وہ تینوں زندگی میں بھی جدا نہیں ہوئے اور موت کے بعد قبر میں بھی تینوں اکٹھے ہو گئے۔ (عشرہ مبشرہ)

شہادت فاروقی پر جنات کا رونا

(۱) سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ آپ کی موت پر جنوں نے بھی غم کیا۔ چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ شہید کئے گئے تو یمن کے پہاڑوں کی طرف سے یہ اشعار سنائی دیئے گئے۔

ترجمہ اشعار

جو شخص اسلام پر رونے والا ہے وہ روئے کیونکہ وہ بیہوش ہو گئے ہیں اور ان کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ دنیا ہی الٹ گئی۔ اور اس میں کا سب سے اچھا آدمی چل بسا۔ وہ شخص رنجیدہ ہو گا۔ جو وعدوں پر یقین کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ فنواحق محترقہ ہیں ہے۔ وناحت الجن علیہ۔ یعنی جنات نے بھی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نوحہ کیا۔ اور ابن سعد نے بھی سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے۔

(۲) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ گزرا ہے۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کے بہت خصائل ملتے جلتے ہیں جب کبھی ہم ان کا ذکر کرتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور یاد آجاتے تھے اور جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تھا۔

تو وہ بادشاہ خواہمخواہ یاد آجاتا تھا۔ اس کے زمانہ بادشاہت میں ایک نبی علیہ السلام تھے۔ ان کو ایک مرتبہ وحی ہوئی کہ تم اس بادشاہ سے کہہ دو کہ تیری عمر کے تین دن باقی ہیں اگر کچھ وصیت کرنا ہو تو کر دو۔ جس وقت اس بادشاہ نے سنا تو سجدہ میں گر کر نہایت عاجزی سے دعا کی۔ الٰہی مجھے اتنی مہلت دے دیجئے کہ میرا لڑکا جوان ہو جائے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی کہاں تک تعمیل کی ہے۔ اور اپنی رعایا سے حتی المقدور کتنا عدل کیا ہے۔ اسی نبی علیہ السلام پر پھر وحی نازل ہوئی کہ اس نے ہم سے ایسی دعا کی ہے اور اس نے دعا میں جو کچھ واسطہ دے کر کہا ہے سچ کہا ہے۔ ہم اس کی عمر میں ۱۵ پندرہ برس کا اضافہ کرتے ہیں تاکہ اس مدت میں اس کا لڑکا جوان ہو جائے اور پرورش پائے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نیزہ لگا اور آپ زخمی ہو گئے تو کعب احبار نے یہ قصہ بیان کر کے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خداوند تعالےٰ سے یہی سوال کریں تو خداوند تعالیٰ انہیں ابھی اور باقی رکھیں گے۔ جس وقت اس کی خبر حضرت سیدنا فاروق اعظم کو ہوئی تو آپ نے دعا کی۔ الٰہی مجھے بغیر عاجز کئے اور بغیر الم دیئے اٹھا لیجئے (تاریخ الخلفاء)

۳۔ حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آخری حج امہات المومنین کے ساتھ کیا تو واپسی میں جب ہم وادی محصب میں پہنچے تو میں نے ایسی آواز سنی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اونٹ پر بیٹھا دریافت کر رہا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ دوسرے نے بتایا کہ یہ ہیں۔ پھر انہوں نے اونٹ بٹھلائے اور یہ

شعر پڑھنا شروع کر دیئے

ترجمہ اشعار: تجھ پر سلام ہو اے امام اور اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اس چمڑے میں جو پارہ پارہ ہوگا۔

نہ یہ شعر پڑھنے والا وہاں سے چلا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھا۔ ہم آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ جن ہوگا۔ پھر حضرت عمر جب اس حج سے واپس آئے تو شہید کر دیئے گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

ازواج و اولاد

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاہلیت و اسلام میں متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح حضرت عثمان بن مظعون کی بہن زینبؓ سے کیا۔ حضرت عثمان بن مظعون سابقین صحابہ میں سے تھے۔ اسلام لانے والوں میں ان کا چودہواں نمبر تھا۔ حضرت زینبؓ مکہ ہی میں مسلمان ہو گئیں تھیں۔ حضرت حفصہؓ و حضرت عبداللہ انہیں کے بطن مبارک سے تھے۔ (تاریخ طبری، ص ۱۶)

۲۔ دوسری شادی قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے کی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم حضرت ام سلمہ کی بہن تھیں۔ چونکہ اسلام نہیں لائیں تھیں اور مشرکہ عورت سے نکاح جائز نہیں اس لیے ۶ھ میں حدیبیہ کے بعد انہیں طلاق بھیج دی۔

۳۔ تیسری بیوی ملیکہ بنت جیرول خزاعی تھیں۔ یہ بھی اسلام نہ لائیں اور ۶ھ میں اسے بھی طلاق دے دی۔ عبید اللہ انہیں کے بطن سے تھے۔

۴۔ چوتھا نکاح مدینہ میں آکر انصار قبیلہ میں عاصم بن ثابت الافلح کی بیٹی جمیلہ سے ۷ھ میں کیا۔ جمیلہ کا اصلی نام پہلے عاصیہ تھا۔

جب وہ اسلام لائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جمیلہ نام رکھا۔ لیکن ان کو بھی کسی وجہ سے طلاق دے دی۔

۵۔ آخر عمر میں آپ کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں۔ جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا۔ چنانچہ جناب امیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کے لیئے درخواست کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پہلے ام کلثوم کی صغر سنی کے سبب سے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے جو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منظور فرمایا اور ۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح ہوا۔ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اور بیویاں بھی تھیں۔

یعنی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام المخزومی۔ فکیہہ۔ یمینہ۔ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل۔ عاتکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی چچیری بہن تھیں۔ ان کا نکاح پہلے حضرت صدیق اکبر کے فرزند عبد اللہ سے ہوا تھا۔ اور عاتکہ چونکہ بہت خوبصورت تھیں عبد اللہ ان کو بہت چاہتے تھے۔ عبد اللہ غزوہ طائف میں شہید ہو گئے۔ عاتکہ نے ان کا نہایت درد انگیز مرثیہ لکھا۔ ایک شعر

کا ترجمہ یہ ہے :-

؎ میں نے قسم کھائی کہ میری آنکھ ہمیشہ تیرے اوپر غمگین رہے گی اور بدن خاک آلود رہے گا۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اولاد کثرت سے ہوئی جن میں سے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس لئے ممتاز ہیں کہ ازواج مطہرات میں شامل ہیں۔ ان کا نکاح پہلے حضرت خنیس بن حذافہ سے ہوا تھا جو مہاجرین صحابہ میں سے تھے۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ جب غزوہ احد میں شہید ہوئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ مبارک میں آئیں۔

ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ اور بہت سے صحابہؓ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں ۴۵ھ میں بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا۔

حضرت سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد ذکور کے نام یہ ہیں :-

حضرت عبداللہؓ۔ حضرت عبیداللہؓ حضرت عاصمؓ۔ حضرت ابو شحمہ رضؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن۔ حضرت زیدؓ۔ حضرت مجیرؓ۔

ان میں تین سابق الذکر زیادہ نامور ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فقہ حدیث کے بڑے رکن مانے جاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ان کے مسائل اور روایات کثرت سے مذکور ہیں۔ وہ حضرت فاروق کے ساتھ مکہ معظمہ میں اسلام لائے۔ اور کثرت غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں اور ابن خلکان نے

وفیات الاعیان میں ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے جس سے ان کے علم وفضل
زہد و تقدس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علم و فضل کے علاوہ حق گوئی میں نہایت
بے باک تھے۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف ثقفی کعبہ میں خطبہ پڑھ رہا تھا۔
عین اسی حالت میں انہوں نے کھڑے ہو کر کہا یہ خدا کا دشمن ہے کیونکہ
اس نے خدا کے دوستوں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ اسی کے انتقام میں حجاج
نے ایک آدمی کو متعین کیا جس نے ان کو مسموم آلہ سے زخمی کیا اور اسی
زخم سے بیمار ہو کر آپ نے وفات پائی۔

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی اور امیر معاویہ نے اپنا
معاملہ حَکَم کے ہاتھ دیا تو لوگوں نے حضرت عبداللہ سے آکر کہا کہ تمام
مسلمان آپ کی خلافت پر راضی ہیں آپ امادہ ہو جایئے۔ تو ہم لوگ آپ
کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا۔ میں مسلمانوں کے
خون سے خلافت کو خریدنا نہیں چاہتا۔

حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت سالم فقہائے سبعہ یعنی مدینہ منورہ
کے ان سات فقہا میں شمار ہوتے ہیں۔ جن پر حدیث و فقہ کا مدار تھا۔ اور
جن کے فتویٰ کے بغیر کوئی قاضی فیصلہ کرنے کا مجاز نہ تھا۔ حضرت سالمؒ کے
علاوہ باقی چھ فقہاء کے نام یہ ہیں۔

حضرت خارجہ بن زیدؒ۔ حضرت عمرو بن الزبیرؒ۔ حضرت سلیمان بن یسارؒ
حضرت عبیداللہ بن عبداللہؒ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ۔ حضرت قاسم
بن محمدؒ۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حدیث کے دو سلسلے سب سے زیادہ مستند ہیں۔ اور محدثین اس سلسلے کو سلسلۃ الذہب یعنی زنجیر زر کہتے ہیں۔ یعنی اول وہ حدیث جس کی روایت کے سلسلے میں امام مالک۔ نافع۔ عبداللہ بن عمرؓ ہوں۔ دوسری وہ حدیث جس کے سلسلے میں زہری۔ سالم اور عبداللہ بن عمر واقع ہوں۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام زہری کے سوا باقی تمام لوگ حضرت عمرؓ ہی کے گھرانے کے ہیں۔ عبداللہ ان کے بیٹے اور سالم پوتے اور نافعؒ غلام تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے عبید اللہ شجاعت اور پہلوانی میں مشہور تھے۔ تیسرے بیٹے عاصم نہایت پاکیزہ نفس اور عالم و فاضل تھے۔ ۷۰ھ میں جب انہوں نے انتقال کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انکا مرثیہ لکھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

فلیت المنایا کن خلفن عاصما

فعشنا جمیعا او ذھبن بنامعا

کاش موت عاصم کو چھوڑ جاتی۔ تاکہ ہم سب ساتھ رہتے یا لے جانا تھا تو سب کو لے جاتی۔

حضرت عاصم نہایت بلند قامت اور جسیم تھے اور شعر خوب کہتے تھے۔ چنانچہ اہل ادب کا قول ہے کہ ہر شاعر کو کچھ نہ کچھ وہ الفاظ بھی لانے پڑتے ہیں جو مقصود نہیں ہوتے۔ لیکن حضرت عاصمؒ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز انہی کے نواسے تھے۔

فاروقی حلیہ

رنگ گندم گوں - قد لانبہ - یہاں تک کہ سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے - تو ان کا قد سب سے نکلا ہوتا تھا - رخسارے کم گوشت - گھنی داڑھی - مونچھیں بڑی بڑی - سر کے بال سامنے سے اُڑ گئے تھے -

(الفاروق شبلیؒ)

باب ثالث

اخلاق فاروقی رضؓ

۱- امام ابن اثیر جزری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں پر عطایا بخشش فرماتے اور اپنے تئیں بیت المال کا اجیر سا خیال فرماتے اور اپنے نفس کو کسی مسلمان پر ذرا بھی فوقیت نہ دیتے

۲- سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے جو کوئی امین قوی کو دیکھنا چاہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

۳- سیدنا عثمان ذی النورین کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔ ہم میں سے ان کی مثل کوئی بھی نہیں۔

۴- سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قیامت تک آئندہ سلاطین کے لیئے حجت بنایا ہے۔ خدا کی قسم وہ دونوں سبقت لے گئے اور اپنے بعد والوں کو سخت مشکل میں چھوڑ گئے۔ ان کی یاد امت کو مغموم اور حکام کو مطعون کرتی رہے ہے۔

۵- سیدنا طلحہ اور سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

بخدا عمر سے ہم اسلام لانے میں مقدم تھے اور ہجرت میں۔ لیکن وہ دنیا میں ہم سے زاہد تھے۔ اور امور آخرت میں ہم سب سے زیادہ راغب تھے۔

۶۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ انہوں نے سیّدنا عمر کی چادر میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا دیکھا۔

۷۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے دونوں شانوں کے درمیان کرتے میں تین پیوند لگے ہوئے تھے۔ (صواعق محرقہ)

عن انس مالک رائیت عمر بن الخطّاب وھو یومئذ امیر المؤمنین وقد رقّع بین کتفیہ برقع ثلاث لبد بعضھا فوق بعض۔ (موطا امام مالک صفحہ ۷۱۱)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب آپ امیر المومنین تھے دیکھا۔ کہ کرتے میں دونوں کاندھوں کے درمیان تین پیوند ایک کے اوپر ایک لگے ہوئے تھے۔

۸۔ عن انس بن مالک قال رائیت عمر بن الخطاب وھو یومئذ امیر المؤمنین یطرح لہ صاعٌ من تمر فیأ کلھا حتّٰی یا کل حشفھا۔ (موطا امام مالک صفحہ ۷۱۷)

انس بن مالک نے کہا کہ دیکھا میں نے حضرت عمر کے سامنے ایک صاع کھجور کا ڈالا جاتا تھا وہ اس کو کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ خراب اور سوکھی کھجوریں بھی کھالیتے تھے۔ اور اس وقت آپ امیر المومنین تھے۔

۹۔ عن یحی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان یأکل خبزاً بسمن
رجلاً من اهل البادیة فهل یأکل ویتبع باللقمة وضر
الصحفة قال له عمر کانك مقفر فقال واللہ ما اکلت
سمناً ولا رأیت اکلاً به منذ کذا وکذا فقال عمر لا آکل
السمن حتی یحی الناس من اول ما یحیون۔

(موطا صفحہ ۷۱)

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ روٹی گھی سے لگا کر کھاتے تھے کہ ایک بدّو آیا۔ آپ نے اس کو بلایا۔ وہ بھی کھانے لگا اور روٹی کے ساتھ جو گھی کا میل کچیل پیالے میں لگ رہا تھا وہ بھی کھانے لگا حضرت عمر نے فرمایا تو تو بڑا ندیدہ ہے (یعنی تجھ کو سالن میسر نہیں) اس نے کہا قسم خدا کی۔ میں اتنی مدت میں گھی نہیں کھایا نہ اس کے ساتھ کھاتے دیکھا۔ (اس وجہ سے کہ اس زمانے میں ایک مدت سے قحط تھا۔ لوگ تکلیف میں مبتلا تھے) حضرت عمر نے کہا۔ میں بھی گھی نہ کھاؤں گا۔ جب تک کہ لوگوں کی حالت پہلے کی سی نہ ہوجائے۔ یعنی قحط جاتا رہے اور ارزانی ہوجائے۔

۱۰۔ عتبہ بن ابی فرقد کی روایت ہے کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا دیکھا۔ روٹی کے ساتھ زیتون تھا۔ ایسا بدمزہ کہ میں ایک لقمہ نہ نگل سکا میں نے کہا۔ امیر المومنین آپ کے پاس مائدہ نہیں ہے؟ فرمایا کیا اور سب مسلمانوں کے لئے ہوسکتا ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا عتبہ تم پر افسوس ہو۔

کیا میں دنیاوی زندگی میں لذیذ کھانا کھاؤں۔ (اسد الغابہ)

۱۱۔ اخرج بن سعد احنف بن قیس قال کنا جلوسا بباب عمر فمرت جاریۃ قالوا سریۃ امیر المؤمنین فقال ماھی لامیر المؤمنین بسریۃ ولا تحل لہ انھا من مال اللہ فقلنا فما ذا یحل اللہ من مال اللہ تعالیٰ قال انہٗ لایحل لعمر من مال اللہ الا حلتین حلۃ الشاء وحلۃ الصیف وما حج بہ واعتمر وقوتی وقوت اھلی کرجل من قریش لیس باغناھم ولا بافقرھم ثم انا بعدہٗ رجل من المسلمین۔

ابن سعد نے احنف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمرؓ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ایک لونڈی گزری لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ امیر المومنین کی باندی نہیں ہے۔ اور کیسی باندی جبکہ امیر المومنین کے لیئے خداوند تعالیٰ کے مال میں سے باندی رکھنی حلال بھی نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ تو پھر کیا حلال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عمر کے لیئے سوائے ان چیزوں کے اللہ تعالےٰ کے مال سے کچھ حلال نہیں ہے۔ دو کپڑے جاڑوں کے دو گرمیوں کے۔ حج اور عمرے کا خرچ۔ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کھانا اور یہ بھی مثل ایک مرد قریش معمولی درجہ کے موافق کہ نہ امیر ہو نہ فقیر۔ کیونکہ میری بھی وہی حیثیت ہے جو ایک معمولی مسلمان کی۔ (تاریخ الخلفاء)

۱۲۔ ہرمزان بڑی شان وشوکت کا سپہ سالار تھا۔ یزدگرد شہنشاہ

ایران نے اسے اہواز اور فارس کے دو صوبوں کی گورنری دے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا تھا۔ جنگ ہوئی تو ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ اسے مدینہ منورہ میں صحیح وسلامت پہونچا دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کچھ بھی فیصلہ کریں گے اسے منظور ہوگا۔ ہرمزان بڑی شان وشوکت سے روانہ ہوا۔ بڑے بڑے ایرانی رئیس اس کے ہمراہ تھے۔ جب یہ مدینہ منورہ کے قریب پہونچا۔ تو اس نے تاج مرصع سر پر رکھا۔ دیبا کی قبا زیب تن کی۔ کمر سے مرصع تلوار لگائی اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی کے قریب پہونچکر پوچھا۔ امیرالمومنین کہاں ملیں گے۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جس شخص کے دبدبے نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے۔ اس کا دربار بھی بڑے سازوسامان کا ہوگا۔ ایک بدوی نے اشارہ سے بتایا۔ وہ ہیں امیرالمومنین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت صحن مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے۔

(انسانیت موت کے دروازے پر۔ از ابوالکلام آزاد)

۱۳۔ جب یرموک میں ۳۰ ہزار رومی اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن کر مسلمانوں کے ساتھ لڑے۔ تو حضرت عمر کا کیا حال تھا؟ صحیح روایت ہے۔ کہ جب تک یہ لڑائی ہوتی رہی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ رات کے وقت چین سے نہیں سوئے۔ پھر جب فتح کی خبر پہونچی تو بے اختیار سجدہ میں گر گئے۔ اور آنسو بہانے لگے (انسانیت موت کے دروازے پر)

(۱۴) جنگ قادسیہ میں شہنشاہ ایران نے ملک کی آخری طاقتیں

میدانِ جنگ میں جھونک دی تھی۔ جنگ کی بلاخیزی کا اس سے اندازہ کیجئے
کہ صرف ایک دن کے اندر معرکہ اغواث میں ۱۰ ہزار ایرانی اور ۲ ہزار مسلمان
مقتول و مجروح ہوئے۔ دورانِ جنگ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا
یہ حال تھا۔ کہ جب سے قادسیہ کا معرکہ شروع ہوا تھا۔ آپ ہر روز طلوع آفتاب
کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل جاتے تھے۔ اور کسی درخت کے نیچے اکیلے
کھڑے ہو کر قاصد کی راہ تکتے رہتے تھے۔ جب قاصد فتح کی خبر لایا تو آپ
اس وقت بھی باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ سعدؓ کا
قاصد ہے تو آپ نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ قاصد اونٹ کو
بھگائے جاتا تھا۔ حالات بیان کرتا جاتا تھا۔ اور سیدنا فاروق رضی اللہ
رکاب کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ جب شہر کے اندر مسلمانوں نے
انہیں امیرالمومنین کہہ کر پکارنا شروع کیا تو قاصد حیران زدہ رہ گیا کہ آپ
ہی رسول اللہ کے جانشین ہیں۔ اب قاصد کہتا ہے۔ امیرالمومنین!
آپ نے اپنا نام کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا مرتکب نہ ہوتا۔ مگر
آپ فرماتے تھے۔ یہ نہ کہو اپنی اصلی بات جاری رکھو۔ قاصد بیان کرتا
گیا اور آپ اسی طرح رکاب کے ساتھ ساتھ چل کر گھر تشریف لائے۔

(انسانیت موت کے دروازے پر)

(۱۵) جب خلافت کی ذمہ داری قبول فرما چکے تو مسلمانوں کو مسجد
نبویؐ میں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

انی انزلت نفسی من مال اللہ منزلۃ ولی الیتیم

من ماله وان السیرت استعففت وان افتقرت
اکلت بالمعروف فان السیرت قضیت۔

(ابن سعد۔ سعید بن منصور۔ صواعق محرقہ لابن حجر مکی ہیتمی)

ترجمہ: مسلمانو! مجھے تمہارے مال میں اسی قدر حق ہے جس قدر کہ یتیم کے سرپرست کو یتیم کے مال میں ہوتا ہے۔ اگر میں دولت مند ہوا تو کچھ معاوضہ نہیں لوں گا۔ اگر تہی دست ہو گیا تو صرف کھانے کا خرچ لوں گا۔ پھر بھی مجھ سے برابر بازپرس کرتے رہنا کہ میں نہ تو بے جا طور پر جمع کروں اور نہ بے جا طور پر خرچ کروں۔

(نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات از ابو الکلام آزاد)

(۱۶) واحتاج للتداوی بعسل وفی بیت المال عسلة
فقال ان اذنتم لی والا فھی علی حرام فاذ
نوا لہ (صواعق محرقہ لابن حجر مکی)

یعنی بیماری میں شہد کی ضرورت ہوئی تو مسجد نبوی میں سب کو جمع کر کے درخواست کی کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سے شہد لے لوں۔ لوگوں نے منظور کیا تو شہد لیا۔

(نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات۔ تاریخ الخلفاء)

(۱۷) رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ وکان فی وجھہ خطان اسودان من البکاء (صواعق محرقہ) یعنی آنسوؤں کی روانی سے چہرہ اقدس پر دو

سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔

(نبی اور یاران نبی کے آخری لمحات۔ تاریخ الخلفاء)

(۱۸) حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب قرأت کرتے ہوئے آیہ پاک انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ پر پہونچے تو اس زور سے روئے کہ لوگ مضطرب ہو گئے

(نبی اور یاران نبی کے آخری لمحات)

(۱۹) امام حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب اس آیہ کریمہ پر پہونچے۔ ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

(۲۰) بعض دفعہ لوگوں کو شبہ ہوتا کہ آپ فرط غم سے آپ کا دل پھوٹ جائے گا اور اب آپ بچیں گے نہیں۔

(۲۱) کئی دفعہ حالت اس قدر رقیق ہو جاتی تھی کہ کئی کئی دن تک لوگ بیمار پرسی کرنے آتے تھے۔ وکان یمر بالایة من وردہ فیسقط حتی یعاد منها ایاما (صواعق محرقہ)

(۲۲) ایک صحابی ان اعمال حسنہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر انجام دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ بے قرار ہو گئے اور ارشاد فرمایا مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ اگر اجر نہ ملے تو عذاب سے ہی بچ جاؤں۔

(۲۳) ایک راستہ پر سے گزر رہے تھے کہ کچھ خیال آیا۔ وہیں آپ زمین کی طرف جھکے اور ایک تنکا اٹھا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا لیتنی لم اک شیئا لیت امی لم تلدنی۔

(صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء عن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ)

اے کاش! میں اس تنکے کی طرح خس و خاشاک ہوتا۔ اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔

(نبی اور یاران نبی کے آخری لمحات)

(۲۴) ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا۔ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا دنیا کے تمام لوگ بخش دیئے گئے ہیں۔ تب بھی میرا خوف زائل نہیں ہوگا۔ میں سمجھوں گا شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہی ہوں گا۔ (نبی اور یاران نبی کے آخری لمحات)

(۲۵) ان خیالات نے آپ کی معاشی زندگی میں بڑی تکلیف پیدا کر دی تھی۔ آپ روم و ایران کے شہنشاہ بن چکے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ سے فقر و فاقہ کی زندگی نہ چھٹی۔ لوگ اس کو محسوس کرتے تھے۔ مگر آپ راضی برضا تھے۔ ولما کلمتہ حفصہ وعبداللہ وغیرھما، فقالوا لو اکلت طعاما طیبا لکان اقوی لک علی الحق قال اکلکم علی ھذا الرای قالو نعم قال قد علمت نصحکم ولکنی ترکت صاحبی علی جادۃ فان ترکت جادتھما لم ادرکھما فی المنزل (صواعق محرقہ تاریخ الخلفا، عن عکرمہ بن خالد)

ایک دن آپ کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جرأت کرکے یہ کہہ ہی دیا۔ والد محترم! خدا نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے۔ آپ کو اچھے لباس اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیئے۔

ارشاد فرمایا۔ اے جانِ پدر۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کو بھول گئے ہو۔ خدا کی قسم میں انہیں کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔ تاآنکہ آخرت کی مسرّت حاصل کروں۔ اس کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگدستی کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بے قرار ہو کر رونے لگیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ تمہاری نصیحت کا میں مشکور ہوں۔ لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں کو اسی شاہراہ پہ چھوڑا ہے۔ اگر خدانخواستہ میں ان کی راہ کو چھوڑ دوں۔ تو ان دونوں کی منزل کو میں نہیں پا سکتا۔

(۲۶) واصاب النّاس سنة فما اكل عامئذٍ سمنًا ولا سمينًا۔

(صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

کہتے ہیں کہ ایک سال ذرا خشک سالی ہوئی۔ تو آپ نے اس سال گھی اور گوشت کھانا چھوڑ دیا۔

(۲۷) وقال مرّة اخرىٰ لمن كلمهُ فى طعامه ويحك آكل طيباتى فى الدّنيا واستمتع بها۔ (صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء عن ابن ابی ملیکہ)

ایک دفعہ اس شخص کو جس نے کھانے کے متعلق کہا تھا۔ فرمایا۔ مجھ پر افسوس کہ میں اس چند روزہ زندگی کو اچھا کھانا کھا کر اور دنیا کے مزے لیکر گذار دوں۔

(۲۸) ایک دن یزید بن ابی سفیان نے آپ کی دعوت کی۔ جب دسترخوان پر بعض اچھے کھانے آئے تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دو گے۔ تو ضرور بھٹک جاؤ گے۔ (نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات)

(۲۹) حضرت احوص اپنے باپ حکیم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ یہ ایک سالن نہیں ہے۔ یہ دو سالن ہیں۔ گھی الگ سالن ہے۔ اور گوشت الگ سالن ہے۔ پھر اس تکلّف کی کیا ضرورت ہے۔ کہ دونوں سالنوں کو جمع کر کے کھایا جائے۔ (نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات۔ تاریخ الخلفاء ابنِ سعد)

(۳۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے جسم پر کبھی نرم کپڑا نہیں دیکھا تھا۔ آپ کے کرتہ میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوتے تھے۔ پھر جب اسی حال میں قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے۔ تو مسلمان شرما جاتے تھے۔ مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں نے مل کر کہا۔ امیر المومنین! خدا تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ دیا۔ شہنشاہوں کے سفیر آپ کے پاس آتے ہیں۔ آپ کو اپنی معاشرت بدل دینی چاہیے۔ فرمایا۔ افسوس ہے۔ تم دونوں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہو کر مجھے دُنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو۔ اے عائشہ رضؓ تم رسول اللہ کی حالت کو بھول گئیں۔ جبکہ گھر میں صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ اسی کو آپ دن کے وقت بچھاتے تھے۔ اور اسی کو رات اوڑھتے تھے۔ اے حفصہ رضؓ! کیا تمہیں یاد نہیں۔ جب ایک رات تم نے رسول اللہ کے بستر کو دوہرا کر کے بچھا دیا۔ تو آپ رات بھر سوئے رہے۔ پھر صبح اُٹھتے ہی حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ حفصہ رضؓ! یہ تم نے کیا کیا۔ کہ تم نے میرے بستر کو دوہرا کر دیا۔ اور میں صبح تک سوتا رہا۔ مجھے دُنیاوی آسائشوں سے کیا تعلق۔ تم نے فرش کی نرمی سے مجھے کیوں غافل کر دیا؟

(۳۱) ایک دفعہ کرتہ پھٹ گیا۔ تو آپ پیوند پر پیوند لگاتے تھے۔ حضرت حفصہ رضؓ نے روکا۔ تو فرمایا۔ اے حفصہ رضؓ۔ میں مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرّف نہیں کر سکتا۔

(۳۲) وکان یلبس وھو خلیفۃ جُبّۃ من صوف مرقوعۃ بعضھا بادم۔

اپنی خلافت کے زمانہ میں اون کا جُبّہ پہن لیتے تھے۔ جس کو چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء عن قتادہ)

(۳۳) ویطوف فی الاسواق علیٰ عاتقہ الدّرّۃ یؤدّب الناس بھا ویمرّ بالنّوی فیلتقطہ ویلقیہ فی منازل النّاس ینتفعون بہ۔

اور اسی طرح درہ لئے ہوئے بازار چلے جاتے تھے۔ اور اہلِ بازار کو ادب اور تنبیہ کرتے تھے۔ اگر آپ کے سامنے ترکش کی یودانی رسّی یا کھجور کی گٹھلی

جو سامنے آجاتی ۔ تو آپ اس کو اُٹھا لیتے تھے ۔ اور لوگوں کے گھروں میں پھینک دیا کرتے تھے ۔ تاکہ لوگ پھر اس سے نفع اُٹھائیں ۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳۵) اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے۔

(۳۶) وکانت جملۃ نفقتہ فی حجۃ ستۃ عشر دینارو مع ذلک یقول اسرفنا فی ھذ المال۔ (صواعق محرقہ)

یعنی ایک دفعہ سفرِ حج میں کل ۱۶ دینار خرچ ہو گئے ۔ اس پر آپ بار بار افسوس کرتے تھے ۔ کہ مجھ سے فضول خرچی ہو گئی ہے ۔ اس خیال سے کہ بیت المال پر بوجھ نہ پڑے ۔ (نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات)

(۳۷) ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے ۔ تو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے کُرتہ کے پیوند گنے ۔ بارہ شمار میں آئے ۔

(۳۸) ایک دفعہ بحرین سے مالِ غنیمت میں مشک و عنبر آیا ۔ اور اسے تقسیم کرنے کے لئے آپ کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی ۔ جو نہایت احتیاط کے ساتھ وزن کر سکے ۔ آپ کی بیوی نے کہا ۔ میں نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو سرانجام دے سکتی ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ عاتکہ! تم سے یہ کام نہیں لوں گا ۔ مجھے ڈر ہے کہ مشک تمہاری انگلیوں میں لگ جائیگا پھر تم اسے اپنے جسم پر ملو گی ۔ اور جواب دہ اس کا میں ہوں گا۔

(۳۹) ایک دفعہ سر پر چادر ڈال کر دوپہر میں گشت کے لئے نکلے۔

اس وقت ایک غلام گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ چونکہ تھک گئے تھے۔ اس لئے سواری کی خواہش کی۔ غلام فوراً اُتر پڑا۔ اور گدھا پیش کیا۔ فرمایا۔ میں تمہیں اس قدر تکلیف نہیں دے سکتا۔ تم بدستور سوار رہو۔ میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ اسی حالت میں مدینہ منوّرہ کے اندر داخل ہوئے۔ لوگ حیران ہوتے تھے۔ کہ غلام آگے بیٹھا ہے۔ اور امیر المؤمنین اس کے پیچھے سوار ہیں۔

(۴۱) ولمّا حجّ لم یستظل الّا تحت کساءٍ او نطع یلقیه علیٰ شجرة۔ یعنی جب حج ادا فرمایا۔ تو اپنے کمبل کا سایہ کر لیا۔ یا ٹاٹ کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیا۔

(۴۲) ۱۸ھ میں قحط پڑا۔ اس وقت حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی حالت بے قرار قابلِ دید تھی۔ گوشت گھی اور تمام مرغوب غذائیں ترک فرما دیں۔ (نبی اور یارانِ نبی کے آخری لمحات)

(۴۳) قال انسؓ تقرقر بطن عمر من اکل الزیت عام الرّمادة وکان قد حرّم علیٰ نفسه السمن فنقر بطنهٗ باصبعه وقال انّه لیس عندنا غیرهٗ حتّٰی یحیا النّاس۔ (صواعق محرقہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عام الرمادہ (قحط کا سال) میں آپ نے گھی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک روز آپ نے روغن زیت کھا لیا۔ آپ کے شکم مبارک میں قراقر ہوا۔ تو آپ نے انگلی ڈال کر قے کر دی۔ اور فرمایا۔ ہمارے واسطے اتنا عرصہ کچھ نہیں ہے۔ جب تک قحط سالی موجود ہے۔

(۴۴) ومن ثم تغیّر لونہٗ فی ھٰذا العام حتّٰی صار آدم۔
اور اسی وجہ سے اس سال آپ کا چہرہ مبارک زرد پڑ گیا۔

(۴۵) وقال احبّ النّاس الیّ من رفع الیّ عیوبی۔ (صواعق محرقہ)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے۔ جو میرے عیب مجھ پر ظاہر کرے۔

(۴۶) اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑا اور ایک ہاتھ سے اپنا کان۔ اور پھر گھوڑے کے تھان کی طرف جھکنے لگے۔

(۴۷) قال ابن عمر ما رأیت عمر غضب قطّ فذکر اللّٰہ عندہٗ او خوّف او قرء عندہ انسانٌ آیۃ من القرآن الا وقف عمّا کان یُرید۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ کہ آپ کو غصّہ آیا ہو۔ اور کسی نے اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا۔ یا خوف خدا یاد دلایا ہو۔ یا قرآن شریف کی کوئی آیت تلاوت کی ہو۔ اور آپ کا غصّہ نہ اُتر گیا ہو۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴۸) وحمل قربۃ علٰی عنقہٖ فقیل لہٗ فی ذٰلک فقال انّ نفسی اعجبتنی فاردتّ ان اذلّھا۔ (صواعق محرقہ)
ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشک کاندھے پر اُٹھا کر لے چلے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے نفس میں عُجب پیدا ہو گیا تھا اس کو میں نے ذلیل کیا ہے۔

(۴۹) وملث زمانًا لا یأکلُ من مال بیت المال شیئاً حتّٰی اصابته خصاصةٌ فاستشار الصحابة فقال قد شغلت نفسی فی ھذا المال فما یصلح لی منه فقال علیؓ غذاءً وعشاءً فاخذ بذالک عمرؓ۔ (صواعق محرقہ)

یعنی بیت المال سے بہت دیر تک کچھ لے کر نہ کھایا۔ یہاں تک کہ بھوک نے بے قرار کر دیا۔ صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میرا نفس اس مال پر قانع ہو گیا ہے۔ اس لئے میرے واسطے اس سے کچھ لینا درست نہیں۔ یہ سنکر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ صرف صبح و شام کا کھانا لے لیا کیجئے۔ پس حضرت عمرؓ نے یونہی عمل کیا۔ اللہ اکبر کبیراً۔

(۵۰) حضرت بلالؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ تم نے حضرت عمرؓ کو کیسے پایا۔ انہوں نے کہا۔ وہ سب سے اچھے آدمی ہیں مگر جب وہ غصہ ہوتے ہیں۔ تو پھر سنبھالنا مشکل ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ کہ جس وقت وہ غصہ میں ہوتے ہیں۔ تو تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیا کرتے۔ کہ ان کا سب غصہ اُتر جائے۔

(۵۱) محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ آپ کے خسر آپ کے پاس آئے۔ اور انہوں نے چاہا۔ کہ مجھے کچھ بیت المال میں سے دیدیں۔ آپ نے جھڑک دیا۔ اور کہا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک میں خیانت کنندہ بادشاہوں میں شمار کیا جاؤں۔ پھر آپ نے اُن کو اپنے مال سے دس ہزار درہم عطا فرمائے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵۲) نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ خلافت میں تجارت بھی کیا کرتے تھے۔

(۵۳) ایک دن اپنے بیٹے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا۔ تو سخت خفا ہوئے۔ اور کہنے لگے مسلمان بھوکے مر رہے ہیں۔ اور تم میوے کھاتے ہو۔

(۵۴) وقال لابنہ عاصم وھو یأکل لحماً کفی بالمرء سرفاان یأکل کل ما اشتھی۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عاصم کے پاس آئے۔ اور انہیں گوشت کھاتے دیکھ کر فرمایا۔ یہ کیا کھا رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ میرا دل گوشت کو بہت چاہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہی جی چاہتا ہے۔ تو آدمی اسراف کرکے وہ ہی کھا سکتا ہے جو اس کی طبیعت چاہے۔

(۵۵) جو لوگ محاذ جنگ پر ہوتے۔ ان کے گھروں پر جاتے۔ اور عورتوں سے پوچھ کر انہیں بازار سے سودا سلف لا دیتے۔ اہل فوج کے خطوط آتے۔ تو خود گھروں میں پھر کر پہنچاتے۔ جس گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہوتا۔ وہاں خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے۔ اور گھر والے جو کچھ لکھاتے۔ اس کو لکھ دیتے۔ (نبی اور یاران نبی کے آخری لمحات)

(۵۶) اسلم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے۔ آپ کا غلام یرفا نامی اونٹ پر سوار ہو کر مچھلی لینے گیا۔ اور ایک مچھلی خریدی۔ راستہ میں لوٹتی دفعہ اپنے اونٹ کو نہلاتا لایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مچھلی ابھی رکھو۔ میں اپنے اونٹ کو دیکھ لوں۔

چنانچہ آپ اونٹ کے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے اونٹ کے کان کے نیچے جو پسینہ لگا ہؤا دیکھا۔ تو فرمایا کہ میری خواہش نے اس جانور کو بے فائدہ تکلیف دی۔ واللہ میں اس مچھلی کو چکھ بھی نہیں سکتا۔

(۵۷) حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک باغ میں گیا۔ ابھی میں دیوار کے اس طرف تھا۔ اور حضرت عمرؓ دوسری طرف کہ میں نے سُنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ کہ اے عمرؓ تو کہاں سے اور کہاں امیرالمومنین کا رتبہ۔ ذرا خدا سے ڈر۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ کو سخت عذاب کرینگے۔

(۵۸) ابن سعد نے حسن سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے یہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں ایک قوم کی اصلاح کردوں۔ اس بات سے کہ ایک امیر کو دوسرے امیر کی جگہ تبدیل کردوں۔

(۵۹) وانکشف فخذہٗ فرایٰ بہ اھل نجران علامۃ سوداءَ فقالوا ھٰذا الذی نجد فی کتابنا انّہٗ یخرجنا من ارضنا۔

ایک دفعہ آپ کی ران ننگی ہو گئی۔ اہلِ نجران نے دیکھا کہ اس پر سیاہ داغ ہے۔ یہ سیاہ داغ دیکھ کر وہ کہنے لگے۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس کے متعلق ہم اپنی کتاب میں لکھا پاتے ہیں۔ کہ ہم کو ہماری زمین سے نکال دے گا۔ کیونکہ ہماری کتاب میں اس علامت کا ذکر ہے۔

(۶۰) فقال لہٗ کعب الاحبار انا لنجدک فی کتاب اللہ علٰے باب من ابواب جھنّم تمنع النّاس ان یقعوا فیھا فاذا متَّ لم یزالوا یقتحمون فیھا الیٰ یوم القیامۃ۔ (صواعق محرقہ)

ایک دن حضرت کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم اللہ کی کتاب تورات میں آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ گویا آپ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکتے ہیں۔ پس جب آپ فوت ہو جائیں گے۔ تو پھر لوگ پروانہ وار جہنم میں گرنے لگیں گے۔

(۱۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیواؤں اور رانڈوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ رات کے وقت ان کے لئے پانی بھرا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت طلحہ رض نے ان کو رات کے وقت ایک عورت کے گھر داخل ہوتے دیکھا۔ حضرت طلحہ رض فرماتے ہیں۔ میں دن کو اس عورت کے گھر گیا۔ تو وہاں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اندر ایک اندھی بوڑھی بیٹھی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ آدمی جو رات کو تمہارے گھر آتا ہے۔ کیا کام کرتا ہے۔ وہ بڑھیا بولی۔ کئی دنوں سے وہ میری خبر گیری کرتا ہے۔ اور جس چیز کی مجھ کو ضرورت ہوتی ہے۔ وہ دے جاتا ہے۔ میرے گھر میں جھاڑو دے جاتا ہے۔ اور میرا پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں۔ میں یہ سنکر دل میں بہت نادم ہوا۔ اور اپنے جی کو کہا۔ تیری ماں تجھے گم پائے۔ کیا عمر رض کی لغزشوں کی ٹوہ کرتا ہے۔

یہ تھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روزانہ زندگی۔ اللہ کا بے پناہ خوف۔ مسلمانوں کی بے پناہ خدمت۔ شب و روز کی از حد مصروفیتیں ان سب پر مستزاد یہ کہ ایک رات بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے۔ اور ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جسم پاک روز بروز

تحلیل ہوتا گیا۔ قوت گھٹ گئی۔ جسم مبارک سوکھ گیا۔ اور بڑھاپے سے بہت پہلے بڑھاپا محسوس کرنے لگے۔ موتوا قبل ان تموتوا کی حالت ہو گئی۔ ان ایام میں اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی دوسرا شخص بارِ خلافت اُٹھا سکتا۔ تو خلیفہ بننے کی بجائے مجھے یہ زیادہ پسند تھا۔ کہ میری گردن اُڑا دی جائے۔

۲۳ھ میں کرمان۔ سجستان۔ مکران اور اصفہان کے علاقے فتح ہوئے۔ گویا سلطنتِ اسلامی کی حدود مصر سے بلوچستان تک وسیع ہو گئی۔ اسی سال آپ نے آخری حج فرمایا۔ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ اور بہت سی کنکریاں جمع کر کے ان پر چادر بچھائی۔ پھر چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور دُعا کرنے لگے۔

خداوندا! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ میرے قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں۔ اور میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ اب تو مجھے اس حالت میں اُٹھا لے۔ کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں۔ اور میری عمر کا پیمانہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔

(۶۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو چراغ لے کر مسجد نبوی میں ایک ایک کا چہرہ دیکھتے۔ اور پوچھتے کھانا کھایا ہے کہ نہیں۔

(۶۳) ایک دن سخت دوپہر کے وقت اونٹوں کو جنگل کی طرف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیدنا عثمان نے پوچھا۔ آپ اس وقت کہاں جاتے ہیں۔ فرمایا صدقے کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے۔ انہیں چراگاہ میں پہنچاؤں گا۔

(۶۴) ایک دن صدقہ کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ اے امیرالمومنین کسی غلام کے متعلق یہ کام کر دیا ہوتا۔

(۶۵) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شہد کا شربت لایا گیا۔ آپ نے پیالہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اگر شربت کو پی لوں۔ تو کچھ دیر میں اس کی مٹھاس بھول جائے گی۔ مگر ذمہ واری باقی رہ جائے گی۔ تین دفعہ یہی کلمات دُہرائے۔ اور پھر ایک غریب کو پلا دیا۔

(۶۶) ایک دفعہ آپ حضرت زید بن ثابت کی عدالت میں پیش ہوئے حضرت زیدؓ نے تعظیم کی۔ اور آپ کو اپنے پاس بٹھانا چاہا۔ امیرالمومنین نے فرمایا۔ یہ پہلا ظلم ہے۔ جو تم نے کیا۔ میں مدعی کے ساتھ بیٹھوں گا۔

(۶۷) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا تھا۔ جب سیدنا فاروقؓ کو معلوم ہوا۔ تو انہوں نے آگ ڈال کر اس کو جلوا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا۔ کہ تم محل میں بیٹھو گے۔ تو مظلوموں کی فریاد کیسے سنی جائے گی۔

(۶۸) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر مقرر کئے گئے۔ تو لوگوں نے کہا۔ جو کچھ دل چاہے طلب کیجئے۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا۔ صرف میرا کھانا۔ اور میرے گدھے کا چارہ۔ میں اس سے زیادہ نہیں چاہتا۔ آپ گورنری کے بعد جب واپس مدینے پہنچے۔ تو جس حال میں گئے تھے۔ اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ سیدنا فاروق نے آپ کو دیکھا۔ تو بے اختیار لپٹ گئے۔ اور فرمایا:۔

"تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی"

(۶۹) حضرت اسلم تابعی رحمۃ اللہ علیہ خادم امیرالمؤمنین خلیفہ ثانی سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی۔ کہ رات کو اندھیرے میں خود بہ نفسِ نفیس گشت کو تشریف لے جاتے۔ صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ میری رعایا کس حالت میں ہے۔

فاروقِ اعظم کا بڑھاپا ہے۔ پچھلی رات کا وقت ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ مدینہ طیبہ میں گشت کرتے کرتے تھک کر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اندر مکان سے کچھ آواز آ رہی ہے۔ امیرالمومنین کان لگا کر سنتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندر ماں بیٹی کی اس طرح گفتگو ہو رہی ہے :۔

ماں۔ بیٹی ذرا اُٹھ کر اس دودھ تک جاؤ۔ اور پانی ملا دو۔

بیٹی۔ اماں جان آپ کو معلوم نہیں۔ آج امیرالمومنین کا بڑا سخت حکم جاری ہوا ہے۔

ماں۔ پیاری بیٹی وہ امیرالمؤمنین کا سخت حکم کیا ہے۔

بیٹی۔ آج حکم ہوا ہے۔ کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔

ماں۔ اری بیٹی! اُٹھ بھی دودھ کے پاس جا کر پانی ملا ہی دے۔ کیونکہ تو ایسی محفوظ جگہ میں ہے۔ جہاں تجھ کو حضرت عمر رضؓ اور اس کا ڈھنڈورچی دیکھ بھی نہیں سکتا۔

لڑکی اس پر چُپ نہ رہ سکی۔ بلکہ بے چین ہو کر بولی۔ اماں جان مجھ سے تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کہ میں سب کے سامنے ان کی فرمانبرداری کروں۔ اور علیحدگی واکیلے میں آنکھیں پھیر لوں۔ اور نافرمانی کرنے لگوں۔

فاروق اعظم رضؓ نے کہا۔ دروازے پر نشان کر دو۔

صبح مجھ کو حکم دیا میں گیا۔ کہنے والی کنواری لڑکی تھی۔ دوسری اس کی ماں تھی۔ حضرت فاروق رضؓ نے لڑکی کا نکاح عاصم سے کر دیا۔ اس سے عمر بن عبدالعزیز رضؓ پیدا ہوئے۔

(۷۰) سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے عہدِ خلافت میں ایک نوجوان عابد زاہد مسجد میں رہتا تھا کسی عورت کی نیّت بد اس کی طرف ہوئی۔ اور چند روز کی ان تھک کوشش سے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا۔ جب اس کو کوٹھڑی میں لے جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس نوجوان کو آیت ان الذین اتقوا اذا مسّھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون یاد آتی ہے۔ اور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ بہت دیر کے بعد جب ہوش آتا ہے۔ تو پھر یہی آیت پڑھ کر اس پر اس قدر خوف طاری ہوتا ہے۔ کہ اس دفعہ بے ہوشی کے عالم میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ رات کا وقت تھا۔ حضرت فاروق کو اطلاع نہ ہوئی۔ لوگوں نے رات ہی میں سپردِ خاک کر دیا۔ صبح جب سیّدنا فاروق کو اطلاع ہوئی تو اس کے باپ سے تعزیّت و تسکین کر کے مجمع کثیر کے ساتھ اس نوجوان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ کر اس نوجوان کو خطاب

کر کے آواز دی اور کہا۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان۔ فوراً قبر کے اندر سے آواز آئی۔ مجھے میرے مالک نے وہ دو جنتیں دو دو دفعہ عطا فرمادی ہیں۔ (خطبات محمدی بحوالہ ابنِ کثیر و ابنِ عساکر)

(۷۱) بلغ عمر بن الخطاب ان ناسًا یاتون الشجرۃ التی بویع تحتھا فامربھا فقطعت۔ (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ کہ لوگ اس درخت کے پاس تبرکاً جاتے ہیں۔ جس درخت کے نیچے سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی۔ حکم دیا۔ کہ اس کو جڑ سے اکھاڑ دو۔ چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا۔ اس لئے کہ کہیں لوگ پوجنا نہ شروع کر دیں۔

(۷۲) اسی طرح جب آپ کی خلافت میں عبد اللہ بن تامر کی قبر ظاہر ہوئی جس کا ذکر سورۂ بروج میں ہے۔ تو آپ نے حکم دیا۔ کہ وہ یونہی دفن کر دیئے جائیں۔ اور قبر بے نشان کر دی جائے۔

(۷۳) مروی ہے۔ بادشاہ نصاریٰ روم کی طرف سے حضرت فاروقِ اعظم کی خدمت میں ایک ایلچی آیا۔ اس نے آپ کا مکان دریافت کیا۔ اس کو گمان تھا۔ کہ آپ کا مکان بادشاہوں کی طرح ہوگا۔ مگر لوگوں نے کہا۔ وہ جنگل میں اینٹیں تھاپ رہے ہیں۔ جب وہ جنگل میں گیا۔ تو دیکھا کہ آپ کے سر کے نیچے دُرّہ ہے۔ اور آپ سو رہے ہیں۔ اس نے دل میں کہا۔ اس شخص سے تو مشرق سے مغرب تک لوگ ڈر رہے ہیں۔ اور اس کی یہ حالت ہے۔ یعنی اس میں کوئی بادشاہوں کی بات نہیں۔ پھر

اس وقت اس کے دل میں خیال آیا۔ اس وقت تو یہ تنہا ہے۔ میں اس کو قتل کردوں۔ اور تمام لوگ اس کی مصیبت سے چھوٹ جائیں۔ جب اس نے تلوار اٹھائی۔ تو زمین کے درمیان سے دو شیر نکلے۔ اور انہوں نے اس شخص کا قصد کیا۔ پس اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اتنے میں حضرت فاروق رضؓ بیدار ہو گئے۔ اور وہ دونوں شیر غائب ہو گئے۔ پس اس شخص نے حضرت فاروق کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔

(۴۷) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرب کے علاوہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت فتح ہو چکا تھا۔ ایران کی چار ہزار سالہ بادشاہت کو کوفہ اور بصرہ سے لے کر بلخ سے پرے چین کی سرحد تک اور ہندوستان میں سندھ تک اور قیصر کی بادشاہت کو دمشق سے لے کر کوہ لبنان تک اور ایشیائے کوچک میں سمرنا تک اور مصری سلطنت کو قسطاط سے لے کر مصر کی انتہائی سرحدوں تک صرف دس سال چھ ماہ اور چار دن کے عرصہ میں فتح کیا۔ جس وقت شاہ ہرقل نے آپ کا ذکر سنا۔ نہایت بے چین ہو کر آپ کو قتل کرنے کے لئے ایک نصرانی پہلوان بڑے معتبر شخص کو جس کا نام طلیحہ تھا روانہ کیا۔ بہت سا مال اور دولت دینے کا وعدہ کر کے یہ کہا۔ کہ اگر تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پہنچکر شہید کر دے۔ تو ہم تیرا احسان ساری عمر نہ بھولیں گے یہ حکم سنکر وہ نصرانی کافر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب مدینہ منورہ

کے قریب پہنچا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منوّرہ کے باہر ملک شام کے رستہ پر جاتے دیکھا۔ اس وقت آپ بیوہ۔ یتیم بچّوں کی زمین۔ باغات وغیرہ کے ملاحظہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ شخص آپ کو دیکھ کر ایک گنجان سے درخت پر چڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد اتفاق سے حضرت فاروق بھی اس درخت کے نیچے تشریف لائے۔ اور زمین پر بیٹھ کر ہاتھ کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے۔ اور بغیر بچھونے اور بغیر تکیہ کے سو گئے۔ آپ کو سوتا پا کر وہ نصرانی کافر درخت نیچے اُترا۔ اور بہت جلدی آپ کے قتل کا قصد کیا۔ جس وقت تلوار اُٹھائی۔ فوراً ایک شیر آپ کے پیروں کی طرف سے آیا۔ جس کی صورت دیکھ کر وہ نصرانی کافر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور وہ شیر آپ کے چاروں طرف پہرہ دیتے آپ کے تلوے چاٹنے لگا۔ اس نصرانی کے گرنے سے حضرت فاروق اعظم بیدار ہوئے۔ جب آپ کی آنکھ کھُل گئی۔ شیر غائب ہو گیا۔ آپ نے اس نصرانی آدمی سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ نصرانی نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت خدا نے آپ کا رتبہ بڑا کیا ہے۔ میں بے عقل آپ کے شہید کرنے کے ارادہ سے یہاں تک آیا تھا لیکن جب آپ سوئے۔ تو جنگل سے شیر آپ کی حفاظت کے لئے آ گئے۔ یہ سُنکر آپ نے چاروں طرف دیکھا۔ فرمایا۔ یہاں تو کوئی شیر نظر نہیں آتا۔ وہ شیر کدھر چلا گیا جس درخت کے نیچے آپ سوتے تھے۔ اس درخت سے آواز آئی۔ کہ اے عمرؓ تو ہمارے دین کی حفاظت کر، ہم تیری جان کی حفاظت تیرے دشمنوں سے کریں گے۔

یہ غیبی آواز سنکر نصرانی کو اور بھی تعجب ہوا۔ اس نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی۔ کہ حضرت جنگل کے شیر آپ کا پہرہ دیتے ہیں۔ اور آسمان کے فرشتے آپ کی تعریف کے گیت گاتے ہیں۔ پھر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ (اعلام واقدی۔ مثنوی مولانا روم۔ رحمۃ للعالمین مصنفہ میاں عابد حسین)

(۷۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ خلافت فاروقی میں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ حیات ہیں۔ اور مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھاتے ہیں۔ میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں ہوں۔ سلام پھیرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی دیوار سے اپنی پشت مبارک لگا کر بیٹھ گئے۔ سامنے سے ایک عورت آئی۔ اپنے ہاتھ میں کھجوروں کا ایک طباق لئے آئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر وہ طباق رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طباق سے ایک کھجور اٹھا کر میرے مونہہ میں دی۔ باقی کھجوریں سارے نمازیوں کو تقسیم کر دیں۔ مگر میرا دل چاہتا تھا۔ کہ ایک کھجور اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عنایت فرما دیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ زبان پر شیرینی اور ذائقہ کھجور کا موجود۔ دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سرور موجود تھا۔ ٹھیک صبح کی نماز کے وقت آنکھ کھلی۔ فوراً مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ؟ . . . .

.......سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں فوراً شریک ہو گیا۔ نماز کے بعد سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی طرح دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ کہ جس طرح خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ ذرا سی دیر میں اسی طرح ایک عورت کھجوروں کا ایک طباق آپکے سامنے لائی۔ جس طرح شب کو خواب کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہلے ایک کھجور دی تھی۔ اسی طرح حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے ایک کھجور مجھے عنایت کی۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی کھجوریں نمازیوں کو تقسیم کی تھیں۔ اسی طرح سیّدنا فاروق نے تقسیم کر دیں۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین ایک کھجور تو مجھے اور بھی عنایت فرمائی ہوتی۔ یہ سنکر سیّدنا فاروق نے فرمایا۔ اے علی رضؓ اگر رات کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دوسری کھجور عنایت فرماتے۔ تو اس وقت میں بھی تمہیں دوسری کھجور دے دیتا۔ جب تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کھجور نہیں دی۔ تو میں کس طرح دے سکتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یا اللہ حضرت عمرؓ کو کہاں سے میرے خواب کی خبر ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اے علیؓ بندہ مومن ایمان کے نور سے ایسی باتیں دیکھ لیا کرتا ہے۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ اے عمرؓ آپ نے سچ کہا۔ جو کام آپ نے کیا۔ اسی طرح رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ اور جو مزہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی کھجور سے مجھے آیا تھا۔

وہی ذائقہ آپ کے ہاتھ سے آیا۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء)

(۷۶) مروی ہے کہ ایک دن ابن عمرؓ مکتب سے روتے روتے آئے۔ عمرؓ نے فرمایا۔ صاحبزادے کیوں روتے ہو۔ جواب دیا کہ مکتب کے لڑکوں نے میرے پیوند گنے۔ اور کہا۔ کہ دیکھو یہ امیر المؤمنین کے صاحبزادے ہیں۔ جن کے کرتے میں اس قدر پیوند لگے ہیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ جس میں بعض پیوند چمڑے کے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے خزانچی کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ اور یہ کہا کہ ہمیں بیت المال سے ایک مہینہ کے وعدہ پر چار درہم قرض دیدو۔ اگلے مہینہ ہمارے اس وظیفہ سے جو ماہ بماہ ملتا ہے۔ وضع کرلینا۔ خزانچی نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ اگر آپ کو مہینہ بھر تک اپنی زندگی کا بھروسہ ہے۔ تو میں چار درہم دے سکتا ہوں۔ ورنہ بالفرض آپ اس عرصہ میں انتقال کر گئے۔ اور بیت المال کے درہم آپ کے ذمہ رہے تو کیا کیجیئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سنکر بہت رقت ہوئی۔ اور بیٹے سے کہا۔ کہ تم اسی طرح مکتب میں چلے جاؤ۔ مجھے اپنی زندگی کے متعلق گھڑی بھر کا بھروسہ نہیں۔

(۷۷) قیس بن حازم کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کے ملک کی طرف گئے۔ تو آدھے رستے خود اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور آدھے رستے غلام کو بٹھایا۔ کبھی غلام نکیل پکڑ کے آگے چلتا۔ اور کبھی خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکیل تھامتے تھے۔ جب ملک شام کے قریب

پہنچے۔ تو غلام کے سوار ہونے کا نمبر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکیل تھام کر آگے بڑھے۔ رستے میں پانی آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جوتیاں بغل میں لے کر پانی میں داخل ہوئے۔ اتنے میں حاکم شام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے تشریف لے آئے۔ اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین شام کے بڑے بڑے رئیس آپ کے استقبال کے لئے آنے والے ہیں۔ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ آپ کو ایسی حالت میں دیکھیں۔ حضرت فاروق اعظم نے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلامی عزت عطا فرمائی ہے۔ اس لئے لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔

(۷۸) مروی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کرتے کرتے کسی دروازہ پر سے گزرے۔ اندر سے رونے کی آواز آئی۔ آپ ٹھہر گئے۔ ایک عورت اپنی اولاد سے کہہ رہی تھی۔ کہ میرے اور عمر رضؓ کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غرض سے کہ اس کا دل خوش کر دوں دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور کہا کہ عمرؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اس کو خبر نہ تھی کہ یہ خود حضرت عمرؓ ہیں۔ عورت بولی کہ انہوں نے میرے خاوند کو جہاد میں بھیجا ہے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے بچے کھانے پینے کے لئے رو رو کر یہ کہتے ہیں۔ کہ افسوس امیر المؤمنین ہماری خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر باہر نکلے۔ اور بازار سے آٹے کی گٹھڑی اور بہت سا گوشت خرید کر اپنی پیٹھ پر اٹھا لائے۔ ساتھ والے نے کہا۔ لائیے میں لے چلوں۔ فرمایا۔

دنیا میں تو تم اس بوجھ کو اٹھا سکتے ہو۔ مگر آخرت میں میرے گناہوں کا بار کون اٹھائے گا۔ غرضیکہ آپ روتے ہوئے اس عورت کے گھر گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھا۔ تنور جھونکا۔ گوشت پکایا۔ پھر بچوں کو جگا کر اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ اور معافی چاہتے ہوئے یہ کہا۔ کہ مجھ سے قیامت کے دن مواخذہ نہ کرنا۔ انہوں نے منظور کیا۔ آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ (رونق المجالس)

(۷۹) سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ ناز و خرام سے چلتا ہے۔ حضرت عمر اس کو مارتے پیٹتے بھی ہیں لیکن اس کا اکڑنا اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ آپ اتر پڑتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تم تو میری سواری کے لئے کسی شیطان کو پکڑ لائے۔ میرے نفس میں تکبر آنے لگا۔ چنانچہ میں نے اس سے اترنا ہی مناسب سمجھا۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۸۰) ایک روز خطبہ کے لئے ممبر پر تشریف لائے۔ تو صرف اتنا فرما کر ممبر سے اتر آئے۔ ایک وہ زمانہ تھا۔ جب میں ایک مٹھی جو کے عوض اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس وقت غالباً جناب عبدالرحمٰن بن عوف نے پوچھا۔ اے امیر المومنین! آخر یہ الفاظ کہنے کی ضرورت کیا پیش آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

ابھی ابھی مجھے خیال آیا تھا۔ کہ آج میں ایک پوری قوم کا والی ہوں۔ تو اپنا دماغ درست کرنے کے لئے سب کے سامنے اپنی گذشتہ حالت

فقر کو بیان کرنا ضروری سمجھا۔ (امروز ۱۸ مئی ۱۹۵۳ء)

(۸۱) آپ حج کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک بڈھا ملا جس نے قافلے کو روک کر پوچھا۔

تم میں رسول اللہ ہیں ؟

نہیں۔ ان کا تو وصال ہو چکا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اس پر بوڑھا بے اختیار رونے لگا۔

پھر پوچھا۔ رسول اللہ کے بعد کون خلیفہ ہوا ؟

حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

وہ تم میں ہیں ؟ بوڑھے نے پوچھا۔

نہیں۔ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

ان کے بعد کون خلیفہ ہوا۔ بوڑھے نے روتے ہوئے پوچھا۔

عمر بن الخطاب۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔

وہ تم میں ہیں ؟ بوڑھے نے کہا۔

میں عمر بن خطاب ہوں۔ حضرت عمرؓ نے بتایا۔

تو میری فریاد رسی کیجئے۔ مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا۔ جو میری ضروریات میں میری مدد کرے۔ بوڑھے نے کہا۔

تم کون ہو ؟ میں تمہاری فریاد رسی کروں گا۔ انشاء اللہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

میرا نام ابو عقیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعوتِ

اسلام دی۔ میں آپ پر ایمان لایا۔ آپ نے مجھے اپنے جوٹھے پلائے۔ اور میں اب تک بھوک اور پیاس میں اس کی لذّت اور سیرابی کو محسوس کرتا ہوں۔ پھر میں نے بکریوں کا ایک گلّہ لیا۔ اور ان کو اب تک چراتا رہا۔ نماز پڑھتا ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں۔ مگر اس سال بدبختی نے ایک بکری کے سوا جس کا ہم لوگ دودھ پیتے ہیں، کچھ نہ چھوڑا۔ مگر اس کو بھی بھیڑیا اُٹھا لے گیا۔ اب آپ میری دستگیری فرمائیے۔ بوڑھے نے تفصیل کے ساتھ حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔

تھوڑے فاصلے پر چشمہ ہے۔ تم ہم سے وہاں ملو۔ حضرت عمرؓ نے بوڑھے کو ہدایت کی۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ اور اونٹوں کی گھنٹیوں سے فضا لبریز ہو گئی۔

منزل پر پہنچے۔ تو حضرت عمرؓ ایک اونٹنی کی مہار پکڑے بڈھے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن جب اس کے آنے میں دیر ہوئی۔ اور قافلے کی روانگی کا وقت آ گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے چشمہ کے مالک کو بُلا کر فرمایا کہ ابوعقیل نامی ایک بوڑھا آئے گا تم اس کو اور اس کے اہل وعیال کو کھلاتے پلاتے رہنا۔ یہاں تک کہ میں حج سے واپس آ جاؤں۔ اور قافلہ پھر آگے کو روانہ ہو گیا۔ حج سے فارغ ہو کر واپس لوٹے۔ تو اس چشمہ پر پہنچے۔ اور اس کے مالک سے پوچھا۔ ابوعقیل کہاں ہے۔ جس کی خدمت کرنے کے لئے میں ہدایت کر گیا تھا۔

امیرالمومنین! جب وہ آیا۔ تو بخار میں مبتلا تھا۔ میں نے تین دن

اس کی تیمارداری کی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے جا ملا۔ اور میں نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس کو دفن کر دیا۔ اس نے بتایا۔

اس کی قبر کہاں ہے۔ امیرالمومنین نے پوچھا۔

چشمہ کے مالک نے ایک قبر کی نشان دہی کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور اس سے لپٹ کر روئے۔ اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو ہمراہ لے گئے۔ اور جب تک زندہ رہے۔ ان کی کفالت کرتے رہے۔ (اسلامی زندگی از ظفراللہ خاں عزیز)

(۸۲) ایک روز سیدنا فاروقؓ بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک نوجوان عورت نے ان کا دامن پکڑ کر ٹھہرا لیا۔ اور کہا۔ امیرالمومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ جو کسی کام کاج کے قابل نہیں۔ اور کوئی کھیتی یا مویشی نہیں چھوڑے۔ کہ ان کی آمدنی سے بسر اوقات ہو سکے۔ میں بچوں کو چھوڑ کر کوئی محنت مزدوری بھی نہیں کر سکتی۔ میں ڈرتی ہوں۔ کہ ان کو درندے نہ کھا جائیں۔ امیرالمؤمنین! خفاف بن ایماء انصاری کی لڑکی ہوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خود تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے۔ تو اس حال میں کہ روم و فارس کے فاتح کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل تھی۔ اونٹ پر غلّہ اور کپڑا لدا ہوا تھا۔

اونٹ کی مہار تھامو۔ اور اسے ہانک کرلے جاؤ۔ امیر المومنین نے اس عورت سے فرمایا۔

امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ دیدیا۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

ارے کم بخت۔ اس کے باپ اور بھائی نے میرے سامنے مدتوں ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور اس کو فتح کرکے دم لیا۔ جو کچھ میں نے اس عورت کو دیا ہے۔ وہ تو اس حسن خدمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ امیر المومنین نے جواب دیا۔

اسلامی حکومت اپنے غازیوں اور شہیدوں کی خدمات کو فراموش نہیں کرتی۔ (اسلامی زندگی)

(۸۳) قاضی شریح بن حارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے قاضی تھے۔ بے لاگ عدل ان کا شعار تھا۔ اس معاملے میں وہ نہ حضرت عمرؓ کی پرواہ کرتے تھے۔ اور نہ کسی اپنے قریبی وعزیز کی۔ قاضی مقرر ہونے سے پہلے بھی وہ بے لاگ فیصلہ دینے میں معروف تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے گھوڑا خریدا۔ مگر شرط یہ کی۔ اگر گھوڑا امتحان میں پورا اترا تو خریدوں گا۔

سوئے اتفاق کہ امتحان میں گھوڑا داغی ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے واپس کرنا چاہا۔ اس پر نزاع ہوئی۔ حضرت شریح بن حارث کو ثالث بنایا گیا۔ اُنہوں نے فیصلہ دیا کہ امیر المومنین! جو گھوڑا آپ نے خریدا ہے اسے لے لیجئے یا جس حالت میں لیا تھا۔ اسی حالت میں واپس کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سُنا۔ تو ان کے بے لاگ عدل اور صحیح قوتِ فیصلہ کو دیکھ کر ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ (اسلامی زندگی)

(۴۸) آپ کے عہدِ خلافت میں حج ہو رہا تھا۔ بندگانِ خدا کا ہجوم بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ اللّٰھم لبّیك لا شریك لبیك کی صداؤں سے فضا گونج رہی تھی۔ شاہ و فقیر یکساں جوشِ عقیدت سے اللہ کے گھر کے گرد گھوم رہے تھے۔

جبلہ بن ایہم غسانی نے جو شام کے قبیلہ غسان کا بادشاہ تھا۔ اور اب مسلمان ہو کر حج کو آیا ہوا تھا۔ اسی ہجوم میں شامل تھا۔ ان کے پیچھے ایک بدوی اپنے والہانہ انداز میں اللہ کو یاد کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اتفاق سے غسانی رئیس کی عبا کے ٹلکے ہوئے دامن پر بدوی کا پاؤں پڑ گیا۔ رئیس کو غصّہ آ گیا۔ اس نے مڑ کر ایک طمانچہ بدوی کے سر پہ رسید کیا۔ جس سے اس غریب بدوی کی ایک آنکھ بیٹھ گئی۔

مقدمہ امیر المومنین کی عدالت میں پیش ہوا۔

امیر المومنین۔ جبلہ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ تم نے اس بدوی کو طمانچہ مارا۔

ہاں، امیر المومنین۔ اس نے میرے کپڑوں پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ اس لئے میں نے اسے اس گستاخی کی سزا دی۔ جبلہ نے ان کو جواب دیا۔

تو یہ شخص بھی اسی طرح قصاص میں تمہارے مُنہ پر طمانچہ مارے گا۔ امیر المومنین نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا۔

جبلہ (حیرت سے) اللہ اکبر۔ کیا اس حقیر بدوی کی آنکھ اور میری آنکھ

برابر ہے؟

امیرالمومنین۔ بے شک۔ اللہ کا بندہ ہونے میں تم دونوں برابر ہو۔ اور قانونِ اسلامی کی نگاہ میں یکساں ہو۔ اور اللہ کے دین کی نظر میں شاہ و گدا برابر ہیں۔

تو مجھے ایک دن کی مہلت عنایت فرمائیے۔ جبلہ نے عاجز ہوکر کہا۔

امیرالمومنین۔ بہتر ہے۔ کل تک یا تو اس بدوی کو اپنے حقِ قصاص سے دستبردار ہونے پر رضامند کر لو۔ یا پھر کل تمہاری آنکھ اس بدوی کی آنکھ کے بدلے میں لے لی جائے گی۔

جبلہ دربارِ خلافت سے نکلا۔ اور یہ کہہ کر فرار ہو گیا۔ کہ جس ملک میں یہ اندھیر ہے۔ کہ ایک بادشاہ اور بدوی کو قانون کی نظر میں برابر سمجھا جاتا ہے۔ میں اس میں نہیں رہوں گا۔ جبلہ بھاگ گیا۔ اور اس نے اپنے غرورِ نفس کے بدلے میں اپنی آخرت برباد کر لی۔ لیکن خلافت اسلامی کا سرِ افتخار خدا اور بندوں کی نگاہ میں بلند ہو گیا۔ (اسلامی زندگی)

(۸۵) آپ کی خلافت میں عدل و انصاف کا جو دور دورہ تھا۔ اس کی بنیاد قانون کی حکمرانی پر تھی۔ اور اس میں چھوٹے بڑے اور افسر و غیر افسر کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

حج کے موقعہ پر حسب معمول تمام صوبوں کے گورنر موجود تھے۔ امیرالمومنین نے اعلان کیا۔ اگر کسی شخص کو عمالِ حکومت سے کوئی شکایت ہو تو پیش کرے۔

اس اعلان کو سنکر ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا :۔
امیرالمومنین! آپ کے عامل مصر حضرت عمرو بن عاص نے مجھے سو کوڑے بلاوجہ مارے ہیں۔

عمرو۔ کیا یہ شخص سچ کہتا ہے۔ امیرالمومنین نے حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا۔

جی ہاں۔ امیرالمؤمنین۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا۔

کیا تم بھی قصاص میں سو کوڑے مارنا چاہتے ہو۔ امیرالمومنین نے مستغیث سے پوچھا۔

بے شک۔ اس نے عرض کیا۔

عمرو۔ کوڑے کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پیکر عدل امیرالمؤمنین نے ارشاد کیا۔

امیرالمؤمنین۔ یہ امر عمال پر گراں گزریگا۔ اور آیندہ کے لئے نظیر قائم ہو جائے گی۔ تو نظم حکومت قائم رکھنا مشکل ہو جائے گی۔ عمرو بن عاص نے تدبر و سیاست کا ایک راز بتاتے ہوئے عرض کیا۔

نظم حکومت ظلم اور سختی پر نہیں۔ بلکہ عدل و انصاف پر قائم ہوتا ہے۔ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص لیا گیا۔ تو تم کون ہوتے ہو۔

اگر میں مستغیث کو راضی کر لوں۔ تو قصاص سے بچ جاؤں گا۔ عمرو بن عاص نے دریافت کیا۔

ہاں۔ اگر یہ شخص تمہیں معاف کر دے۔ تو سزا سے بچ سکتے ہو۔ امیرالمومنین نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا۔

عمرو بن العاص نے دو اشرفی فی تازیانہ پر مستغیث کو راضی کر لیا۔ اور مصر کے گورنر کی پشت سو کوڑوں کی مار سے بچ گئی۔ یہی وہ عدل و انصاف تھا۔ جس پر اسلامی سلطنت کے زمین و آسمان قائم تھے۔ یہ بات معلوم ہونی چاہیئے۔ کہ یہ شخص مسلمان نہیں۔ بلکہ ایک ذمّی تھا۔ (اسلامی زندگی)

(۸۶) آپ ایک روز منبر پر چڑھے۔ گرد و پیش صحابہؓ کا مجمع تھا۔ اثنائے تقریر میں یکایک آواز بلند کر کے بولے۔ اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں۔ تو تم کیا کرو گے۔

یہ سنتے ہی ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے میان سے شمشیر آبدار نکالی اور کہا۔ اس تلوار سے تمہارا سر اڑا دیں گے۔

تو میری شان میں یہ لفظ کہتا ہے۔ امیر المومنین نے ڈانٹ کر کہا۔

ہاں ہاں! امیر المومنین تمہاری شان میں۔ اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ یہ جواب سنکر فاروق اعظم نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ میری قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں۔ تو مجھے سیدھا کر دینگے۔

رعایا کے حقوق

(۸۷) ایک روز منبر پر چڑھے۔ اور رعایا اور خلیفہ کے حقوق و فرائض کے متعلق ایک بلیغ و مفصّل خطبہ دیا۔ ارشاد ہوا:۔

لوگو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ معصیت الٰہی میں اطاعت کا مطالبہ کرے۔ اور نہ یہ جائز ہے۔ کہ ایسے شخص کی اطاعت کی جائے۔

اس کے بعد سرکاری خزانے میں تصرّف کرنے کے بارے میں خلیفہ وحاکم کے فرائض کی توضیح کی۔ اور فرمایا۔ صرف تین صورتیں ہیں۔ جن کو اختیار کرنے سے یہ مال مالِ صالح ہوسکتا ہے۔

اوّل یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ حق میں تصرّف کیا جائے۔

تیسرے یہ کہ ناجائز طریقے سے اسے خرچ نہ کیا جائے۔

میری اور تمہاری مثال یتیم اور اس کے ولی کی ہے۔ اگر متمول ہونگا۔ تو مسلمانوں کے مال سے کچھ نہ لوں گا۔ ضرورت مند ہونگا۔ تو بقدرِ ضرورت لوں گا۔

پھر انتظامِ حکومت کا اصول ان الفاظ میں بیان کیا:۔

مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں۔ میں ان کو اس لئے بیان کرتا ہوں کہ مجھ سے ان کا مطالبہ کرسکو۔

(۱) میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس (ٹیکس) کا مال جائز طریقوں سے وصول کروں۔

(۲) میرا فرض ہے کہ جو مال (خزانہ) میرے ہاتھ میں آجائے۔ اس کو صحیح مصارف میں صرف کروں۔

(۳) میرا فرض ہے۔ کہ تمہارے وظائف کو بڑھاؤں۔ سرحدوں کی حفاظت کروں۔

(۴) میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرے میں نہ ڈالوں۔

اس کے بعد اپنے عمال کو مخاطب کیا۔ اور فرمایا:۔
اچھی طرح سُن لو۔ کہ میں نے تم کو ظالم و جبار بنا کر نہیں بھیجا۔ میں نے تم کو ہدایت کے رہنما بنا کر بھیجا ہے۔ کہ لوگ تمہارے ذریعے سے سیدھی راہ پائیں۔ پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق دو۔ نہ ان کو مارو۔ کہ وہ ذلیل ہو جائیں۔ نہ ان کی مدح و ستائش کرو۔ کہ انہیں تمہارے ساتھ گرویدگی نہ پیدا ہو۔ نہ ان کے سامنے اپنے دروازے بند رکھو۔ کہ قوی ضعیف کو نگل جائے۔ اپنے کو ان پر ترجیح دیکر ان پر ظلم نہ کرو۔ ان کے ساتھ جہالت اور سختی سے پیش نہ آؤ۔ ان کے ذریعے کفار سے جہاد کرو۔ مگر مسلمانوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اگر وہ تھک جائیں۔ تو رُک جاؤ۔
پھر مسلمانوں سے عام خطاب کیا۔ اور فرمایا:۔
مسلمانو تم گواہ رہو۔ کہ میں نے ان حکام کو صرف اس لئے بھیجا ہے۔ کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ ان پر مالِ غنیمت تقسیم کریں۔ ان میں عدل قائم کریں۔ اور ان کے مقدمات کے فیصلے کریں۔ اور اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے۔ اس کو میرے سامنے پیش کریں۔
(۸۸) **خوفِ خدا**۔ اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیتِ الٰہی اور خداوند جل و علا کے جبروت و عظمت کا غیر متزلزل تیقن ہے۔ جو دل خشوع و خضوع اور خوفِ خداوندی سے خالی ہے۔ اس کی حیثیت ایک مضغہ گوشت سے زیادہ نہیں۔ سیّدنا فاروق رض خشوع و خضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے۔ صبح ہونے کے

قریب گھر والوں کو جگاتے۔ نماز میں اکثر ایسی سورتیں پڑھتے۔ جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت وجلال کا بیان ہوتا۔ اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے۔ کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ نہایت رقیق القلب اور عبرت پذیر تھے۔ قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے۔ اور ہر وقت اسی کا خیال لگا رہتا۔

ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجئے۔ آپ نے اس کے ایک دُرّہ مار دیا۔ کہ جب میں اس کام کے لئے بیٹھتا ہوں۔ اس وقت تو آتے نہیں۔ جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ تو آکر کہتے ہیں۔ کہ بدلہ دلوادو۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا۔ اور دُرّہ اس کو دے کر فرمایا۔ کہ بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ گھر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے عمرؓ تو کمینہ تھا۔ اللہ نے تجھ کو اونچا کیا۔ تو گمراہ تھا۔ اللہ نے تجھ کو ہدایت کی۔ تو ذلیل تھا۔ اللہ نے تجھے عزّت دی۔ پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص آکر کہتا ہے۔ کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے۔ تو تُو اس کو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دیگا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ (حکایاتِ صحابہ)

(۸۹) آپ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ حضرت فاروقؓ کے ساتھ حرّہ (مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف

جا رہا تھا۔ ایک جگہ جنگل میں آگ جلتی ہوئی نظر آئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے۔ جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا۔ باہر ہی ٹھہر گیا۔ چلو اس کی خبر لیں۔ رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک عورت ہے۔ جس کے ساتھ چند بچے ہیں۔ جو رو رہے ہیں۔ اور چلا رہے ہیں۔ اور ایک دیگچی چولھے پر رکھی ہے۔ جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ اُنہوں نے سلام کیا۔ اور قریب آنے کی اجازت لے کر اس کے پاس گئے۔ اور پوچھا یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عورت نے کہا۔ کہ بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا۔ اس دیگچی میں کیا ہے؟ عورت نے کہا۔ کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے۔ کہ ذرا ان کو تسلّی ہو جائے۔ اور سو جائیں۔ امیر المومنین عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہوگا۔ کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے؟ کہنے لگی۔ کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں۔ اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔

اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے۔ اور ایک بوری میں بیت المال سے کچھ آٹا۔ کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لیے۔ غرض اس بوری کو خوب بھر لیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میری کمر پر رکھ دے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں لے چلوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں میری کمر پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا۔ تو فرمایا۔ کیا

قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اُٹھائے گا۔ اس کو میں ہی اُٹھاؤں گا۔ اس لئے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سوال ہو گا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپ کی کمر پر رکھ دیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں پہنچ کر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں۔ اور اس کو چلانا شروع کیا۔ اور چولہے خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔

اسلم کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان داڑھی میں دھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ حریرہ سا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے نکال نکال کر ان کو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے۔ اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے ان کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم تھے اس کے مستحق بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلّی دی۔ اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی۔ تو مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تھوڑی دیر بیٹھے کے بعد چلے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں اس لئے بیٹھا تھا۔ کہ میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دل چاہا۔ کہ تھوڑی دیر ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھ لوں۔ (حکایاتِ صحابہ۔ کنز العمال)

یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ

ڈرتے تھے۔ کانپتے تھے۔ اللہ اکبر

(۹۰) ایک مرتبہ آپ نے دودھ نوش فرمایا۔ تو اس کا مزہ کچھ عجیب سا معلوم ہوا۔ جن صاحب نے پلایا تھا۔ ان سے دریافت فرمایا۔ کہ یہ دودھ کیسا ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ میں وہاں گیا۔ تو ان لوگوں نے دودھ نکالا۔ جس میں سے مجھے بھی عنایت فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مُنہ میں اُنگلی ڈال کر سارے کا سارا قے فرما دیا۔ (موطا امام مالکؒ)

(۹۱) اپنے زمانۂ خلافت میں بسا اوقات رات کو چوکیداروں کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے۔ جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں۔ اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ ایک مسافر ہوں۔ جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ سے آواز کیسی آرہی ہے۔ ان صاحب نے کہا۔ میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا۔ کہ نہیں بتا دو۔ کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ ان صاحب نے کہا۔ کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے۔ دردِ زِہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے۔ اس نے کہا۔ کوئی نہیں۔ آپ وہاں سے اُٹھے۔ اور گھر تشریف

لے گئے۔ اور اپنی بیوی حضرت اُمِ کلثوم سے فرمایا۔ کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر میں تمہارے لیئے آئی ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے۔ اس کو دردزہ ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتیں۔ کہ یہ بھی آخر حضرت سیّدہ فاطمہ کی ہی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو۔ تیل و گھی وغیرہ لے لو۔ اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو۔ وہ لے کر چلیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود پیچھے ہو لئے۔ وہاں پہنچکر حضرت اُمِ کلثوم تو خیمہ میں چلی گئیں۔ اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے۔ گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی۔ اندر سے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المؤمنین اپنے دوست کو لڑکا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المؤمنین کا لفظ جب اس آدمی کے کان میں پڑا۔ تو وہ بڑا گھبرایا۔ آپ نے فرمایا۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھدی۔ کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلادیں۔ حضرت ام کلثوم نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے کہا۔ لو تم بھی کھاؤ رات بھر تمہاری جاگتے میں گزر گئی۔ اس کے بعد اہلیہ کو لیکر گھر تشریف لے آئے۔ اور اس آدمی سے فرمایا۔ کل آنا۔ تمہارے لئے انتظام کر دیا جائیگا۔ اور بچّہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔ (خلفائے راشدین)

بیت المال سے قرض اور خوفِ آخرت

(۹۳) آپ جس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین تھے۔ تو اپنا ایک سرمایہ تجارتی قافلہ میں شام کی طرف بھیجنا چاہا۔ اور اس سلسلہ میں چار ہزار درہم بطور قرضہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے طلب فرمائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قاصد سے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو۔ کہ بیت المال سے قرض لے لیں۔

جب یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا۔ تو انہیں یہ بات بہت ناگوار خاطر ہوئی۔ ایک دن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تو فرمایا۔ میں نے بیت المال سے قرضہ اس لئے نہیں لیا۔ کہ شاید قرض ادا کرنے سے پہلے ہی مر جاؤں۔ اور میرے امیرالمؤمنین ہونے کی رعایت کر کے مجھ سے لوگ مطالبہ نہ کریں۔ تو یہ امانت میرے ذمہ باقی رہ جائے گی۔ اور قیامت میں میری پکڑ ہو گی۔ اور تم سے اس لئے طلب کیا تھا۔ کہ اگر میں مر جاؤں۔ تو تم میرے ورثہ سے مطالبہ کر کے وصول کر لیتے۔ اور میرا معاملہ صاف ہو جاتا۔ (کنزالعمال جلد ۵ صفحہ ۴۱۹)

یہ کام میں خود کروں گا

(۹۴) ایک بار سخت گرمی کے زمانہ میں بیت المال کے دو اونٹ بھاگ نکلے۔ حضرت بنفسِ نفیس ان کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ مقام "عالیہ" میں اپنے مکان میں تھے۔ دور سے ایک انسان گرمی میں دوڑتا ہوا نظر آیا۔ تو جی میں کہنے لگے۔ کیا حرج ہوتا۔ اگر یہ آدمی مدینہ

سے ٹھنڈک ہونے کے بعد شام کو نکلتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نزدیک پہنچے۔ تو انہوں نے پہچان کر کہا۔ امیر المؤمنین! ایسی لولپیٹ میں جبکہ دروازہ سے سر نکالنا مشکل ہے۔ آپ باہر کیوں دوڑ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صدقات کے اونٹ بھاگ نکلے ہیں۔ میں ان کا تعاقب کر رہا ہوں۔ تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ اور خدا مجھ سے اس کی بابت سوال کرے۔

حضرت عثمان نے کہا۔ آپ تشریف رکھئے۔ سایہ میں آرام کیجئے۔ اور ٹھنڈا پانی پیجئے۔ میں یہ سب انتظام اپنے غلاموں کے ذریعے کرائے دیتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ سایہ آپ کو مبارک ہو۔ یہ کام میں خود کروں گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَى الْقَوِيِّ الْاَمِيْنِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا۔ جو شخص کہ پسند کرتا ہے کہ قوی اور امین شخص کو دیکھے۔ وہ اس کو یعنی حضرت عمرؓ کو دیکھے یعنی اس کی قوت و امانت و دیانت کو دیکھو اونٹوں کی تلاش میں بھاگے پھرنے کا۔

ایک اور واقعہ بھی ہے۔ جس میں حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کا قافیہ تنگ کر دیا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر ایک بکری کا بچہ بھی گم

ہوجائے۔ تو عمرؓ سے بروز محشر مواخذہ ہوگا۔ (سیرت عمرؓ لابن الجوزی ۱۴۲)

دیانت و امانت کی انتہا

(۹۵) حضرت امیرالمؤمنین نے مہاجرین اوّلین کا چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔ اور اپنے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا صرف ساڑھے تین ہزار مقرر کیا۔

حضرت عمرؓ سے کسی نے سوال کیا۔ کہ جب عبداللہ بن عمرؓ بھی مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ تو پھر ان کا وظیفہ چار ہزار درہم سے کم کیوں ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ انہوں نے تو اپنے ماں کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ (صحیح بخاری پ ۱۵ باب ہجرت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دیانت اور امانت کی انتہا دیکھئے۔ کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو مہاجرین اوّلین کے برابر محض اس لئے درجہ نہیں دیا۔ کہ ان کو ان لوگوں کی طرح نہیں سمجھا۔ جنہوں نے خود ہجرت کی۔ بلکہ اس کی ہجرت کو اپنی ہجرت کے تابع سمجھا۔ اگر دیانتداری و امانت پسندی کا اس قدر عظیم جذبہ نہ ہوتا۔ تو ایسی دقّتِ نظری اور باریک بینی کی نوبت نہ آتی۔

ترے بعد اکبرؔ کہاں ایسی نظمیں
وہ دل ہی نہ ہونگے کہ یہ آہ نکلے

(۹۶) مملکتِ فارس کا اہم ترین شہر مدائن جب فتح ہوا۔ توشاہی

خزانہ میں ایک غالیچہ ملا۔ جس کا نام بہارِ کسریٰ تھا۔ اس کا تانا بانا سونے کے تاروں کا۔ اس کے نقش و نگار قیمتی پتھروں کے۔ اس کی پتیاں ریشم کی اور اس کے پھل اور پھول جواہر و یاقوت کے تھے۔ اور یہ اتنا قیمتی تھا۔ کہ کوئی ایک شخص اسے خریدنے سے عاجز تھا۔ اور اس طرح جنگی مجاہدین میں اس کی تقسیم ناممکن العمل ہو رہی تھی۔ آخر حضرت سعد بن ابی وقاص کمانڈر افواج اسلامی نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ اگر آپ حضرات پسند کریں۔ تو میری رائے یہ ہے کہ ہم اس شاہی غالیچہ کو اپنی خوشی سے امیرالمومنین کو بطور ہدیہ پیش کر دیں۔ وہ جس طرح چاہیں۔ اسے اپنے ذاتی مصرف میں لائیں۔ سب لوگوں نے کمال خوشی سے اس کی تائید کی۔ اور شاہی غالیچہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہدیہ بنا کر بھیج دیا گیا۔

جب یہ غالیچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ تو انہوں نے مدینہ منورہ کے اہل الرائے حضرات سے اس کے بارے میں مشورہ لیا۔ اکثر نے اسے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے پر چھوڑا۔ آپ رضؓ نے فرمایا۔ میں اسے ہرگز تنہا اپنے مصرف میں نہیں لے سکتا۔ لہٰذا اس کے ٹکڑے کر کے باہم تقسیم کر لیجئے۔ ان میں سے ایک ایک ٹکڑا ہزار ہزار میں فروخت ہوا۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ٹکڑا بیس ہزار درہم میں فروخت کیا تھا۔ اور اس کے متعلق حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا

تھا۔ کہ وَمَا ھِیَ اَجْوَدُ مِنْ تِلْکَ الْقِطَعِ۔ یعنی یہ ان ٹکڑوں میں کوئی زیادہ اچھا ٹکڑا نہیں تھا۔ (سیرت عمرؓ)

کوئی رعایت نہیں ہوگی

(۷۹) ایک اور واقعہ سے بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ اس واقعہ کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جلولا کی جنگ میں شریک تھا۔ وہاں میں نے چالیس ہزار درہم میں مال غنیمت کی بکریاں خریدلیں۔ جب جلولا کی جنگ سے کامیاب ہو کر واپس آئے۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو طلب فرمایا۔ اور پوچھا۔

اے میرے بیٹے۔ اگر میں آگ میں ڈال دیا جاؤں۔ اور تم سے کہا جائے۔ کہ اپنے باپ کو فدیہ دے کر چھڑا لو۔ تو کیا تم مجھے اس سزا سے نہ چھڑاؤ گے؟

سعادت مند بیٹے نے جواب دیا۔

وَاللّٰہِ مَا مِنْ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ اِلَّا کُنْتُ مُفْدِیْکَ عَنْہُ۔

یعنی خدا کی قسم میں آپ کو ہر ایذا دینے والی چیز سے چھڑانے کے لئے اپنے جان و مال کا فدیہ دوں گا۔

یہ جواب سنکر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جلولا سے تم جو بکریاں خرید کر لائے ہو۔ وہ تمہیں خاص طور پر رعائت سے مل گئی ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے دیکھا کہ تم معزز صحابی اور امیر المومنین

کے صاحبزادے ہو۔ اس لئے تم کو یہ مال سستا دیدیا گیا ہے لیکن یاد رکھو۔ کہ اس سلسلے میں کوئی رعایت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ میری حیثیت ایک امیر مسئول اور ذمہ دار کی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ تم کو اس سلسلے میں وہی نفع دیدوں۔ جو قریش کے کسی دوسرے تاجر نے مالِ غنیمت کی خرید میں اُٹھایا ہو۔

یہ کہہ کر حضرت سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے تحقیقات فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بکریوں کو بیچ دیا۔ جس سے چار لاکھ درہم وصول ہوئے۔ حضرت فاروق رضؓ نے چالیس ہزار درہم حضرت عبداللہ رضؓ کو اصل لاگت کا واپس کر دیا۔ اور چالیس ہزار منافع کے دیدیا۔ اللہ اکبر

اِنّا لِلّٰہ ۔۔۔۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ سلوک اپنے اس محبوب ترین صاحبزادے کے ساتھ تھا۔ جس کے متعلق حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس قدر بھی اہل۔ اولاد اور مال میرے پاس ہے۔ میں سب پر اِنّا لِلّٰہ پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن صرف عبداللہ بن عمر رضؓ کے لئے یہ چاہتا ہوں، کہ وہ میرے بعد بھی زندہ رہیں۔ (سیرت عمر رضؓ لابن جوزی صفحہ ۱۲۸)

کیونکہ قریشی تاجروں کو ایک کے دو کے حساب سے ملے تھے۔ اس لئے باقی تین لاکھ تیس ہزار کی رقم حضرت سعد بن ابی وقاص کے

حوالے کردی ۔ اور حکم دے دیا۔ کہ اس رقم کو جنگ جلولا میں شرکت کر
والے مجاہدین میں تقسیم کردو۔ (منتخب کنز العمال جلد۵ صفحہ ۴۲۲)
اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امانت پسندی اور غائت
درجہ دیانت داری صاف ظاہر ہے۔

اپنی بیٹی کو صاف جواب

(۹۸) ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا (حضرت عمرؓ کی صاحبزا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ یہ خبر سنکر کہ مال آیا ہے حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ اور کہا اے میرے ابا جان۔ اور
اے امیر المومنین۔ میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں۔ اس لئے اس مال
غنیمت میں سے مجھے بھی حصّہ دیجئے۔
فرمایا۔ تم اپنے باپ کو دھوکہ دے رہی ہو۔ یہ تو عام مسلمانوں کا مال
ہے۔ اس میں تمہارا خاص حق کیسا ہے۔
بیچاری شرمندہ ہوکر محروم چلی گئیں۔ (کنز العمال جلد۶ صفحہ ۳۸۰)

حبِ رسول اور اتباعِ سُنّت

(۹۹) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جمالِ نبوت کے سچے شیدائی تھے۔
ان کو اس راہ میں جان و مال اور اولاد۔ عزیز و اقارب کی قربانی سے بھی
دریغ نہ تھا۔ عاصی بن ہشام جو آپ کا ماموں تھا، معرکہ بدر میں خود
ان سے مارا گیا۔ یہ فطری امر ہے۔ کہ محبوب کا عزیز بھی محبوب ہوتا ہے۔
اس بناء پر جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں

عزیز رکھتے تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایامِ خلافت میں ان کا خاص خیال رکھا۔ چنانچہ جب آپ نے صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زیدبن حارثہؓ کے فرزند حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبد اللہؓ سے زیادہ مقرر کی۔ حضرت عبد اللہؓ نے عذر کیا۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

ازواج مطہرات کے مرتبہ ان کے احترام اور آرام و آسائش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ ہزار مقرر کی۔ ۲۳ھ میں جب امیر الحجاج بن کر گئے۔ تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت ادب و احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دستور العمل کا سب سے زرّیں صفحہ اتباع سنت تھا۔ وہ خورد و نوش۔ لباس و وضع۔ نشست و برخواست غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ ملحوظ نظر رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے زندگی بسر کی تھی۔ اس لئے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے۔ حضرت فاروق کو زمانہ خلافت میں موقع پیش آیا۔ تو اس خیال سے کہ مبادا پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ

دھوکہ ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ تو دیا۔ لیکن فرمایا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا۔ تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا۔ اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں۔ یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباع سنت سے سرشار ہو۔

قناعت فاروقی

(۱۰۰) دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اس سے طبعی نفرت تھی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قدامت اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر فوقیت حاصل ہے۔ لیکن زہد و قناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا۔

ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے۔ باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے۔ اس لئے انہیں کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کے لئے ڈال رکھا تھا۔ خشک ہو گئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔

طرہ یہ کہ اپنی طرح ہر شخص کو زہد اور سادگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وقتاً فوقتاً اپنے عمال اور حکام کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔ کہ رومیوں اور عجمیوں کی معاشرت نہ اختیار کرنا۔ سفرِ شام میں جب افسروں کو اس وضع میں دیکھا۔ کہ بدن پر حریر و دیبا کے حلّے اور پُر تکلّف قبائیں ہیں۔ اور وہ اپنی زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کو اس قدر غصّہ آیا۔ کہ گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور سنگریزے اُٹھا کر ان پر پھینکے۔ اور فرمایا کہ اس قدر تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔

خلافت کے بارِ گراں نے آپ کو بہت زیادہ محتاط بنا دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کی معمولی فروگذاشت قوم کے لئے صدہا خرابیوں کا باعث ہو سکتی تھی۔ آپ نے کبھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ملکی عہدے نہیں دیئے۔ کہ اس میں جانبداری پائی تھی۔ عمال اور حکام کے تحفے واپس کر دیتے تھے۔ اور اس سختی سے روکتے کہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔

خدا کی راہ میں دینا

(۱۰۱) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دولت مند نہ تھے۔ تاہم اُنہوں نے جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کیا۔ وہ ان کی حیثیت سے کہیں زیادہ تھا۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی تیاری کی۔ تو اکثر صحابہؓ نے ضروریاتِ جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ آپ نے اس موقع پر اپنے تمام مال و اسباب میں سے

آدھا لے کر پیش کیا۔

یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی۔ اس کو راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ اسی طرح خیبر کا قطعۂ زمین بھی حسب ارشاد نبوی فقراء۔ اعزّہ۔ مسافر۔ غلام اور جہاد کے لئے وقف کر دیا۔

مساوات

(۱۰۲) عہدِ فاروقی میں، شاہ و گدا۔ امیر و غریب، مفلس و مالدار، سب ایک ہی حال میں نظر آتے تھے۔ عمال کو تاکیدی حکم تھا۔ کہ کسی طرح کا امتیاز اور نمود اختیار نہ کریں۔ آپ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی مساوات اپنا خاص شعار بنایا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ انہوں نے اپنی معاشرت نہایت سادہ رکھی تھی۔ تعظیم و تکریم کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا "میں آپ پر قربان"۔ فرمایا ایسا نہ کرو۔ اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا۔

آپ کا مقولہ تھا۔ کہ میں اگر عیش و تنعم کی زندگی بسر کروں۔ اور لوگ مصیبت و افلاس میں رہیں۔ تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔

سفرِ شام میں نفیس و لذیذ کھانے پیش کئے گئے۔ تو پوچھا۔ عام مسلمانوں کو بھی یہ الوانِ نعمت میسر ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ ہر شخص کیلئے کس طرح ممکن ہے۔ فرمایا۔ تو مجھے بھی ان کی حاجت نہیں۔

خلافت کی حیثیت سے فاروقِ اعظم کے جاہ و جلال کا سکّہ تمام دنیا پر بیٹھا تھا۔ لیکن مساوات کا یہ حال تھا۔ کہ قیصر و کسریٰ کے سفیر

آتے۔ تو انہیں پتہ نہیں چلتا تھا۔ کہ شاہ کون ہے اور گدا کون۔

موطا امام محمد میں روایت ہے۔ کہ جب شام کا سفر کیا۔ تو شہر کے قریب پہنچ کر قضائے حاجت کے لئے سواری سے اُترے۔ اسلمؓ آپ کا غلام بھی ساتھ تھا۔ فارغ ہو کر آئے۔ تو بھول یا کسی مصلحت سے اسلمؓ کے اونٹ پر سوار ہو گئے۔ ادھر اہلِ شام استقبال کو آ رہے تھے۔ جو آتا پہلے اسلم کی طرف متوجّہ ہوتا۔ وہ حضرت فاروق کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگوں کو تعجّب ہوتا تھا۔ اور آپس میں حیرت سے سرگوشیاں کرتے تھے۔ فاروق نے فرمایا۔ ان کی نگاہیں شان و شوکت کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ وہ یہاں کہاں۔

اربابِ صحبت

(۱۰۳) جن لوگوں سے صحبت رکھتے تھے۔ وہ عموماً اہلِ فضل و کمال ہوتے تھے۔ اور اس میں وہ نو عمر اور معمروں کی تمیز نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:۔

وکان القراء اصحاب مجالس عمر و مشاورتہ کھولا کانوا اوشبانا۔

یعنی حضرت عمرؓ کے اہلِ مشورت اور اہلِ مجلس علماء تھے خواہ بوڑھے ہوں خواہ جوان۔

اس مجلس کے بڑے ارکان ابیؓ بن کعب۔ زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ حربن قیس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ آپ ان لوگوں کو علمی فضیلت کی وجہ سے نہایت

عزیز رکھتے تھے جب مجلس میں بیٹھتے۔ تو امتیاز مراتب کے لحاظ سے لوگوں کو باریابی کی اجازت دیتے۔ یعنی پہلے قدمائے صحابہؓ آتے۔ پھر ان سے قریب رتبہ والے علیٰ ہذا۔ لیکن کبھی کبھی یہ ترتیب توڑ دی جاتی۔ اور یہ امر خاص ان لوگوں کے لئے ہوتا۔ جو علم کی فضیلت میں ممتاز تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو قدمائے صحابہ کے ساتھ شامل کر دیا تھا۔ تاہم یہ حکم تھا۔ کہ سوال وجواب میں اور بزرگوں کی ہمسری نہ کریں۔ یعنی جو کچھ کہنا ہو سب کے بعد کہیں۔ (بخاری)

اکثر ایسا ہوتا۔ کہ جو لوگ کم عمر تھے۔ مسائل کے متعلق رائے دینے سے جھجکتے۔ تو آپ ان کو ہمت دلاتے۔ اور فرماتے۔ کہ علم سن کی کمی وزیادتی پہ نہیں ہے۔ (فتح الباری)

عبداللہ بن عباسؓ اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ ان کی شرکت پر بعض اکابر صحابہؓ نے شکایت کی۔ تو آپ نے ان کی خصوصیت کی وجہ بتائی۔ اور ایک علمی مسئلہ پیش کیا۔ جس کا جواب بجز سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے کسی شخص نے صحیح نہ دیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود بھی قدر کرتے تھے۔ ۲۱ھ میں جب ان کو کوفہ کا مفتی اور افسر خزانہ مقرر کر کے بھیجا۔ تو اہل کوفہ کو لکھا۔ کہ میں ان کو معلم اور وزیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں۔ اور میں نے تم لوگوں کو اپنے آپ پر ترجیح دی ہے۔ کہ ان کو اپنے پاس سے جدا کرتا ہوں۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب کسی مسئلہ کو عبداللہ بن مسعودؓ نے حل کیا۔ تو ان کی شان میں فرمایا:۔

كُنَيْفٌ مُلِئَ عِلْمًا۔ یعنی ایک برتن ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے
اگرچہ فضل و کمال کے لحاظ سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے سوا کوئی شخص ان کا ہمسر نہ تھا تاہم آپ اہلِ کمال کے ساتھ اس طرح
پیش آتے جس طرح خود بزرگوں کے ساتھ پیش آتے تھے چنانچہ علّامہ ذہبی
رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ آپ ابی بن کعب کی نہایت تعظیم
کرتے تھے۔ اور ان سے ڈرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعب نے جب انتقال
کیا۔ تو فرمایا۔ آج مسلمانوں کا سر اٹھ گیا۔
حضرت زید بن ثابت کو اپنی عدم موجودگی میں اپنا جانشین مقرر کرتے
تھے۔ اور جب واپس آتے تو کچھ نہ کچھ جاگیر کے طور پر ان کو عطا کرتے تھے۔
(الفاروق بحوالہ سیرت العمرین لابن جوزیؒ)

اسی طرح حضرت ابو عبیدہ۔ حضرت سلمان فارسی۔ حضرت عمیر بن سعد۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ حضرت سالم۔ حضرت ابو الدرداءؓ۔ حضرات عمران
بن حصین وغیرہم کی نہایت عزت کرتے تھے۔ بہت سے صحابہ تھے
جن کے روزینے فقط اس بناء پر مقرر کئے تھے۔ کہ وہ فضل و کمال میں
ممتاز ہیں۔ حضرت سیدنا ابوذر غفاری جنگ بدر میں شریک نہ تھے۔
لیکن ان کا روزینہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے برابر مقرر کیا تھا۔ اس بناء پر
کہ وہ فضل و کمال میں اور لوگوں سے کم نہیں۔
آپ کی قدر دانی کسی گروہ پر محدود نہ تھی۔ کسی شخص میں کسی قسم کا جوہر
ہوتا تھا۔ تو اس کے ساتھ خاص مراعات کرتے تھے۔ عمیر بن وہب الجمحی

کا وظیفہ ۳۰۰ دینار سالانہ اس بنا پر مقرر کیا تھا۔ کہ وہ پُرخطر معرکوں میں ثابت قدم رہتے تھے۔ (الفاروق بحوالہ فتوح البلدان)

خارجہ بن حذافہ اور عثمان بن العاص کے وظیفے اس بناء پر مقرر کئے۔ کہ خارجہ بہادر اور عثمان نہایت فیاض تھے۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ میں بھیجا۔ کہ کوفہ میں جس قدر شعراء ہیں۔ ان کے وہ اشعار جو انہوں نے زمانہ اسلام میں کہے ہیں لکھوا کر بھیجو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اغلب عجلی کو بلوایا۔ اور شعر پڑھنے کی فرمائش کی۔ اغلب نے یہ شعر پڑھا :-

لَقَدْ طَلَبْتَ هَيِّنًا مَوْجُودًا   اَرَجَزًا تُرِيْدُ اَمْ قَصِيْدًا

تم نے بہت آسان چیز کی فرمائش کی   بولو قصیدہ چاہتے ہو یا رجز

پھر لبیدؓ کو بلا کر یہ حکم سنایا۔ لبیدؓ سورہ بقرہ لکھ لائے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے شعر کے بدلے مجھ کو یہ عنایت کیا ہے۔ حضرت مغیرہ نے یہ پوری کیفیت حضرت فاروق اعظمؓ کو لکھ بھیجی۔ وہاں سے جواب آیا۔ کہ اغلبؓ کے روزینے میں سے گھٹا کر لبید کے روزینے میں پانسو کا اضافہ کردو۔ اغلبؓ نے فاروق اعظم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بجا آوری حکم کا یہی صلہ ہے! حضرت فاروق نے لبیدؓ کے اضافہ کے ساتھ اس کی تنخواہ بھی بحال رہنے دی۔

اس زمانہ میں جس قدر اہلِ کمال تھے۔ مثلاً شعراء۔ خطباء۔ نساب۔ پہلوان۔ بہادر سب اُن کے دربار میں آئے۔ اور ان کی قدردانی کے مشکور ہوئے۔ اس زمانہ کا سب سے بڑا شاعر متمم بن نویرہ تھا۔

جس کے بھائی کو صدیق اکبر کے زمانہ میں سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن الولید نے غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچایا۔ کہ ہمیشہ رویا کرتا۔ اور مرثیے کہا کرتا جس طرف نکل جاتا۔ زن و مرد اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور اس سے مرثیے سنتے۔ مرثیہ پڑھنے کے ساتھ خود روتا جاتا۔ اور سب کو رلاتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مرثیہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ اس نے چند شعر پڑھے۔ آخر کے شعر یہ تھے ؎

کنّا کندمانی جذیمۃ حقبۃ   من الدھر حتّٰی قیل لن یتصدّعا

ایک مدّت تک ہم دونوں جذیمہ (ایک بادشاہ کا نام) کے ندیموں کی طرح ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا۔ کہ اب یہ جُدا نہ ہونگے۔

فلمّا تفرّقنا کانّی و مالکاً   لطول اجتماع لم نبت لیلۃً معاً

پھر جب ہم دونوں جدا ہو گئے۔ تو گویا ایک رات بھی ہم دونوں نے ساتھ بسر نہیں کی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متمم سے خطاب کر کے کہا۔ اگر مجھ کو ایسا مرثیہ کہنا آتا۔ تو اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ اس نے کہا۔ امیر المومنین اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کی طرح (یعنی شہید ہو کر) مارا جاتا۔ تو میں ہرگز اس کا ماتم نہ کرتا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ متمم نے جیسی میری تعزیت کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔

اس زمانہ میں ایک اور بڑی مرثیہ گو شاعرہ خنساء تھی۔ اس کا

دیوان آج بھی موجود ہے جس میں مرثیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ علماء ادب کا اتفاق ہے کہ مرثیہ کے فن میں آج تک خنساء کا مثل پیدا نہیں ہوا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو کعبہ مکرمہ میں روتے اور چیختے دیکھا۔ پاس جاکر تعزیت و تسلی کی۔ اور جب اس کے چار بیٹے جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ تو چاروں کی تنخواہیں اسی کے نام جاری کر دیں۔

پہلوانی اور بہادری میں دو شخص طلیحہ بن خالد اور عمرو معدیکرب ممتاز تھے۔ اور ہزار ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دونوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ اور قادسیہ کے معرکہ میں جب ان کو بھیجا۔ تو حضرت سعد بن وقاص کو لکھا کہ میں دو ہزار سوار تمہاری مدد کو بھیجتا ہوں۔ عمرو معدیکرب پہلوانی کے ساتھ خطیب و شاعر بھی تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اکثر ان سے فنون حرب کے متعلق گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جلسہ میں قبائل عرب اور اسلحہ جنگ کی نسبت جو سوالات کئے۔ اور عمرو معدیکرب نے ایک ایک کی نسبت جن مختصر اور بلیغ فقروں میں جواب دئیے۔ اس کو اہل ادب نے عموماً اور مسعودی نے مروج الذہب میں بتفصیل لکھا ہے۔

چنانچہ نیزہ کی نسبت پوچھا۔ تو کہا۔ اَخُوْكَ وَرُبَّمَا خَانَكَ یعنی تیرا بھائی ہے۔ لیکن کبھی کبھی دغا دے جاتا ہے۔

پھر تیروں کی نسبت پوچھا۔ تُخْطِئُ وَتُصِيْبُ یعنی موت کے قاصد ہیں۔ کبھی منزل تک پہنچتے ہیں۔ اور کبھی بہک جاتے ہیں۔

ڈھال کی نسبت کہا۔ عَلَیۡہِ تَدُوۡدُ الدَّوَائِرُ۔ اس طرح ایک ایک ہتھیار کی نسبت عجیب عجیب بلیغ فقرے استعمال کئے۔ جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

سیدنا فاروقِ اعظم کے اس طریقِ عمل نے عرب کے تمام قابل آدمیوں کو دربارِ خلافت میں جمع کر دیا۔ اور آپ نے ان کی قابلیتوں سے بڑے بڑے کام لئے۔

علمی صحبتیں

(۱۰۴) آپ کی مجلس میں اکثر علمی مسائل پر گفتگو ہُوا کرتی تھی۔ ایک دن اصحاب بدر ——— رضی اللہ عنہم کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا خدا نے حکم دیا ہے۔ کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم خدا کا شکر بجا لائیں۔ بعض بالکل چُپ رہے۔ تو آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا۔ اُنہوں نے فرمایا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اے محمدؐ جب فتح و نصرت آچکی۔ تو یہ تیرے دُنیا سے اُٹھنے کی علامت ہے۔ اس لئے تو خدا کی حمد کر اور گناہ کی معافی مانگ لے۔ بے شبہ خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سیّدنا فاروق نے فرمایا۔ جو تم نے کہا۔ یہی میرا خیال ہے۔ (الفاروق بحوالہ بخاری تفسیر اذا جاء)

ایک دن اور صحابہ کرام کا مجمع تھا۔ سیّدنا حبر الامۃ ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس بھی موجود تھے۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس

آیۂ کریمہ کے معنی پوچھے۔ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ الخ لوگوں نے کہا۔ خدا زیادہ جانتا ہے۔ حضرت امیرالمومنین کو اس لاحاصل جواب پر غصہ آیا۔ اور کہا۔ نہیں معلوم ہے۔ تو صاف کہنا چاہیئے۔ کہ نہیں معلوم ہے۔ حبرالامۃ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آیہ شریفہ کے صحیح معنی جانتے تھے۔ لیکن صغیر سنی کی وجہ سے جھجکتے تھے۔ سیدنا امیرالمومنین نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ صاحبزادے! اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ جو تمہارے خیال میں ہو۔ اس کو بلاجھجک بیان کرو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس نے کہا۔ خدائے قدوس نے ایک کام کرنے والے کی تمثیل دی ہے۔ چونکہ جواب ناتمام تھا سیدنا امیرالمومنین نے اس پر قناعت نہ کی۔ لیکن سیدنا عبداللہ اس سے زیادہ نہ بتا سکے۔ سیدنا امیرالمومنین نے فرمایا۔ یہ اس آدمی کی مثال ہے جس کو خدا نے دولت و نعمت دی۔ کہ مولا کریم کی بندگی بجا لائے۔ لیکن اس نے نافرمانی کی۔ تو اس کے اچھے اعمال بھی برباد کر دیئے۔

ایک دفعہ مہاجرین صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے شراب پی لی۔ اور اس جرم میں ماخوذ ہو کر بارگاہِ فاروقی میں پیش کیے گئے۔ سیدنا امیرالمومنین نے سزا دینی چاہی۔ انہوں نے کہا۔ کہ قرآن پاک کی آیہ کریمہ سے ثابت ہے۔ کہ ہم لوگ اس گناہ پر سزا کے مستوجب نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ آیہ کریمہ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْا۔ یعنی جن لوگوں نے ایمان قبول کر لیا۔ اور اچھے کام کیے۔ انہوں نے جو کچھ کھایا۔ یا پیا۔ ان پر الزام نہیں۔

استدلال میں پیش کرکے کہا کہ میں بدر وحدیبیہ ۔خندق اور دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں۔ اس لئے میں ان لوگوں میں داخل ہوں۔ جنہوں نے اچھے کام کئے۔ سیدنا امیر المومنین نے صحابہ کرام کی طرف دیکھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس بولے۔ کہ یہ معافی پچھلے زمانے کے متعلق ہے۔ یعنی جن لوگوں نے شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے شراب پی۔ ان کے اور اعمال اگر صالح ہیں۔ تو ان پر کچھ الزام نہیں۔ اس کے بعد یہ آئت پڑھی جس میں شراب کی ممانعت کا صریح ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوا۔ (الفاروق بحوالہ ازالۃ الخفا بروائت حاکم)

معمولاتِ زندگی

(۱۰۵) دن کو مہماتِ خلافت کی وجہ سے کم فرصت ملتی تھی۔ اس لئے عبادت کا وقت رات کو مقرر کیا تھا۔ معمول تھا کہ رات کو نفلیں پڑھتے رہتے۔ جب صبح ہونے کو آتی۔ تو گھر والوں کو جگاتے۔ اور یہ آیۂ شریفہ تلاوت فرماتے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔ (موطا امام مالک)

روائت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ عن ابن عمر ان اباہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یصلی من اللیل ما شاء اللہ حتی اذا کان من آخر اللیل ایقظ اھلہ للصلوٰۃ یقول لھم الصلوٰۃ ثم یتلوا ھذہ الایۃ وأمر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبۃ للتقویٰ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰)

(۲) عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فاذا ھو بابی بکرٍ یصلّی یخفضُ من صوتہٖ ومرّ بعمر وھو یصلّی رافعًا صوتہٗ قال فلما اجتمعا عند النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابا بکرٍ مررت بك وانت تصلّی تخفضُ صوتك قال قد اسمعت من ناجیت یارسول اللہ وقال لعمر مررتُ بك وانت تصلّی رافعًا صوتك فقال یا رسول اللہ اوقظ الوسنانِ واطرد الشیطان فقال النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر ارفع من صوتك شیئًا وقال لعمر اخفض من صوتك شیئًا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوقتادہ بیان فرماتے ہیں، کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر آہستہ آہستہ قرأت سے نمازِ شب ادا فرما رہے ہیں۔ اور سیّدنا عمرؓ کے پاس سے گزرے۔ وہ اونچی قرأت سے نماز شب ادا کر رہے ہیں۔ جب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر میں تیرے پاس سے گزرا۔ تو تو آہستہ آواز سے نماز ادا کر رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ میں جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کو سناتا تھا۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ اے عمرؓ تم اونچی آواز سے نماز ادا کر رہے تھے۔ فاروق نے کہا۔ یارسول اللہ میں اونگھنے والے کو جگاتا تھا۔ اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ تم ذرا اونچی آواز کرو اور اے عمرؓ تم ذرا پست آواز کرو۔

(۳) عن ابی هریرۃ قال کنّا قعوداً حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ومعنا ابوبکرٍ وعمر رضی اللہ عنہما فی نفر فقام رسول اللہ من
بین اظہرنا فابطاء علینا وخشینا ان یقطع دوننا وفزعنا فقمنا فکنت
اوّل من فزع فخرجت ابتغی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ
اتیت حائطاً لانصارٍ لبنی النّجار فدرتُ بہٖ ھل اجد لہٗ باباً فلم
اجدُ فاذا ربیعٌ یدخل فی جوف حائطٍ من بئرٍ خارجۃٍ فاحتفزت
فدخلت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوھریرۃ فقلت
نعم یا رسول اللہ قال ماشانک قلت کنت بین اظہرنا فقمت
فابطات علینا فخشینا ان تقتطع دوننا ففزعنا فکنت اوّل من
فزع فاتیت ھٰذا الحائط فاحتفزت کما یحتفز الثعلب وھٰٓؤُلاءِ
النّاس ورآئی فقال یا اباھریرۃ واعطانی نعلیہ فقال اذھب بنعلیّ
ھاتین فمن لقیک من ورآء ھٰذا الحائط یشھد ان لا الٰہ الّا
اللہ مستیقناً بھا قلبہٗ فبشرہٗ بالجنۃ فکان اوّل من لقیت عمرُ
فقال ما ھاتانِ النعلان یا اباھریرۃ قلت ھاتان نعلا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی بھما من لقیت یشھد ان لا الٰہ الّا اللہ
مستیقناً بھا قلبہ بشرتہٗ بالجنّۃ فضرب عمر بین ثدییّ فخررتُ
لاستی فقال ارجع یا اباھریرۃ فرجعت الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فاجھشت بالبکآءِ ورکبنی عمر واذا ھو علیٰ اثری فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک یا اباھریرۃ قلت لقیت عمر فاخبرتہ

بالذی بعثنی بہٖ فضرب بین ثدیی ضربۃ خررت لاستی فقال ارجع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عمر ما حملک علیٰ ما فعلت قال یا رسول اللہ بابی انت و امی آبعثت ابا ھریرۃ بنعلیک من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنًا بہا قلبہٗ بشرہ بالجنۃ قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشیٰ ان یتکل الناس علیہا فخلہم یعملون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخلہم (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ ہمارے درمیان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے دیر کی۔ ہمیں خطرہ محسوس ہوا۔ کہ کہیں کوئی دشمن آپ کو گزند نہ پہنچائے۔ اور ہم نے گھبراہٹ محسوس کی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ خطرہ میں نے محسوس کیا۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ میں انصار بنی نجار کے ایک باغ کے پاس گیا۔ اور اس کے اردگرد پھرا۔ مجھے باغ کے اندر جانے کا کوئی دروازہ نہ ملا۔ پھرتے پھرتے میں نے ایک نالی دیکھی۔ جو باغ کے اندر باہر کے ایک کوئیں سے جاتی تھی۔ پس میں سکڑ کر باغ کے اندر چلا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ ابوہریرہ ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ کیا خبر ہے۔ آیا خیر ہے۔ میں نے

کہا۔ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اُٹھ کر چلے آئے۔ اور آپ نے دیر کی ہم نے خطرہ محسوس کیا۔ کہ کہیں کوئی دشمن آپ کو گزند نہ پہنچائے۔ مجھے سب سے پہلے یہ خطرہ محسوس ہؤا۔ اور میں اس باغ کے پاس آیا۔ لیکن باغ میں اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ آخر پھرتے پھراتے میں نے ایک نالی دیکھی۔ تو میں لومڑی کی طرح سُکڑ کر اندر داخل ہؤا۔ اور دوسرے لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ۔ جاؤ۔ میری جوتی لے جاؤ۔ جو شخص تم کو اس باغ کے باہر ملے۔ اور وہ لا الٰہ الا اللہ پر پورا یقین رکھتا ہو۔ اس کو جنّت کی بشارت دے دینا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے میری حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر بھیجا ہے۔ کہ جو شخص تم کو پہلے ملے۔ اور لا الٰہ الا اللہ پر اس کا پورا یقین ہو۔ اس کو جنّت کی بشارت دینا۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے میرے پستانوں کے درمیان زور سے مُکّا رسید کیا۔ میں چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ابوہریرہؓ! لوٹ جاؤ۔ میں لوٹ کر رسول اللہ کی خدمت میں آہ وزاری کرتے ہوئے گیا۔ حضرت عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ مجھے روتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ کیا بات ہے۔ میں نے کہا۔ جناب سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا۔ اُنہوں نے سنکر میرے پستانوں کے درمیان زور سے ایک مُکّا رسید کیا۔ جس سے

میں چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ اور اُنہوں نے کہا۔ ابو ہریرہؓ لوٹ جاؤ۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی باغ میں آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ عمرؓ تم نے یہ کام کیوں کیا۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا آپ نے ابو ہریرہؓ کو نعلین مبارک دے کر بھیجا تھا۔ کہ وہ ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ پر کامل صدق دل سے یقین رکھتا ہو، جنّت کی بشارت دے۔

آپؐ نے فرمایا ۔ ہاں

حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ایسا نہ کیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ بات سُن کر لوگ اسی بات پر اعتماد کر لیں گے۔ اور عمل میں سُست ہو جائیں گے پس آپ ان کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا چھوڑ دو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عامر کا بیان ہے۔ کہ میں نے ایک دن آپ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی۔ تو اُنہوں نے سورۂ یوسف اور سورہ حج پڑھی۔ یونس کہف۔ ہود کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ نماز جماعت کے ساتھ پسند کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں اس کو تمام رات کی عبادت پر ترجیح دیتا ہوں۔ کوئی ضروری کام آ پڑتا۔ اور وقت کی تاخیر کا خوف نہ ہوتا۔ تو پہلے اس کا انجام دیتے۔ ایک دفعہ اقامت ہو چکی تھی۔ اور صفیں درست ہو چکی تھیں کہ ایک شخص صف سے نکل کر ان کی طرف بڑھا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے۔ (الفاروق)

فرمایا کرتے تھے۔ کہ کھانے سے فارغ ہو لو۔ تب نماز پڑھو۔ بعض اوقات جہاد وغیرہ کے اہتمام میں اس قدر مصروف رہتے۔ کہ نماز میں بھی وہی خیال بندھا رہتا تھا۔ خود ان کا قول ہے۔ کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ اور فوجیں تیار کیا کرتا ہوں۔ (بخاری)

(۴) ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے نماز میں بحرین کے جزیہ کا حساب کیا۔ (ازالۃ الخفاء بحوالہ مصنّف ابن ابی شیبہ)

(۵) ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ آیت فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ آئی۔ تو کعبہ مکرمہ کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ نماز میں اس قدر اشارہ کرنا جائز ہے۔ (ازالۃ الخفاء حصہ ۲)

بعض اوقات جمعہ کا خطبہ پڑھتے پڑھتے کسی سے مخاطب ہو جاتے۔

عن سالم بن عبد اللہ انہ قال دخل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد یوم الجمعۃ وعمر بن الخطّاب یخطب فقال عمر ایّۃ ساعۃ ھٰذہ فقال یا امیر المؤمنین انقلبت من السّوق فسمعت النّداء فما زدت علی ان توضأت فقال عمر الوضوء ایضًا وقد علمت انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بالغسل (موطا امام مالک بخاری)

یعنی حضرت سالم بن عبد اللہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب جمعہ کے دن خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جمعہ میں دیر ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ مسجد میں اس وقت پہنچے۔ کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ شروع کردیا تھا۔ عین خطبہ کی حالت میں حضرت عمرؓ نے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ یہ وقت کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ میں بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی فوراً وضو کرکے حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وضو پر کیوں اکتفا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۶) ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔ کہ انتقال سے دو برس پہلے متصل روزے رکھنے شروع کئے تھے۔ لیکن انہی کی یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص کی نسبت سنا کہ صائم الدھر ہے۔ تو اس کے مارنے کے لئے دُرّہ اُٹھایا۔ حج ہر سال کرتے۔ اور خود میر قافلہ ہوتے تھے۔

خوفِ قیامت

(۱۰۶) قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے تھے۔ اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابوموسٰی اشعری سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ کیوں ابوموسٰی تم اس پر راضی ہو۔ کہ ہم لوگ جو اسلام لائے۔ اور ہجرت اختیار کی۔ اور رسول اللہ کی خدمت میں ہر جگہ موجود رہے۔ ان تمام باتوں کا صلہ ہم کو یہ ملے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ یعنی ہم کو ثواب ملے نہ عذاب۔ حضرت ابوموسٰی نے کہا نہیں میں تو ہرگز اس پر راضی نہیں۔ ہم نے بہت سی نیکیاں کی ہیں۔ اور ہم کو بہت کچھ اُمید ہے۔ حضرت فاروق رضؓ نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ کہ میں تو صرف اسی قدر چاہتا ہوں۔

کہ ہم بے مواخذہ چھوٹ جائیں۔ وقتِ وفات یہ شعر پڑھتے تھے:۔

ظَلُوْمٌ لِنَفْسِیْ غَیْرَ اَنِّیْ مُسْلِمٌ ۞ اُصَلِّی الصَّلٰوۃَ کُلَّھَا وَ اَصُوْمُ

میں اپنی جان پر ظلم کئے ہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ مسلمان ہوں اور نمازیں پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اگرچہ مذہب کی مجسم تصویر تھے۔ لیکن زاہدِ خشک ومتعصب نہ تھے۔ اور آج کل مقدّس لوگوں کی طرح طبیعت میں سختی نہ تھی۔ ہمارے علماء علیسائیوں کے برتن وغیرہ کا استعمال تقدّس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت امام شافعی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے۔ کہ تَوَضَّأَ مِنْ مَاءٍ جِیْئَ بِہٖ مِنْ عِنْدِ نَصْرَانِیَّۃٍ۔ (ازالۃ الخفاء)

یعنی اس پانی سے وضو کیا۔ جو نصرانیہ عورت کے ہاں سے لایا گیا تھا۔ امام بغوی کی روایت اس سے زیادہ صاف ہے۔ تَوَضَّأَ عُمَرُ مِنْ مَّاءٍ فِیْ جَرِّ نَصْرَانِیَّۃٍ۔ یعنی نصرانیہ عورت کے مٹکے سے سیّدنا فاروق نے وضو کیا۔ اور حضرت عمرؓ کا قول بھی نقل کیا ہے۔ کہ عیسائی جو پنیر بناتے ہیں، اس کو کھاؤ۔ (ازالۃ الخفاء)

عیسائیوں وغیرہ کا کھانا آج کل مکروہ اور ممنوع بتایا جاتا ہے لیکن سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے معاہدات میں یہ قاعدہ داخل کر دیا تھا۔ کہ جب کسی مسلمان کا گزر ہو۔ تو عیسائی اس کو تین دن مہمان رکھیں۔ آجکل غیر قوموں سے عداوت اور ضد رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل تھا کہ فوت ہوتے ہوتے بھی عیسائی اور یہودی رعایا کو نہ بھولے۔ چنانچہ ان کی نسبت رحم اور ہمدردی کی وصیت کی۔ وہ صحیح بخاری و کتاب الخراج وغیرہ میں مذکور ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس امر کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاسن و فضائل میں شمار کیا ہے۔ کہ وہ اہلِ ذمہ یعنی عیسائی اور یہودی (جو مسلمانوں کے ملک میں رہتے تھے) کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتے تھے چنانچہ شاہ صاحب کے خاص الفاظ یہ ہیں۔ وازاں جملہ آنکہ باحسان اہلِ ذمہ تاکید فرمود۔ (ازالۃ الخفاء)

محب طبری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اپنے افسروں کو عیسائی ملازم رکھنے سے بہت منع کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ان روائتوں کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن جس شخص نے محب طبری کی کتاب ریاض النضرہ دیکھی ہے۔ وہ پہلی نظر میں سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان روائتوں کا کیا پایہ ہے۔ ان بزرگوں کو یہ خبر بھی۔ کہ عراق۔ مصر اور شام کا دفتر مال گزاری کے تمام عمال مجوسی یا عیسائی تھے۔ ملازمت اور خدمت ایک طرف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو فرائض کی ترتیب اور درستی کے لئے ایک رومی عیسائی کو مدینہ منورہ میں طلب کیا تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری نے اس واقعہ کو کتاب الاشراف میں یہ تصریح کی ہے۔ اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اِبْعَثْ اِلَیْنَا بِرُوْمِیٍّ یُقِیْمُ لَنَا حِسَابَ فَرَائِضِنَا۔ ہمارے پاس ایک رومی بھیج۔ جو فرائض کے حساب کو درست کرے۔

آج غیر مذاہب کا کوئی شخص مکّہ معظمہ میں نہیں جا سکتا۔ اور یہ ایک شرعی مسئلہ خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں غیر مذاہب والے بے تکلّف مکّہ معظمہ میں جاتے تھے۔ اور یہ جب تک چاہتے تھے مقیم رہتے تھے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔ (الفاروق)

(۱۰۷) ہم کب روٹھے تھے

واخرج الخطیب انہ وعثمان کانا یتنازعان فی المسئلۃ حتیٰ یقول الناظر انّھما لا یجتمعان ابداً فما یفترقان الّا علیٰ احسنہ و اجملہ۔ (صواعق محرقہ)

خطیب بغدادی نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا کسی مسئلہ میں شدّت سے تکرار ہو جاتا۔ یہاں تک، کہ دیکھنے والا کہتا کہ اب ان کا کبھی سلوک نہیں ہوگا۔ لیکن جب وہ دونوں جُدا ہوتے۔ تو بہت اچھے طریقہ اور حُسنِ سلوک سے جُدا ہوتے۔

(۱۰۸) غیرتِ ایمانی

عن علیّ بعثنی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا والزبیر والمقداد فقال انطلقوا حتیٰ تاتوا روضۃ خاخ فان بھا ظعینۃً معھا کتابٌ فخذوہ منھا فانطلقنا یتعادیٰ بنا خیلنا حتیٰ آتینا الی الرّوضۃ فاذا نحن بالظّعینۃ فقلنا اخرجی الکتاب قالت مامعی من کتاب فقلنا لتخرجنّ الکتاب او لتلقینّ الثّیاب فاخرجتہٗ من عقاصھا فاتینا

يه النبي صلى الله عليه وسلم فاذا فيه من حاطب بن ابي بلتعة الى ناس من المشركين من اهل مكة يخبرهم ببعض امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا حاطب ما هذا فقال يا رسول الله لا تعجل علىّ اني كنت امرأً ملصقاً في قريش ولم اكن من انفسهم وكان من معك من المهاجرين لهم قرابة يحمون بها اموالهم واهليهم بمكة فاحببت اذ فاتني ذلك من النسب فيهم ان اتخذ فيهم يداً يحمون بها قرابتي وما فعلت كفراً ولا ارتداداً عن ديني ولا رضىً بالكفر بعد الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قد صدقكم فقال عمر دعني يا رسول الله اضرب عنق هذا المنافق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قد شهد بدراً وما يدريك لعل الله اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة۔ (بخاری)

اس حدیث پاک کا ترجمہ مقبول بارگاہ صمد حضرت مولانا حافظ محمد صاحب قدس سرہ العزیز کی زبان سے سنئے :۔

ایہ آیت اوّل سورۃ تھیں لگ حاطب دے حق آئی
ہک لونڈی سارہ نام مکے تھیں شہر مدینے دھائی
جاں مڑ کر چلی مکے دے ول حاطب اس ول آیا
مکے والیاں دے ول خط اُس لکواں لکھ چلایا
دہ دیناراں سارا نوں بھی چادر خوب پہنائی

تے نبیؐ تیاری جنگ مکے دی آہی بات پکائی
حاطب لکھیا طرف قریش جو کرے رسول چڑھائی
ہن تسیں رہو ہوشیار بناؤ سب سامان لڑائی
پھر آیا جبرائیل خدا تھیں خبر دتی ایہ ساری
تاں نبیؐ بلائے عمرؓ علیؓ عمارؓ زبیرؓ حواری
بھی طلحہؓ تے مقدادؓ گھوڑیاں پر لونڈی مگر بھجائے
جو روضہ خاخ اندر وچ بلسو پتے نشان بتائے
جو حاطب دا خط ہے سنگ اسدے اوہ خط اس تھیں لیاؤ
جے دیوے خط تاں چھوڑو نہیں تاں تیغاں نال ڈراؤ
وچ روضے خاک ملے ونج اسنوں آکھن دے خط سانوں
زن قسم کرے میں پاس نہیں خط غصے چڑھے اوہناں نوں
جو نبیؐ نہ جھوٹھ کہے توں کوڑی کھچی تیغ علیؓ نے
جو خط نکال یا گردن تیری ماراں کہیا علی نے
جاں اس زن جاتا ایہ نہیں چھڈدے تاں گتوں خط نکالے
نالے خط لونڈی نوں چھڈ آئے تس اسباب بھی نالے
جاں اوہناں خط نبیؐ نوں دتا حاطب نبیؐ بلایا
پچھیا ایہ خط تیرا حاطب ہیو سچ بتایا
نبیؐ پچھیا کیوں ایہ کم کیتا حاطب کہیا رسولا
واللہ نہیں میں کافر نہ بدخواہ تیرا مقبولا

تے ناہیں دلوں پیار کفاراں جلدی ہوئی جُدائی
اسے پر سب مہاجراں دے وچہ مکّے خویش تے بھائی
اوہ خویش اوہناندے مال اولاد دی کردے دفع ایذائیں
تے میرا خویش نہیں کوئی مکّے زن فرزنداں تھائیں
میں خطرہ مت دُکھ دین اتھاں لکھیا خط تدائیں
تاں خیر خواہی اوہ میری سمجھن اہل وکھاون ناہیں
تے میرا خط ایہاں نوں نفع نہ کرسی کجھ رسُولا
جو تینوں فتح خدا لکھی سو ٹھیک ہوسی مقبولا
نبیؐ قبولیا عذر اس دا تاں اُٹھیا عمرؓ الایا
جو چھوڑ میتوں اس گردن ماراں ٹھیک نفاق کمایا
تاں نبیؐ کہیا اے عمرؓ کی جانے شان اہل بدر دا
رب کہیا اتھاں نوں کرو جو چاہو بخشش تساں میں کردا
تاں ایہ آیت آئی ایویں وچہ بخاری لیایا
پر وچہ بخاری تھوڑا قصہ بغوی کجھ ودھایا
(تفسیر محمدی منزل ہفتم سورۂ ممتحنہ)

(۲) طبرانی حاکم ابن حبان بھی بیہقی کرن روایت
جو زید یہودی عالم آہا کیتی اوس حکایت
جو سب اوصاف محمدؐ والے اندر کتب ربانے
میں وچہ محمدؐ ظاہر ڈٹھے پر دو وصف نہ جانے

ہک ایہ اوس حلیمی غالب غصّے اوپر آسی
دوجا سخت کلامی کیتیاں نرمی اوہ ودھاسی
ایہ دو وصف نہ معلم مینوں دل چاہے آزمانواں
کیتا وقت اڈیک رہیا میں اسے پردا نہ پاواں
پھر ایسا کجھ اتفاق ہویا جو میں تھیں نبیؐ کھجوراں
لیاں قرض میعاد مقرر کیتی وچہ حضوراں
پھر دو تن روز میعادوں اگے قرض منگن میں آیا
میں جا کر سخت تقاضا کیتا پر نبیؐ نہ کجھ الایا
نہ آکھیا اجے میعاد نہ پہنچی کیوں توں ہینے بلاویں
نہ مول کرے متغیر چہرہ مندا بولاں بھاویں
تاہیں اٹھاواں سخت الاواں ہوئے اصحاب اکٹھے
میں ہور زیادہ سختی کیتی یار جمع جد ڈٹھے
جو شاید ویکھ یاراں نوں غصّہ آوس تاں کجھ بولے
پر اسنوں مول نہ غصّہ آوے صبر حلیمی تولے
میں ایہ بھی آکھیا جو تساں گھرانہ قرض ادا نہیں کردے
کسے قرض نہ سوکھا لیا تساں تھیں عادتا ایہیں بھردے
ایہ سخن سنیا جد عمرؓ تپیا میں پھر میں اٹھ کھلویا
میں چادر کڑ تہ نبیؐ دا پھڑ کے کھچیا غصّے ہویا
تے اکھیس گھور کیہا ہیں اٹھ کر قرض ادا نہیں میرا

تاں چھپ کھلوتا اٹھ پیغمبر ویکھ نبیؐ دا جیرا
پر عمرؓ ہویا لے تاب غصّے تھیں اُٹھ تلوار آ لاری
تے آکھیوس اے دشمن رب دے یا زنہ آویں چکھیں خواری
میں سر تیرا ہُن کٹاں ہسّیا ویکھ عمرؓ نوں سرور
نہ آیا ایہ توقع تیں تھیں عمرؓ نوں کیہا پیغمبرؐ
تیں لائق سی جے کریں نصیحت مینوں حسن ادائی
تے اسنوں نیک تقاضا دی مت دیندوں نال صفائی
توں ایہ کیتا تاں عمرؓ کیہا نہیں مینوں صبر نبیا
میں قرض اس دا ادا کراں کر مینوں حکم صفیا
تاں نبیؐ کیہا جا ادا کریں ویہہ ٹوپے ہور دہائیں
بدلہ بد سلوکی دا جو کیتی توں اس تائیں
زید کیہا ایہ ویکھ آزمائش میں ایمان لیایا
میں سچ رسول اللہ دا ختم نبیاں اسنوں پایا
(تفسیر محمدی منزل ہفتم سورۃ قلم)

اقوالِ فاروقی

(۱) عن مجاهد قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وجدنا خیر عیشنا بالصبر (عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین ابن قیم باب سابع عشر) ہم نے بہترین عیش صبر میں پائی)

(۲) ولو ان الصّبر کان من الرجال کان کریمًا۔ (عدۃ الصابرین ابن قیم) اگر صبر آدمی ہوتا۔ تو کریم ہوتا۔

(۳) لو کان الصّبر والشکر بعیرین لم ابال ایّہما رکبت۔ (عدۃ الصابرین) اگر صبر و شکر دو سواریاں ہوتیں۔ تو میں پرواہ نہ کرتا۔ کہ کس پر سوار ہوؤں۔ (یعنی دونوں ہی اچھے ہیں)

(۴) مَنْ کتم سِرَّہٗ کان الخیار فی یدہٖ۔ (مجمع الامثال میدانی) جو شخص راز چھپاتا ہے۔ اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔

(۵) اتّقوا من تبغضہ قلوبکم۔ جس سے تم کو نفرت ہو۔ اس سے ڈرتے رہو۔

(۶) اَعقل الناس احذرھم للنّاس۔ سب سے زیادہ عاقل وہ شخص ہے۔ جو اپنے افعال کی اچھی تاویل کر سکتا ہو۔

(۷) لا تؤخر عمل یومك علیٰ غدك۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑ۔

(۸) روپے سر اونچا کئے بغیر نہیں رہتے۔

(۹) جو چیز پیچھے ہٹی۔ پھر آگے نہیں بڑھتی۔

(۱۰) مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الشّر یقع فیہ۔ جو شخص برائی سے بالکل واقف نہیں۔

وہ برائی میں مبتلا ہوگا۔

(۱۱) ما سائلنی رجل الا تبیّین لی فی عقلہٖ۔ مجھے سائل کے سوال سے اس کی عقل کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۱۲) لا یلھک النّاس عن نفسک۔ لوگوں کی فکر میں اپنے تئیں نہ بھول جاؤ۔

(۱۳) دنیا تھوڑی سی لو۔ تو آزادانہ بسر کرو گے۔

(۱۴) ترک الخطیئۃ من معالجۃ التّوبۃ۔ توبہ کی تکلیف سے گناہ کا چھوڑ دینا زیادہ آسان ہے۔

(۱۵) ہر بد دیانت پر میرے دو دار وغے ہیں۔ مٹی اور پانی۔

(۱۶) رحم اللہ علیٰ امرءٍ اھدیٰ الیّ عیوبی۔ خدا اس شخص کا بھلا کرے۔ جو میرے عیب میرے پاس تحفے بھیجتا ہے۔ یعنی میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔

(۱۷) آدمی کے نماز روزہ پر نہ جاؤ۔ بلکہ اس کی درست معاملگی اور عقل کو دیکھو۔

(۱۸) علم عقل کی زیادتی پر موقوف ہے۔

(۱۹) اشعار عرب۔ بلند اخلاق۔ صحت لغات اور انساب کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

(۲۰) کسی کی شہرت کا آوازہ سنکر دھوکا نہ کھاؤ۔

(۲۱) فرمایا حکومت کے لیے ایسی شدّت کی ضرورت ہے۔ جس میں جبر نہ ہو۔ اور ایسی نرمی جس میں سستی نہ ہو۔

(۲۲) ایک شخص کو فرمایا۔ لا تتعرض فیما لا یعنیک۔ بے فائدہ کاموں کے در پئے نہ ہو۔

۲۳۔ وَاعْتَزِلْ عَدُوَّكَ ۔ اپنے دشمن سے کنارہ کر۔

۲۴۔ واحذر خلیلك الّا امین ولا امین الّا من خشی۔ اور اپنے دوست سے بچ۔ مگر جو امین ہو۔ اور امین صرف وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جس میں خشیت الٰہی ہو۔

۲۵۔ وَلَا تصحب فاجراً کَیْ تتعلّم من فجورہٖ۔ اور بدکار کی صحبت میں نہ بیٹھ۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی خو بو تجھ میں بھی اثر کرے۔

۲۶۔ ولا تفش الیہ سرّك۔ اور اس سے اپنا راز مت افشا کر۔

۲۷۔ واستشر فی امرك الذین یخشون اللہ عزّ وجلّ۔ اور اپنے کاموں میں صرف ان لوگوں سے مشورہ لے۔ جو خدائے پاک سے ڈرتے ہوں۔

(موطا امام محمد باب جامع الحدیث)

۲۸۔ فرمایا کرتے ہیں۔ کرم المؤمن من تقواہ عزت مومن کی تقویٰ میں ہے۔

۲۹۔ وَدِیْنُہٗ حَسَبُہٗ۔ دین اس کی شرافت ہے۔

۳۰۔ ومروّتہٗ خُلقہٗ۔ اور مروت اس کا خلق ہے۔

۳۱۔ والجرأۃ والجبن غرائز یضعہما حیث شاء اللہ۔ اور بہادری و بزدلی دونوں خلقی صفتیں ہیں۔ جس شخص میں اللہ چاہتا ہے، ان صفتوں کو رکھتا ہے۔

۳۲۔ فالجبان یفرّ عن ابیہ وامّہٖ۔ نامرد اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

۳۳۔ والجریٔ یقاتل من لا یؤب بہٖ الیٰ رحلہٖ۔ اور بہادر اس شخص سے لڑتا ہے۔ جس کو جانتا ہے۔ کہ گھر تک نہ جانے دیگا۔

۳۴۔ والقتل حتفٌ من الحتوف۔ قتل ایک موت ہے موتوں سے۔

۳۵۔ والشہید من احتسب علی اللہ۔ اور شہید وہ ہے۔ جو اپنی جان خوشی سے اللہ کے سپرد کرے۔ (موطا امام مالک مایکون فیہ الشہادت ص۲۸)

۳۶۔ تفقہوا قبل أن تسودوا۔ نکاح کرنے سے پہلے علوم دینیہ حاصل کرکے دین میں تفقہ حاصل کرو۔ کیونکہ شادی کے بعد دنیوی کاروبار میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

۳۷۔ مَنْ ذَھَبَ حَیَائُہٗ مات قلبہٗ۔ جس شخص کی حیا جاتی رہی اس کا دل مرگیا۔

۳۸۔ لکل شئی شرفٌ وشرف المعروف تعجیلہ۔ ہر شے کے لیے بزرگی ہے۔ اور اچھے کام کی بزرگی اس کا جھٹ پٹ کرنا ہے۔

۳۹۔ مَنْ کَذِبَ فجر وَمَنْ فجرَ ھلکَ۔ جس شخص نے جھوٹ بولا۔ وہ فاجر ہوا۔ اور جو فاجر ہوا، ہلاک ہوا۔

۴۰۔ حرفۃ یعاش بہا خیرٌ من مسئلۃ الناس۔ جس پیشے میں انسان اپنی معاش حاصل کر سکے۔ وہ اس سے بہتر ہے۔ کہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے۔

۴۱۔ اِذا رأیتم القاریٔ یحبّ الاغنیاء فہو صاحب الدّنیا۔ جس عالم کو تم دیکھو۔ کہ وہ مالداروں کو دوست رکھتا ہے۔ وہ عالم و زاہد

نہیں۔ بلکہ دنیا دار ہے۔

۴۲۔ أقلل من الذّنوب یھن علیك الموت ۔گناہوں میں کمی کر۔ تاکہ موت تجھ پر آسان ہو جائے۔

۴۳۔ علیك بالصدق وان تقتلك الصدق۔ سچ بولنا اختیار کرو۔ اگرچہ سچ تجھ کو قتل کر ڈالے۔

۴۴۔ آشقی الولاۃ من شقیت بہ رعیّتہٗ ۔والیانِ ملک میں سے بُرا والی وہ ہے۔ جس کی رعیّت بُرے اور لایعنی کاموں میں مشغول ہو جائے۔

۴۵۔ اقلل منّ الدّین تعش حُرّاً۔ قرض لینا کم کر۔ تو آزاد زندگی بسر کرے گا۔

۴۶۔ اکثروا من العیال فانّکم لا تدرون بمَ ترزقونَ ۔زن و فرزند کے بڑھ جانے کا خوف نہ کرو۔ اور ان کو بڑھاؤ۔ کیونکہ تم نہیں جانتے۔ کہ کس کی برکت اور وسیلہ سے رزق پاتے ہو۔

۴۷۔ ایّاك و مواخات الاحمق فانّہٗ ربما اراد ینفعك یضرّكَ۔ احمق کی دوستی سے بچو۔ وہ بسا اوقات تم کو نفع پہنچانا چاہے گا۔ مگر نقصان پہنچائے گا۔ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا۔

۴۸۔ حسن الخلق خیر قرین۔ انسان کے لیے حسن خلق اچھا ہم نشیں اور ساتھی ہے۔

۴۹۔ من قل ورعہٗ قلّ حیائہٗ ۔جس شخص میں پرہیزگاری کم ہو گی۔ حیا بھی کم ہو گی۔

ادعیۂ فاروقی

سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی دُعا تھی :۔

(۱) اَللّٰھُمَّ توفّنی مع الابرار ولا تخلّفنی فی الاشرار والحقنی بالاخیار۔
اے خدا مجھے نیکوکار لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ اور مجھے بُروں کے ساتھ نہ چھوڑ۔ اور نیک بندوں کے ساتھ میرا الحاق فرما۔

(۲) اَللّٰھم کبرت سنّی وضعفت قوّتی وانتشرت رغبتی فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا معجّزۃ۔ الٰہی اب میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔ اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے۔ اور رغبت میں انتشار ہو گیا ہے۔ پس قبل اس کے کہ میں ضائع ہو جاؤں۔ یا میری عقل میں فتور ہو جائے، مجھے اپنی طرف کھینچ لے۔

(۳) اَللّٰھُمَّ ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولکَ۔ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما۔ اور اپنے رسول کے شہر میں موت دیجیو۔

الباب الرابع

فضائل ومناقب ومحامد فاروقی

(۱) عن صہیب قال لمّا اسلم عمر ظہر الاسلام ۔۔ (صواعق محرقہ)

حضرت صہیب سے روایت ہے۔ جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ اسلام غالب ہوگیا۔

(۲) عن اُبیّ بن کعب قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اوّل من یصافحہ الحق عمرؓ واوّل من یسلّم علیہ واوّل من یاخذہ بیدہٖ فیدخلہ الجنۃ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جس سے اللہ پاک نے مصافحہ کیا۔ وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ اور سب سے پہلے انہیں سے اللہ پاک سلام علیکم لیکر اور ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرینگے۔

(۳) عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لعائشۃ ایّ اصحابہٖ کان احبّ الیہ قالت ابوبکرؓ قلت ثم ایّھم قالت عمر قلت ثم ایّھم قالت ابوعبیدۃ۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق فرماتے ہیں۔ میں نے سید صدیقہ سے پوچھا۔ صحابہ میں سے کون شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیارا تھا۔

سیّدہ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ۔ میں نے پوچھا۔ پھر کون۔ سیّدہ نے ارشاد فرمایا۔ عمرؓ۔ میں نے پوچھا پھر۔ فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۴) عن ابن عبّاس قال لمّا اسلم عمر نزل جبریل فقال یا محمد استبشر اھل السماء باسلام عمر (ابن ماجہ۔ صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو آسمان سے جبریل امین نازل ہوئے۔ اور فرمایا یا محمدؐ۔ آسمان والوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

(۵) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ علیہ وسلم اللھمّ اعزّ الاسلام بعمر بن الخطّاب خاصّۃً۔ (ابن ماجہ)

حضرت سیدہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم خاص کر حضرت فاروق کے لئے دعا فرمائی تھی کہ بار الہا، حضرت عمر بن خطابؓ کو مسلمان کر۔

نوٹ۔ پہلے ابوجہل اور حضرت عمرؓ دونوں کے لئے دعا فرمائی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کے مقدر میں ہدایت نہیں۔ تو صرف حضرت فاروق کے لیے دعا فرمائی (انجاح الحاجۃ)

(۶) عن عبد اللہ بن سلمۃ قال سمعت علیاً یقول خیر النّاس بعد رسول اللہ ابو بکر وخیر النّاس بعد ابوبکر عمر۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن سلمہ روایت کرتے ہیں میں نے شیرِ خدا علی المرتضیٰ کو سنا فرماتے تھے کہ رسول اللہ کے بعد تمام لوگوں میں سے بہتر ابوبکرؓ ہیں۔ اور ابوبکرؓ کے بعد تمام لوگوں میں سے برگزیدہ حضرت عمرؓ ہیں۔

(۷) اَنَّ اَبا ھریرۃ قال کنّا جلوسا عند النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائمٌ رائیتنی فی الجنۃ فاذا انا بامرأۃٍ تتوضّأ الی جنب قصرٍ فقلت لمن ھٰذا القصر فقالت لعمر فذکرت غیرتہٗ فولّیت مدبرًا قال ابوھریرۃ فبکی عمر فقال اعلیک بابی واُمّی یا رسول اللہ اَغارُ۔ (ابن ماجہ)

سیدنا ابوہریرۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں محوِ خواب تھا۔ اور خواب میں میں نے جنت دیکھی۔ اس میں ایک عورت ایک محل کے قریب وضو کر رہی تھی میں نے اس سے دریافت کیا۔ یہ محل کس کا ہے۔ اس نے کہا۔ یہ محل عمرؓ کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں حضرت عمرؓ کی غیرت یاد کر کے پچھلے پاؤں لوٹ آیا۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا، کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری و مسلم۔ صواعق محرقہ)

(۸) دوسری روایت میں یوں ہے۔ رائیت قصراً بفنائہٖ جاریۃ فقلت لمن ھٰذا فقالوا لعمر بن الخطّاب فاردتُّ ان ادخلہٗ فانظر الیہ فاذکرت غیرتک فقال عمر بابی انت واُمّی یا رسول اللہ اعلیک اغار۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

میں نے جنّت میں ایک محل دیکھا۔ اس کے صحن میں ایک نوجوان عورت تھی میں نے اس سے پوچھا یہ محل کس کا ہے تو اس نے کہا عمرؓ بن خطاب کا۔ میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ پھر مجھے تمہاری غیرت یاد

آگئی۔ سیدنا عمرؓ نے کہا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اور آپ پر غیرت کروں۔ (صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

(۹) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم اُتیت بقدح لبن فشربت لارى الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اوّلتہ یا رسول اللہ قال العلم۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اسے پیا۔ حتیٰ کہ اس کی تازگی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی۔ پھر میں نے اس کا بقیہ حضرت عمر کو دیدیا۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ فرمایا علم۔ (صواعقہ محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

(۱۰) عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم رأیت النّاس یعرضون علیّ وعلیھم قمص فمنھا ما یبلغ الثّدی ومنھا ما دون ذٰلک وعرض علیّ عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرّہ قالوا فما اوّلتہ یارسول اللہ قال الدّین۔ (احمد۔ بخاری ومسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے۔ وہ قمیص پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کی قمیص سینہ سے زیادہ لمبی تھی۔ اور عمر میرے سامنے پیش ہوئے۔ ان کی قمیص زمین تک بچھی ہوئی تھی۔ پوچھا یارسول اللہ اس کی تعبیر کیا فرمائی۔ فرمایا دین۔

(۱۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر۔ (بخاری مسلم)

تم سے پہلی اُمتوں میں محدّث یعنی صاحبِ الہام ہوتے رہے ہیں۔ سو میری اُمت میں اگر کوئی محدّث ہے۔ تو وہ جناب عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ الخلفا)

(۱۲) عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہٖ ما لقیک الشیطانُ سالکاً فجاً قط الا سلک فجاً غیر فجک۔ (بخاری مسلم)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سیدنا عمرؓ سے فرمایا۔ خدا کی قسم تمہارے راستہ میں شیطان ہرگز ہرگز نہ چلے گا۔ بلکہ وہ دوسرا راستہ اختیار کریگا۔

(۱۳) فرمایا۔ بینا انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہا دلوٌ فنزعت فیھا ما شاء اللہ ثم اخذھا ابن ابی قحافۃ فنزع منھا ذنوباً او ذنوبین وفی نزعہٖ ضعف واللہ یغفر لہٗ ضعفہٗ ثم استحالت غرباً فاخذھا ابن الخطاب فلم ار عبقریاً من الناس ینزع نزع عمر حتی ضرب الناس بعطن۔ (بخاری ومسلم)

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنوئیں پر کھڑا ہوں۔ اس پر ایک ڈول پڑا ہے۔ میں نے اس سے ڈول نکالے۔ جتنے خدا کی منشا تھی۔ پھر وہ ڈول ابوبکرؓ نے لے لیا۔ پھر اس نے بھی اس سے ایک یا دو ڈول آہستہ آہستہ نکالے۔ خدا

نے ابوبکر کی اس کمزوری کو معاف کردیا۔ پھر وہ ڈول بڑا جرسا بن گیا۔ اور عمرؓ بن خطاب نے اسے جا تھاما۔ میں نے ایسا کوئی جوانمرد نہیں دیکھا۔ جو حضرت عمرؓ کی طرح چرسہ کھینچتا ہو۔ حتیٰ کہ ہر چہار طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۴) امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں۔ کہ علماء نے اس حدیث شریف کا مطلب یہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ اشارہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف ہے۔ کہ فاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں کثرت فتوحات اور ظہور اسلام بہت زیادہ ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۵) عن اُبیّ بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل لیبیک الاسلام علی موت عمر۔ (طبرانی۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام کہتے تھے۔ کہ حضرت عمرؓ کی وفات پر اسلام روئیگا۔

(۱۶) عن سدیسۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان لم یلق عمر منذ اسلم الا خرّ لوجہہ۔ (طبرانی)

حضرت سدیسہ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہیں۔ جب کبھی ان سے شیطان ملا منہ کے بل گر پڑا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۷) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ باھی باھل عرفۃ عامۃ وباھی بعمر خاصۃ۔ (طبرانی)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً فخر کیا ہے۔

(۱۸) طبرانی نے اوسط میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من ابغض عمر فقد ابغضنی ومن احب عمر فقد احبنی وان اللہ باھی بالناس عشیۃ عرفۃ عامۃ وباھی بعمر خاصۃ وانہ لم یبعث اللہ نبیاً الا کان فی امتہ محدث وان یکن فی امتی منھم احد فھو عمر قالوا یا رسول اللہ کیف محدث قال تتکلم الملائکۃ علی لسانہ اسنادہ حسن۔ (صواعق محرقہ)

یعنی جس شخص نے عمرؓ سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے عمرؓ سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ پاک نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً فخر کیا۔ جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ ان سب کی امت میں ایک محدّث ضرور ہوا ہے۔ اگر میری امت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ محدّث کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔ (اس کی اسناد حسن ہے)۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۹) اخرج الطبرانی والدیلمی عن الفضل بن العباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحق بعدی مع عمر حیث کان۔ (صواعق محرقہ)

فضل بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں۔

(۲۰) اخرج بن عساکر و ابن عدیؒ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلم ما فی السّماء ملك الّا وھو یوقر عمر ولا فی الارض شیطان الّا وھو یفرق عن عمر۔ (صواعق محرقہ)

ابنِ عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ آسمان کے تمام فرشتے عمرؓ کا وقار و عزّت کرتے ہیں۔ اور زمین کے تمام شیطان عمرؓ سے ڈرتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲۱) عَنْ عائشہ انّ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان یفرق من عمرَ۔ (ابن عساکر۔ صواعق محرقہ)

سیّدہ صدیقہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شیطانِ لعین حضرت عمرؓ سے ڈرتا ہے۔

(۲۲) اَنّ الشیطان لیفرق منك یا عمر۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابنِ حبان فی صحیحہ)

اے عمرؓ تم سے شیطان ڈرتا ہے۔

(۲۳) عن ابنِ عباس قال جاء جبریل الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ عمر السّلام وقل لہٗ ان رضاہٗ حکم وانّ غضبہٗ عزّ۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل تشریف لائے۔ اور کہا۔ کہ عمرؓ سے سلام کہہ دیجئے۔ اور انہیں اس کی خبر دے دیجئے۔ کہ ان کا غصّہ غلبہ ہے۔ اور ان کی رضا حکم ہے۔ (تاریخ الخلفاء)۔

(۲۴) عن قدامۃ بن مظعونٍ عن عمہٖ عثمان بن مظعونٍ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ھٰذا غلق الفتنۃ واشار بیدہٖ الیٰ عمر لا یزالُ بینکم وبین الفتنۃ بابٌ شدید الغلق ما عاش ھذا بین اظھرکُمْ۔ (بزار۔ صواعق محرقہ)

قدامہ بن مظعون سے روایت ہے۔ وہ اپنے چچا عثمان بن مظعون سے روائت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللّٰہ نے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ یہ شخص جب تک تمہارے درمیان میں ہے۔ تب تک فتنوں کا دروازہ بند رہے گا۔ بلکہ جب تک یہ زندہ ہے فتنوں کا دروازہ بہت سخت بند رہے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲۵) عن ابن عمر انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال عمر سراج اھل الجنّۃ۔ (بزار عن ابن عمر۔ ابو نعیم فی الحلیہ عن ابی ہریرۃ۔ ابن عساکر)

حضرت ابنِ عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عمرؓ اہلِ جنت کے چراغ ہیں۔

(۲۶) عن علیٍّ قال کنّا اصحاب محمد لا نشکّ انّ السّکینۃ تنطق علےٰ لسانِ عمر۔ (ابن منیع فی مسندہ۔ صواعق محرقہ۔ بیہقی فی الدلائل)

حضرت شیرِ خدا فرماتے ہیں۔ کہ ہم اصحابِ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو اسمیں بالکل شک وشبہ نہ تھا۔ کہ سکینہ حضرت عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے۔

(۲۷) عن ابی ذرٍّ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول انّ اللّٰہ وضع الحق علیٰ لسان عمر یقول بہ۔ (ابن ماجہ۔ حاکم۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللّٰہ سے سنا ہے۔ کہ آپ

فرماتے تھے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق کو وضع کر دیا ہے کہ وہ حق ہی بولتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲۸) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمر وقلبہ۔ (احمد۔ بزار۔ ترمذی۔ طبرانی عن حدیث عمر بن خطاب وبلال ومعاویہ بن ابی سفیان وعائشہ۔ صواعق محرقہ)
حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ پاک نے حق کو عمرؓ کے دل اور زبان پر جاری کیا ہے۔

(۲۹) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لانظرُ الیٰ شیاطین الجنّ والانس قد فرّوا من عمر۔ (ترمذی۔ صواعق محرقہ)
حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو حضرت عمرؓ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳۰) عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رائیت شیاطین الانس والجن فرّوا من عمر۔ (ابن عدی۔ صواعق محرقہ)
حضرت صدیقہ سے ہی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کے شیطانوں کو حضرت عمرؓ سے بھاگتے ہوئے دیکھے۔

(۳۱) عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر۔ (احمد۔ ترمذی۔ حاکم محمد۔ طبرانی)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۳۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ قال ان اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمر وقلبہٖ قال ابن عمر وما نزل بالنّاس امر قطّ فقالوا وقال فیہ عمر الاّ انزل القرآن علیٰ نحو ما قال عمر۔ (احمد ترمذی۔ ابو داؤد۔ حاکم عن ابی ذر۔ ابو یعلیٰ و حاکم عن ابی ہریرہ۔ طبرانی عن بلال و عن معاویہ۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عمرؓ کی زبان اور قلب پر اللہ تعالےٰ نے حق کو جاری کر دیا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حکم لوگوں میں سے کسی کے موافق نازل نہیں ہوا۔ مگر قرآن شریف اکثر حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوا ہے۔

(۳۳) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم اعزّ الاسلام باحبّ ھذا ین الرّجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطّاب قال وکان احبّھما الیہ عمر۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا الٰہی ابو جہل یا عمر بن خطاب میں سے جو بھی ان دونوں سے تجھے زیادہ پیارا ہو۔ اس سے اسلام کو غلبہ عطا کر۔ ابن عمر فرماتے ہیں۔ ان دونوں میں اللہ کو پیارا عمرؓ ہی تھا۔ کیونکہ وہ زیورِ اسلام سے مزیّن ہو گیا۔

(۳۴) دوسری روایت یوں ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

فاصبح فغدا عمر علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم۔ (ترمذی) یعنی صبح سویرے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(۳۵) عن جابر بن عبد اللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انک ان قلت ذاک فلقد سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علیٰ رجل خیر من عمر (ترمذی)

حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔ اے رسول اللہ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر۔ ابو بکرؓ کہنے لگے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے روئے زمین میں عمرؓ سے بہتر کوئی نہیں۔ یعنی نہیں طلوع ہوتا کسی آدمی پر جو بہتر ہو عمرؓ سے۔

(۳۶) عن محمد بن سیرین قال ما اظن رجلاً ینتقص ابا بکر و عمر یحبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ترمذی)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ وہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی ہرگز تنقیص نہیں کریگا۔

(۳۷) عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال دخلت الجنۃ واذا انا بقصر من ذہب فقلت لمن ھذا القصر قالوا لشاب من قریش فظننت انی انا ھو فقلت ومن ھو فقالوا عمر بن الخطاب (ترمذی)

حضرت انس رضؓ سے روائیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنّت میں داخل ہوُا۔ تو میں نے ایک سونے کا محل دیکھا میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ ایک نوجوان قریشی کا۔ میرا خیال تھا۔ وہ میں ہی ہونگا میں نے بطور تحقیق پھر پوچھا کہ وہ قریشی نوجوان کون ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ وہ عمر بن خطاب ہیں۔

(۳۸) عن ابی بریدۃ قال اصبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فدعا بلالاً فقال یا بلال بم سبقتنی الی الجنۃ ما دخلت الجنۃ قطّ الاّ سمعت خشخشتک امامی دخلت البارحۃ الجنّۃ فسمعت خشخشتک امامی فاتیت علیٰ قصرٍ مربّع مشرفٍ من ذھب فقلت لمن ھٰذا القصر قالوا الرجل من العرب فقلت انا عربیٌ لمن ھٰذا القصر قالوا لرجل من قریش فقلت انا قرشیٌ لمن ھٰذا القصر قالوا الرجل من اُمّۃ محمّدٍ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت انا محمّدٌ لمن ھٰذا القصر قالوُا لعمر بن الخطّاب فقال بلال یا رسول اللہ ما اَذّنت قطّ الاّ صلّیتُ رکعتین وما اصابنی حدث قطّ الا توضّأت عندھا ورأیت اَنّ للہ علیّ رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھما۔ (ترمذی)

حضرت ابی بریدہ سے روایت ہے۔ کہ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو بلایا۔ آپ نے فرمایا اے بلال رضؓ مجھ سے پہلے جنّت میں داخل ہونے کی وجہ کیا ہے۔ میں جب کبھی جنّت میں داخل ہوتا ہوں۔ تو اپنے آگے تیری آواز سنتا ہوں۔ کل میں جب جنت میں داخل ہوُا۔ تو تیری آواز میرے

آگے آرہی تھی۔ میں جب جنت میں آگے بڑھا۔ تو ایک سنہری محل دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ ایک عربی آدمی کا۔ میں نے کہا۔ میں بھی تو عربی ہوں۔ پھر یہ کس کا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ایک قریشی آدمی کا۔ میں نے کہا۔ میں بھی تو قریشی ہوں۔ پھر یہ کس کا ہے۔ انہوں نے کہا۔ امتِ محمدؐ میں سے ایک آدمی کا۔ میں نے کہا۔ محمدؐ تو میں ہوں۔ بتاؤ یہ محل کس کا ہے۔ انہوں نے کہا۔ عمر بن خطاب کا۔

بلال رضی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ یا رسول اللہ۔ میں جب بھی اذان دیتا ہوں۔ تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ اور جب کبھی بھی بے وضو ہوتا ہوں۔ تو وضو کر لیتا ہوں۔ اور میں نے اپنے آپ پر دو رکعت لازم کر لی ہیں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس ان دو رکعتوں کی وجہ سے ہی تو میرے آگے جنت میں ہوتا ہے۔

(۳۹) عن بریدۃ یقول خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض مغازیہ فلما انصرف جاءت جاریۃ سوداء فقالت یا رسول اللہ انی کنت نذرت ان ردک اللہ سالماً ان اضرب بین یدیک بالدف واتغنی فقال لہا رسول اللہ ان کنت نذرت فاضربی والا فلا فجعلت تضرب فدخل ابوبکر تضرب ثم دخل علیؓ وھی تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب ثم دخل عمر فالقت الدف تحت استہا ثم قعدت علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان لیخاف منک یا عمر انی کنت جالساً وھی تضرب فدخل

ابوبکر وھی تضرب ثم دخل علیؓ وھی تضرب ثم دخل عثمان و ھی
تضرب فلما دخلت انت یا عمر القت الدف۔ (ترمذی)

حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے لیے نکلے۔
جب جنگ سے واپس تشریف لائے۔ تو ایک سیاہ فام لونڈی حاضر ہو کر کہنے
لگی۔ یا رسول اللہ میں نے نذر مانی ہوئی تھی۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سالم
وخیر وعافیت سے گھر واپس لائے گا۔ تو میں آپ کے آگے دف بجاؤں گی۔
اور چند اشعار پڑھوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو نے یہ نذر
مانی ہوئی ہے۔ تو پوری کرے۔ ورنہ نہ۔ پس وہ دف بجانے لگی۔ اتنے میں
ابو بکر آگئے۔ تو وہ بجاتی رہی۔ پھر علیؓ آئے۔ تو وہ بجاتی رہی پھر علیؓ آئے۔ تو
وہ بجاتی رہی۔ پھر عثمانؓ آئے۔ تو وہ بجاتی رہی۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ
آگئے۔ تو وہ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر دف چوتڑوں کے نیچے رکھ کر اوپر آپ
بیٹھ گئی۔ یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر تجھے دیکھ کر
شیطان بھی ڈرتا ہے۔ کیونکہ میں بیٹھا تھا تو یہ بجاتی رہی۔ اسی طرح حضرت
ابو بکر و علی و عثمان رضی اللہ عنہم کے ہوتے بھی یہ بجاتی رہی۔ پس جب تم
آئے۔ تو اس نے دف پھینک دی۔

(۴۰) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اوّل من
تنشق عنہ الارض ثم ابو بکر ثم عمر ثم الی اھل البقیع فیحشرون
معی ثم انتظر اھل مکۃ حتیٰ احشر بین الحرمین۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی۔ پھر ابو بکرؓ کی پھر عمرؓ کی۔ پھر میں اہلِ بقیع کے پاس آؤں گا۔ ان کا حشر بھی میرے ساتھ ہوگا۔ پھر میں اہلِ مکّہ کی انتظار کروں گا۔ یہاں تک کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ان سے ملوں گا۔

(۴۱) عن عبد اللہ بن مسعود انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یطّلعُ علیکم رجل من اھل الجنة فاطلع ابو بکرٍ ثم قال یطلع علیکم رجل من اھل الجنة فاطّلع عمر۔ (ترمذی وفی الباب عن ابی موسیٰ وجابر)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا۔ پس حضرت عمرؓ نمودار ہوئے۔

(۴۲) عن ابی ھریرة عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما رجل یرعیٰ غنماً لہٗ اذ جاء الذئب فاخذ شاةً فجآءَ صاحبھا فانتزعھا منہ فقال الذئب کیف تصنع بھا یوم السّبع یوم لا راعی غیری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فآمنت بذالک انا وابو بکرٍ وعمر وما ھما فی القوم یومئذٍ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کیا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا۔ اور اسے پا لیا۔ اور بکری چھین لی۔ اس پر بھیڑیئے۔ تو یوم السبع کو کیا کریگا۔ اس دن بکریوں کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ سوائے میرے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس بات پر میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایمان رکھتے ہیں۔

(۴۳) عن انس بن مالک انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعد اُحدًا و
ابوبکر و عمر و عثمان فرجف بہم فقال نبیّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اثبت اُحد فانما علیک نبیّ او صدیق و شہیدان ۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے ۔
تو پہاڑ کانپنے لگا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے پہاڑ ٹھہر جا ۔
تجھ پر نبی ہے ۔ یا صدیق اور دو شہید ہیں ۔

(۴۴) عن عبد اللہ بن حنطب ان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم رای ابی بکرٍ
و عمر فقال ھٰذان السمع والبصر ۔ (ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن خطب فرماتے ہیں ۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا ۔ کہ یہ دونوں میرے
کان اور آنکھ ہیں ۔

(۴۵) عن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مامن نبیّ الّا ولہ وزیران من اھل السمآء ووزیران من اھل الارض
فامّا وزیرای من اھل السمآء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من
اھل الارض فابوبکرٍ و عمر ۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔
کہ ایسا کوئی نبی نہیں ہوا ۔ جس کے دو وزیر آسمان کے رہنے والوں اور دو وزیر
زمین کے باشندوں سے نہ ہوں ۔ لہٰذا میرے آسمانی وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں ۔

اور زمینی وزیر ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل راکب بقرۃً اذا قالت لم اُخلق لھذا انما خلقت للحرث فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمنت بذلک انا وابوبکر وعمر وماھما فی القوم یومئذ۔ (ترمذی۔ بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک آدمی بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ وہ بیل بولا میں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا۔ بلکہ میں کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۴۷) عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما وقال ھکذا ابنعث یوم القیامۃ۔ (ترمذی۔ حاکم۔ ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور آپ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ ہم قیامت میں اس طرح اٹھیں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴۸) عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہٖ من المھاجرین والانصار وھم جلوس وفیھم ابوبکر وعمر فلا یرفع

الیہ احدٌ منھم بصرہٗ الّا ابوبکرٍ وعمر فانھما کانا ینظران الیہ وینظر الیھما ویتبسّمان الیہ ویتبسّم الیھما (ترمذی)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہاجرین و انصار پر جن میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی ہوتے گزرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بوجہ ادب کے کوئی شخص آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کی طرف دیکھتے۔ اور تبسّم کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان دونوں کی طرف دیکھ کر تبسّم فرمایا کرتے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴۹) عن حذیفۃ قال کنّا جلوسًا عند النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا باللّذین من بعدی واشار الی ابی بکرٍ وّعمر۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ میرا قیام تم میں کب تک ہو۔ میرے بعد تم ان دونوں کی اقتدا کرنا۔ اور آپ نے اشارہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف فرمایا۔

(۵۰) عن علیؓ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابوبکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذان سیدا کھول اھل الجنّۃ من الاوّلین والآخرین الّا النبیّین والمرسلین یا علیؓ لا تخبرھما۔ (ترمذی وعن انس۔ ابن ماجہ عن ابی جحیفہؓ وعلیؓ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ تھا۔ کہ ابوبکرؓ وعمرؓ تشریف لائے۔ تو انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں بجز انبیاء اور مرسلین کے باقی سب اگلے پچھلے جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اے علیؓ تم ان کو اس کی خبر نہ دینا۔ (ازالۃ الخفاء)

(۵۱) عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان اہل الدرجات العلیٰ یراہم من اسفل منہم کما یری الکوکب الطالع فی الافق من آفاق السماء وان ابابکرؓ وعمر منہم وانعما۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بڑے مرتبہ والے لوگ اس طرح دکھائی دینگے جیسے ستارے افق آسمان پر نظر آتے ہیں۔ اور ابوبکرؓ وعمرؓ انہیں میں سے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ مرتبہ ان کا ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵۲) عن ابن ابی ملیکہ قال سمعت ابن عباسؓ یقول لما وضع عمر علی سریرہ اکتنفہ الناس یدعون ویصلون قبل ان یرفع وانا فیہم فلم یرعنی الا رجل قد زحمنی واخذ بمنکبی فالتفت فاذا علیؓ بن ابی طالب فترحم علی عمرؓ ثم قال ما خلفت احداً احب الیّ ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت لاظن لیجعلنک اللہ عزّ وجلّ مع صاحبیک وذلک انی کنت اکثر ان اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذھبت انا وابوبکر وعمر ودخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر فکنت اظن لیجعلنک اللہ مع صاحبیک (ابن ماجہ۔ بخاری)

حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے۔ میں نے حضرت ابن عباس سے سُنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ غسل و تکفین کے بعد چارپائی پر رکھے گئے۔ تو قبل اس کے کہ ان کا جنازہ اُٹھایا جائے چاروں طرف سے لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ سب ان کے لیے دُعائے رحمت کرتے تھے۔ اور میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ اس وقت یکایک اچانک کسی نے پیچھے سے آکر میرے دونوں شانے پکڑ لئے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضؓ تھے۔ اُنہوں نے حضرت عمر کے لیے دُعا کی۔ اور بکمال حسرت و افسوس فرمایا۔ کہ اے عمرؓ آپ نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا۔ کہ اس کے جیسے اعمال نامہ کے ساتھ خدا سے ملنا آپ کے اعمالنامہ سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ قسم خدا کی مجھے یہی خیال تھا کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دیگا۔ کیونکہ میں اکثر اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ کہ آپ فرماتے تھے۔ کہ میں گیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ میں داخل ہُوا۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ۔ میں نکلا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ غرض کہ ہر کام میں آپ دونوں کو شریک کر لیا کرتے تھے۔ پس میرا یقین ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دیگا۔

(۵۳) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علیٰ حراء ھو وابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر فتحولت الصخرۃ فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اھدأ فما علیک الا نبیّ او صدیق او شھید۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ پہاڑ حراء پر ابوبکرؓ و عمرؓ

وعثمانؓ وعلیؓ وطلحہؓ وزبیرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کہ اچانک پتھر ہلنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ تجھ پر نبیؐ اور صدیقؓ اور شہیدؓ ہیں۔

(۵۴) عن ابن عباس قال لمّا اسلم عمر قال المشرکون قد انتصف القوم الیوم منّا وانزل اللہ یا ایّھا النّبیّ حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ (بزار۔ حاکم)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا۔ کہ مسلمانوں نے آج ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵۵) عن عبد اللہ بن مسعود قال ما زلنا اعزّۃً منذ اسلم عمر۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، کہ جب حضرت عمر اسلام لائے، اسلام ہمیشہ کے لیے عزّت پا گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵۶) عنہ قال کان اسلام عمر فتحًا وکانت ھجرتہ نصرًا وکانت امامتہ رحمۃ ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلّی الی البیت حتیٰ اسلم عمر فلما اسلم قاتلھم حتیٰ ترکونا وسبیلنا (طبقات ابن سعد۔ صواعق محرقہ۔ طبرانی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام گویا اسلام کی فتح تھی۔ اور آپ کی ہجرت گویا امداد تھی۔ اور آپ کی امامت سراپا رحمت تھی۔ ہم میں طاقت نہیں تھی۔ کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں۔ لیکن جب حضرت عمرؓ اسلام لائے۔ تو آپ نے مشرکوں سے اتنا قتال وجدال کیا کہ انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔

(۵۷) عن ابن عمر ما سمعت عمر لشئ قط یقول انی لاظنہ کذا الا کان کما یظن۔ (بخاری۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس چیز کے متعلق فرماتے کہ میرا خیال ہے یہ یوں ہے۔ وہ اسی طرح ہی ہوئی۔ جس طرح حضرت عمرؓ کا خیال ہوتا۔

بینما عمر جالسا اذ مرہ بہ رجل جمیل ای ھو سوید بن قارب فقال عمر لقد اخطا ظنی او ان ھذا علی دینہ فی الجاھلیۃ او لقد کان کاھنھم علی بالرجل فدعا بہ فقال لہ بذالک فقال ما رأیت کالیوم استقبل بہ رجلا مسلما قال فانی اعزم علیک الا ما اخبرتنی قال کنت کاھنھم فی الجاھلیۃ قال فما اعجب ما جاءتک بہ جلینک فی الجاھلیۃ قال بینما انا یوما فی السوق جاءتنی اعرف منھا الفزع فقالت الم تر الجن وابلاسھا۔ (بخاری۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ سامنے سے ایک خوبصورت آدمی جس کا نام سوید بن قارب تھا گزرا۔ حضرت فاروق فرمانے لگے۔ خدا نہ بھلائے، یہ آدمی دین جاہلیت پر تھا۔ یا مشرکوں کا کاہن تھا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے یہی بات کہی۔ خلق فاروقی دیکھ کر سوید بن قارب کہنے لگا۔ میں نے آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے میرا اس طرح استقبال کیا ہو۔ یہ بات سنکر حضرت فاروق فرمانے لگے۔ مجھے سچ سچ بتانا، کہ تم جہالت میں کیا کام کرتے رہے۔ سوید بن قارب نے کہا۔ میں ان لوگوں کا کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ پھر

تم نے جہالت میں اور کسب کہانت میں جنوں کی کون سی اچنبہ اور عجیب و غریب بات دیکھی۔ سوید بن قارب کہنے لگے۔ میں ایک روز بازار میں جا رہا تھا کہ ایک جن بڑا گھرایا ہوا اور ہانپتا کانپتا آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے سوید بن قارب۔ کیا تو نے جنوں کی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں دیکھی۔

قارب دا بیٹا جو سوید کہاوندا ۔۔۔ عمرؓ دے اگے اپنا واقعہ سناوندا

ہیساں میں کاہن تاں بُرا جہاندا ۔۔۔ کیتی ہدایت اللہ سائیں

کہندا ایا حضرت میں اک رات سوجاوندا ۔۔۔ اک مرد آلی میرے پاس ہے آوندا

پَیر میرے توں پکڑ تینوں اُٹھاوندا ۔۔۔ کہندا ایہ گل میرے تائیں

اُٹھ جاگ سویدا نہ کر نیند پیاری ۔۔۔ مت سُتیاں ہی لئی جاوے دولت ساری

اُٹھ سویدا تیری مت کیوں ماری ۔۔۔ جا مل دروازے نبی تائیں

اک ہاشمیاں وچوں اللہ کیتا رسول ہے ۔۔۔ نام محمدؐ سوہنا رب دا مقبول ہے

ہو جا مرید اس دا ہور کم فضول ہے ۔۔۔ ملسن بہشت اندر جائیں

جاں ایہ آواز میرے کن پیا سی ۔۔۔ اُٹھیا میں جلدی کوئی ہوش نہ رہیا سی

آئی جاں ہوش پھیر دل وچہ کہیا سی ۔۔۔ ایہ جلپے وسواس ہور نائیں

تیسری رات فیر آواز ہے آوندا ۔۔۔ کر دور اندیشہ نہیں آواز شیطان دا

تیسری رات میں تینوں بلاوندا ۔۔۔ سدن حضور تیرے تائیں

کہندا سوید جاں میں سنیا جواب سی ۔۔۔ سُندیاں ہی تاں ڈاہڈا ہویا بیتاب سی

اوسے ہی ویلے پئیا اُٹھ شتاب سی ۔۔۔ میں ٹُریا مدینے والے راہیں

میں پہنچ مدینے مسجد نبوی وِل آوندا ۔۔۔ رہندا پیغمبر بیٹھا وعظ سناوندا

ویکھ کے مینوں دوروں ایہو فرماندا | تیرا آونا مبارک ساڈے تائیں
اُٹھ کے پیارا مینوں گل نال لاوندا | کردا دُعائیں نالے پیار کماوندا

لئے او سویدا توں اج بخشیا جاوندا
جنت دی ڈگری تیرے تائیں

(۵۸) لَوْلَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لبعث عمر۔ (الفرقان ابن تیمیہؒ)
اگر میں نہ مبعوث ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔

(۵۹) حضرت فاروق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے تو بُت سے آواز آئی۔ لَا تَعْجِلَنَّ فَاَنْتَ نَاصِرُ دِیْنِہٖ حَقًّا یقیناً باللسان وبالید
(رحمۃ للعالمین مصنفہ محمد میاں دیوبندی)
جلدی نہ کرو۔ تم نبیؐ کے یقیناً ہاتھ اور زبان سے ناصر و حامی ہوگے۔

(۶۰) سیدہ صدیقہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں:-
بینا راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجری فی لیلۃ ضاحیۃ اذ قلت یارسول اللہ ھل یکون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء قال نعم عمر فقلت این حسنات ابی بکر قال انما جمیع حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ من حسنات ابی بکر (مشکوٰۃ بحوالہ رزین)
ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا۔ تو میں نے کہا یارسول اللہ کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی بھی ہوں گی۔ فرمایا ہاں عمرؓ کی۔ میں نے عرض کیا۔ ابوبکرؓ کی نیکیاں کہاں گئیں۔ فرمایا۔ عمرؓ کی تمام نیکیاں ابی بکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

(۶۱) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر وعمر منّی بمنزلۃ السّمع والبصر من الرّأس - (ابونعیم فی الحلیہ عن ابن عباس - خطیب عن جابر - ابو یعلیٰ - صواعق محرقہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میرے کان اور آنکھ ہیں - جیسے سر کی آنکھ اور کان ہوتے ہیں -

(۶۲) عن ابن عبّاس انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ان اللہ ایّدنی باربعۃ وزراء اثنین من اھل السماء جبرائیل ومیکائیل واثنین من اھل الارض ابی بکر وّعمر - (طبرانی - ابونعیم فی الحلیہ صواعق محرقہ)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ پاک نے میری مدد چار وزیروں سے کی ہے - دو اہل آسمان سے جبریل و میکائیل اور دو زمین والوں سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما)

(۶۳) عن ابن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لکلّ نبیٍّ خاصّۃً من اصحابہ وانّ خاصّتی من اصحابی ابوبکر وعمر - (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے - فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبیؑ کے صحابہ میں سے اس کے خاص صحابی ہوتے ہیں - میرے صحابہ میں سے میرے خاص صحابی ابوبکر وعمر ہیں - (تاریخ الخلفاء)

(۶۴) عن ابی ذرٍّ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبیٍّ وزیرین ووزیرای صاحبای ابوبکر وّعمر - (ابن عساکر - صواعق محرقہ)

حضرت ابوذر سے روایت ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

ہر ایک نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اور دو ساتھی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(۶۵) عن علیؓ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال خیر اُمّتی بعدی ابوبکر و عمر

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے بعد میری اُمّت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۶۶) اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیّد اکھول اھل الجنّۃ ابوبکر و عمر و انّ ابا بکر فی الجنّۃ مثل الثریا فی السّماء (خطیب فی تاریخہٖ)

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جنّت کے بوڑھوں کے سردار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور ابو بکر کی مثال جنّت میں ایسی ہے جیسے کہکشاں کی آسمان میں۔ (صواعق محرقہ)

(۶۷) عَنْ انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قدّمت ابا بکر و عمر ولٰکنّ اللہ قدّمھما۔ (بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی رائے سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مقدّم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو مقدّم کیا ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۶۸) عن الحجّاج السھمی انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأیتموہ یذکر ابا بکر و عمر بسوءٍ فانما یرید الاسلام۔ (ابن قانع)

حضرت حجاج سہمی سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم جس آدمی کو دیکھو کہ وہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر بُرائی سے کرتا ہے سمجھ لو۔

کہ وہ غیر اسلام کا ارادہ کرتا ہے۔ یعنی وہ اسلام سے روگردانی کرتا ہے۔

(۶۹) عن عبد اللہ بن مسعود انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القائم بعدی فی الجنۃ والذی یقوم بعدہٗ فی الجنۃ والثالث والرابع فی الجنۃ۔ (ابنِ عساکر)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلافت پر قائم ہونے والا جنّت میں جائے گا۔ اس کے بعد جو خلیفہ بنے گا۔ وہ بھی داخل جنت ہوگا۔ اسی طرح تیسرا اور چوتھا بھی جنتی ہیں۔

(۷۰) عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ لا یجتمع حبّھم فی قلب منافق ولا یحبّھم الّا مومن ابوبکرٍ وعمر وعثمان وعلیؓ۔ (ابن عساکر)

حضرت انس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمی ہیں۔ جن کی محبت منافق کے دل میں نہیں ہوتی۔ صرف مومن صادق ہی ان سے محبّت کرتا ہے۔ وہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۷۱) عن علیؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مُرّاً لقد ترکہ الحق۔ (ترمذی)

حضرت علی روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ عمرؓ پر رحم کرے کہ وہ حق کہنے میں کبھی نہیں چوکتے۔ اگرچہ کتنی ہی کڑوی بات ہو۔ حق کہنے ہی سے لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

(صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

(۷۱) عَنْ سَعِیْدِ بن زید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عشرۃٌ فی الجنۃ النبی فی الجنۃ وابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ الخ (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ والضیاء۔ صواعق محرقہ۔ ترمذی)

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی جنتی ہیں۔ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۷۲) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ علیہ وسلم قال نعم الرجل ابوبکر نعم الرجل عمر الخ (بخاری فی تاریخہ۔ نسائی۔ ترمذی۔ حاکم۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اچھے آدمی ہیں۔ عمرؓ اچھے آدمی ہیں۔

(۷۳) عَنْ انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ارحم اُمتی بأمتی ابوبکر واشدھم فی دین اللہ عمر الخ (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی۔ حاکم)

حضرت انس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہیں۔ اور اللہ کے دین میں ان سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۷۴) طبرانی فی الاوسط میں اس طرح روایت ہے۔ ارحم اُمتی بامتی ابوبکر وارفق اُمتی لامتی عمر الخ میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر اور سب سے زیادہ رفیق و شفیق عمرؓ ہیں۔

(۷۵) ابن عساکر میں اس طرح ہے۔ واشدھم فی الحق عمر۔ حق کہنے میں

ان سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں۔

(۷۶) عقیلی میں ہے۔ اَرْحَمُ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ بِھَا اَبُوبَکْرٍ وَاَقْوَاھُمْ فِی دِیْنِ اللّٰہِ عُمَرُ۔ (صواعق محرقہ) اللہ کے دین میں ان سب سے قوی عمرؓ ہیں۔

(۷۷) ابویعلی میں ہے۔ اَرْاَفُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ فِی الدِّیْنِ عُمَرُ۔ (صواعق محرقہ)

(۷۸) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذالک الرجل ارفع اُمّتی درجۃ فی الجنّۃ قال ابوسعید واللہ ماکنا نری ذالک الرّجل الاّ عمر بن الخطّاب حتّی مضی لسبیلہ (ابن ماجہ)

حضرت سعید سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں میری اُمت کا سب سے اونچے درجے والا یہ آدمی ہوگا۔ ابوسعید کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس آدمی سے حضرت عمر بن خطاب تھے یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

(۷۹) عن اسلم قال سألنی ابن عمر بعض شانہ یعنی عمر فاخبرتہٗ فقال ما رأیت احدًا قطّ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم من حین قبض کان اجدّ واجود حتّی انتھی الی عمر (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے حضرت عمرؓ کی زندگی کے کچھ حالات پوچھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر آج تک عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قدر و منزلت والا

اور سخی اور کوئی نہیں دیکھا۔

(۸۰) عن ابی سعید الخدری ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال انّ اھل الجنّۃ لیتراٰ ون اھل علیّین کما ترون الکوکب الدّریّ فی اُفق السّمآءِ وانّ ابا بکرٍ وعمرَ منھم وانعما (مشکوٰۃ شرح السنہ)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اہل جنت عالی درجہ لوگوں کو ایسے ہی دیکھیں گے۔ جیسا کہ تم افق آسمان پر ستاروں کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور بے شک ابوبکرؓ و عمرؓ ان میں سے ہیں۔ اور وہ دونوں ہی صاحب منزلت ہیں۔

(۸۱) عن ابی بکرۃ اَن رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رأیت کانّ میزانً نزل من السّمآء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثمّ رفع المیزان فاستآء لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فسآءہٗ ذٰلِکَ فقال خلافۃ نبوّۃٍ ثم یُؤتِی اللہ الملک من یّشآءُ۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابی بکرہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز پوچھا کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری۔ پھر آپ اور ابوبکر تولے گئے۔ تو آپ ابوبکر سے وزنی نکلے۔ پھر عمرؓ اور ابوبکرؓ تولے گئے۔ تو ابوبکرؓ وزنی نکلے۔ پھر عمرؓ اور عثمانؓ تولے گئے۔ تو عمرؓ وزنی نکلے۔ اس کے بعد

ترازو اٹھالی گئی۔ اس خواب کو سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ خلافت نبوت ختم ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ جس کو چاہے کا سلطنت دے گا۔

(۸۲) عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث مرات وھو یقول اللھم اخرج ما فی صدرہ من غل وابدلہ ایمانا یقول ذلک ثلاثا۔ (حاکم)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور تین مرتبہ دعا مانگی، کہ یا اللہ ان کے سینہ میں جس قدر کینہ ہے اس کو ایمان سے بدل دے۔

(۸۳) عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اید الدین بعمر بن الخطاب۔ (حاکم)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ کہ یا اللہ عمر بن خطاب سے دین کو قوت دے۔

(۸۴) عن ابی اروی الدوسی قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابو بکر وعمر فقال الحمد للہ الذی ایدنی بکما۔ (بزار۔ حاکم۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابو اروی دوسی سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابو بکر و عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو میرا مددگار کیا۔ (طبرانی۔ تاریخ الخلفاء)

(۸۵) عن انس مرفوعاً انی لارجو لامتی فی حبہم لابی بکرؓ و عمر ما ارجوا لھم فی قول لا الٰہ الا اللہ۔ (عبداللہ بن احمد فی زوائد)

حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا ثواب میری اُمت کو لا الٰہ اللہ کے پڑھنے میں ہے۔ اتنا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت میں ہے۔

(۸۶) عن عمار بن یاسرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرائیل آنفاً فقلت یا جبرائیل حدثنی بفضائل عمر بن الخطابؓ فقال لو حدثتک بفضائل عمر منذ مالبث نوحؑ فی قومہ ....
.... مانفدت فضائل عمر وان عمر حسنۃ من حسنات ابی بکرؓ۔ (ابویعلیٰ۔ صواعق محرقہ)

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دفعہ جبریل امین میرے پاس تشریف لائے۔ تو میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے فضائل اُن سے دریافت کئے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر عمر نوح تک بھی حضرت عمرؓ بن خطاب کے فضائل بیان کروں تو پورے نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ عمر فاروق حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

(۸۷) عن عبد الرحمٰن بن غنم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ و عمر لو اجتمعتما فی مشورۃ ماخالفتکما۔ (احمد صواعق محرقہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ جس بات پر تم دونوں متفق و

متحد ہو جاؤ۔ تو میں اس میں کبھی اختلاف نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸۸) عن سهل قال لما قدم النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم من حجة الوداع صعد المنبر فحمد الله واثنی علیہ ثم قال ایها الناس ان ابابکر لم یسوءنی قط فاعرفوا له ذلك۔ ایها الناس انی راض عن ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وطلحة والزبیر وسعد وعبد الرحمان بن عوف والمهاجرین الاوّلین فاعرفوا ذلك لهم۔ (طبرانی۔ صواعق محرقہ)

حضرت سہل کہتے ہیں۔ کہ جب سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم حجة الوداع سے واپس تشریف لائے۔ تو منبر پر تشریف فرما ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو ابوبکرؓ نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا۔ اس کو یاد رکھو۔ اے لوگو میں اس سے راضی ہوں۔ نیز عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور مہاجرین اوّلین سے بھی راضی ہوں۔ اس بات کو خوب ذہن نشین کر لو۔

(۸۹) عن بسطام ابن اسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر وّعمر لا یتأمّر علیکما احدٌ بعدی (طبقات ابن سعد۔ صواعق محرقہ)

حضرت بسطام بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ میرے بعد تم پر کوئی امیر و حاکم نہ بنایا جائے گا۔

(۹۰) عن انس مرفوعًا حبّ ابی بکر وعمر ایمانٌ و بغضهما کفرٌ۔

حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی محبّت ایمان ہے۔ اور ان دونوں سے بغض رکھنا کفر ہے۔

(۹۱) انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حبّ ابی بکرٍ و عمر من السنّۃ۔ (ابن عساکر۔ صواعق محرقہ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ و عمرؓ کی محبّت سنت ہے۔

(۹۲) عن انس قال صعد النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر و عثمان اُحد فرجف بھم فضربہ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم برجلہ۔ اُثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔ (ترمذی ، احمد بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ تو پہاڑ کانپنے اور ہلنے لگا ——— نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی۔ اور فرمایا۔ اے اُحد ٹھہر جا۔ تجھ پر نبیؐ۔ صدیق اور دو شہید ہیں۔ (ابو حاتم و صواعق)

صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہیں۔ وانما قال لہٗ ذٰلک لیبیّن انّ ھذا الرّجفۃ لیست کرجفۃ الجبل بقوم موسیٰ لمّا حرّفوا الکلم لانّ تلک رجفۃ غضبٍ وھٰذہٖ ھذّۃ الطّرب ولذا نصّ علی مقام النبوّۃ والصدیقیّۃ والشّھادۃ الموجبۃ لسرورٍ ما اتصلت بہٖ لا لرجفانہٖ فاقرّ الجبل بذالک واستقر۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد پہاڑ کو اس لیے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ رجفہ اس قسم کا رجفہ نہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے ہوا جب انہوں نے کلام الٰہی کو بدل دیا۔ کیونکہ قوم موسیٰ کا رجفہ غضب عتاب الٰہی تھا۔ اور یہ کانپنا خوشی اور سرور کی وجہ سے تھا۔ یعنی پہاڑ کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی آمد کی خوشی ہوئی تھی اس لیے وہ جھوم اُٹھا۔ اور اسی لیے آپ نے مقامِ نبوت اور مقامِ صدیقیت اور مقامِ شہادت بیان فرمایا۔ وہ شہادت جو فرحت و شادمانی اور سرور و انبساط کی موجب ہے نہ کہ اس کے کانپنے کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ یہ پیغام مسرت سنکر ٹھہر گیا۔ اور ساکن ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۹۳) عن عثمان انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیٰ ثبیر بمکۃ ومعہ ابوبکر و عمر و انا فتحرک الجبل حتیٰ تساقطت حجارتہٗ بالحضیض فرکضہٗ برجلہ وقال اُسکن ثبیر فانما علیک نبیٌ وصدّیق وشہیدان۔ (ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ صواعق محرقہ)

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور میں خود ثبیر پہاڑ پر تھے۔ کہ وہ کانپنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر گِر گِر کر نیچے جا پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر فرمایا۔ اے ثبیر ٹھہر جا۔ تجھ پر نبیؐ۔ صدیقؓ اور دو شہید ہیں۔

(۹۴) عن سوید بن یزید السلمیّ دخلت المسجد فرأیت اباذرٍّ جالساً فیہ وحدہٗ فاغتنمت ذٰلک فذکر بعض القوم عثمان فقال لا اقول لعثمان ابداً الّا خیراً لا اقول لعثمان ابداً الّا خیراً لا اقول لعثمان ابداً الّا خیراً لبعد شئٍ رأیتہٗ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتّبع خلوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتعلم منہ فخرج ذات یوم حتیٰ انتہیٰ الیٰ موضع کذا وکذا فجلس فانتہیت الیہ فسلمت علیہ وجلست الیہ فردّ

علیہ السلام ثم قال لی یا اباذر ما جاء بک قلت اللہ ورسولہ اذا جاء
ابوبکر فسلم وجلس عن یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابابکر
ما جاء بک قال اللہ ورسولہ ثم جاء عمر فسلم وجلس عن یمین ابی بکر فقال
یا عمر ما جاء بک قال اللہ ورسولہ ثم جاء عثمان فسلم وجلس عن یمین عمر
فقال یا عثمان ما جاء بک قال اللہ ورسولہ قال فتناول النبی صلی اللہ
علیہ وسلم سبع حصیات او تسع حصیات فوضعھن فی کفہ فسبحن حتی
لھن حنینا کحنین النحل ثم وضعھن فخرسن فتناولھن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فوضعھن فی ید ابی بکر فسبحن حتی سمعت لھن حنینا کحنین
النحل ثم وضعھن فخرسن فتناولھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعھن
فی ید عمر فسبحن حتی سمعت لھن حنینا کحنین النحل ثم وضعھن فخرسن
فتناولھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعھن فی ید عثمان فسبحن حتی
سمعت لھن حنینا کحنین النحل ثم وضعھن فخرسن۔ (ریاض النضرہ
محب الدین طبری۔ صواعق محرقہ۔ زہریات لمحمد بن یحیٰی الذھبی۔ ازالۃ الخفا فی
خلافۃ الخلفا للشاہ ولی اللہؒ)

سوید بن سلمی سے روایت ہے۔ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ تو وہاں ابوذر
غفاری رضی اللہ عنہ کو تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اس تنہائی کو غنیمت جانا۔
اور ان کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگا۔ پھر اور لوگ بھی آگئے۔ ان میں سے
کسی شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت سیدنا
ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی

شان میں ہمیشہ اچھی بات ہی کہتا ہوں۔ میں تو حضرت عثمانؓ کی شان میں ہمیشہ اچھی
بات ہی کہتا ہوں۔ میں تو حضرت عثمانؓ کی شان میں ہمیشہ اچھی بات ہی کہتا
ہوں جب سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک بات دیکھی
میرا دستور تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں کے اوقات کو
تلاش کرتا رہتا تھا۔ اور ان اوقات خلوت میں آپ سے علم دین سیکھا کرتا تھا
چنانچہ ایک دن آپ اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے۔ اور ایک جانب
روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ فلاں فلاں مقام پر پہنچے۔ اور وہاں بیٹھ گئے۔
میں بھی آپ کے پیچھے چلا جاتا تھا۔ بالآخر آپ کی خدمت میں پہنچا۔ اور سلام
کرکے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اے ابوذر! تم کو یہاں کون
لایا؟ میں نے عرض کیا، کہ اللہ اور اس کا رسول (مطلب یہ تھا کہ تم یہاں
کیوں آئے۔ آنے کا سبب کیا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ
یعنی یہاں آنے کا مقصد اللہ اور رسولؐ کی محبت کے سوا کچھ نہیں ہے) اتنے میں
حضرت ابوبکرؓ آئے۔ اور سلام کرکے آپ کی داہنی طرف بیٹھے۔ آپ نے ان سے
بھی فرمایا۔ کہ اے ابوبکر، تم کو یہاں کون لایا؟ اُنہوں نے کہا۔ اللہ اور اس کا
رسولؐ۔ پھر حضرت عمرؓ آئے۔ اور سلام کرکے حضرت ابوبکرؓ کی داہنی طرف
بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان سے بھی فرمایا۔ اے عمرؓ تمہیں یہاں کون لایا۔ اُنہوں
نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور سلام کرکے حضرت
عمرؓ کی داہنی جانب بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی فرمایا۔
کہ اے عثمانؓ، تمہیں یہاں کون لایا؟ اُنہوں نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو سنگریزے اُٹھائے۔ اور انہیں اپنی مٹھی میں رکھ لیا۔ وہ سنگریزے تسبیح پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تسبیح کی آواز مثل شہد کی مکھی کی آواز کے میں نے سُنی۔ پھر آپ نے وہ سنگریزے زمین پر رکھ دیئے۔ سنگریزے خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں اُٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگے۔ اور میں نے بدستور سابق ان کی آواز سنی۔ پھر آپ نے ان سنگریزوں کو حضرت ابوبکر کے ہاتھ سے اُٹھا لیا۔ اور زمین پر رکھ دیا۔ سنگریزے پھر خاموش ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ یہاں بھی تسبیح پڑھنے لگے۔ اور میں نے بدستور سابق ان کی آواز سُنی۔ پھر آپ نے وہ سنگریزے حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے لے لئے۔ اور زمین پر رکھ دیئے۔ سنگریزے خاموش ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کو زمین سے لے کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھا۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگے۔ اور میں نے بدستور سابق ان کی آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ سنگریزے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے اُٹھا لئے۔ سنگریزے خاموش ہو گئے۔

(۹۵) عن ابی ذرؓ ایضًا لکن بلفظ تناول النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم سبع حصیاتٍ فسبّحن فی یدہٖ حتّٰی سمعت لھنّ حنینا ثمّ وضعھنّ فی ید ابی بکرٍ فسبّحن ثمّ وضعھن فی ید عمر فسبّحن ثم وضعھن فی یدِ عثمان۔

دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سنگریزے لئے۔ وہ سنگریزے آپ کے ہاتھ میں تسبیح خوان ہوئے یہاں تک

کہ میں نے بھی ان کی آواز کو سُنا۔ پھر آپ نے ان کو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رکھا ان کے ہاتھ پر بھی تسبیح پڑھتے رہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بھی ان کی تسبیح جاری رہی۔

(۹۶) زاد الطبرانی فسمع تسبیحهن من فی الحلقة ثم دفعهن الینا فلم یسبحن مع احدٍ منا۔ (صواعق محرقہ)

یعنی طبرانی نے یہ لفظ زیادہ بیان کئے ہیں۔ کہ ان سنگریزوں کی تسبیح کو تمام اہلِ مجلس نے سُنا۔ پھر آپ نے ان سنگریزوں کو ہمیں دیا۔ لیکن وہ سنگریزے چُپ ہو گئے۔ ہم میں سے کسی ایک کے پاس انہوں نے تسبیح نہ کی۔

(۹۷) عن ابی ذرؓ قال مر فتیً علی عمر فقال عمر نعم الفتیٰ قال فتبعہ ابو ذرؓ فقال یا فتیٰ استغفر لی فقال یا ابا ذرؓ استغفر لک وانت صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال استغفر لی قال لا او تخبرنی فقال انک مررت علی عمر فقال نعم الفتیٰ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ (حاکم۔ ازالۃ الخفاء)

حضرت غضیفؒ بن حارث حضرت ابو ذرؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک جوان حضرت عمرؓ کے پاس ہو کر گزرا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کیا اچھا جوان ہے۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوذر اس جوان کے پیچھے ہو لئے۔ اور اس سے کہا۔ اے جوان! تم میرے لیے خدا سے مغفرت کی دعا کرو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اے ابو ذرؓ! میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں۔ حالانکہ آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں۔ (مجھ سے بدرجہا بہتر ہیں) حضرت ابو ذرؓ نے

پھر کہا۔ کہ میرے لیے دُعائے مغفرت کرو۔ اس جوان نے کہا۔ کہ میں دُعا نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ آپ اس اصرار کے سبب سے مجھے آگاہ فرمائیں حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ کہ تم ابھی حضرت عمرؓ کے پاس ہو کر گزرے۔ تو حضرت عمرؓ نے تمہارے حق میں فرمایا۔ کہ کیا اچھا جوان ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔ لہٰذا میں تم سے دُعا کا طالب ہوں۔

(۹۸) ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال انّ اللہ افترض علیکم حبّ ابی بکرٍ وّعمر وعثمان وعلیٍ کما افترض الصّلاۃ والزّکوٰۃ والصّوم والحجّ فمن انکر فضلھم فلا تقبل منہ الصلوٰۃ والزّکوٰۃ ولا الصّوم ولا الحجّ۔ (اخرج الملاّ فی سیرتہ۔ صواعق محرقہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کی محبت کو فرض کر دیا ہے۔ جس طرح نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور حج کو فرض کیا ہے۔ پس جو شخص ان کی بزرگی اور فضل و شرف و مجد سے انکار کرے گا۔ اس کی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج بارگاہ خداوندی میں قبول نہ ہوگا۔

(۹۹) عن موسیٰ بن عمیر قال سمعت مکحولاً یقول وسألہ رجل عن قول اللہ عزّ وجلّ فانّ اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین قال حدّثنی ابوامامۃ انّہٗ قال اللہ مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین ابوبکر وعمرؓ (حاکم۔ ازالۃ الخفاء)

حضرت موسیٰ بن عمیر کہتے ہیں۔ میں نے حضرت مکحول سے سنا۔ ان سے کسی شخص

نے آیہ کریمہ فان اللہ مولاہ (الآیہ) کا مطلب پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے ابو امامہ نے بیان کیا کہ اللہ نبی کا مولا ہے۔ اور جبریلؑ (ان کے مولیٰ ہیں) اور اچھے ایمان والے یعنی ابو بکر۔ عمر رضی اللہ عنہما۔

(۱۰۰) عن حذیفۃ بن الیمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ھممت أن أبعث رجالاً یعلمون النّاس السّنن والفرائض کما بعث عیسیٰ بن مریم الحواریین قیل لہٗ فاین انت ابی بکر وعمر قال إنّہ لا غنیٰ لی عنھما انّھما من الدین کالسّمع والبصر۔ (حاکم)

حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اطرافِ ممالک میں چند اشخاص بھیج دوں۔ جو لوگوں کو دین کے فرائض اور سنتیں سکھائیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواری بھیجے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اس کام کے لیے کیوں نہیں بھیجتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان سے تو ہر وقت مجھے کام رہتا ہے۔ اور بے شک وہ دونوں دین اسلام کے لیے مثل کان اور آنکھ کے ہیں۔ پھر وہ کس طرح مجھ سے جدا ہو سکتے ہیں۔ (ازالۃ الخفاء)

(۱۰۱) عن ابی موسیٰ الاشعریّ انّہ توضّأ فی بیتہٖ ثم خرج فقلت لالزمنّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ولا کوننّ معہٗ یومی ھذا قال فجآء المسجد فسأل عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا خرج وجہ ھٰھنا فخرجت علیٰ اثرہٖ اسأل عنہ حتّی دخل بئر اریس

فجلست عند الباب وبابها من جريد حتى قضى رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حاجتہ فتوضأ فقمت الیہ فاذا ھو جالس على
بئر اریس وتوسط قفھا وکشف عن ساقیہ ودلاھما فی البئر فسلمت
علیہ ثم انصرفت فجلست عند الباب فقلت لاکونن بوابا للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر رضی اللہ عنہ فدفع الباب فقلت
من ھذا فقال ابوبکر فقلت علی رسلک ثم ذھبت فقلت یا رسول
اللہ ھذا ابوبکر یستاذن فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ فاقبلت
حتی قلت لابی بکر ادخل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبشرک
بالجنۃ فدخل ابوبکر فجلس عن یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وکشف عن ساقیہ ثم رجعت فجلست وقد ترکت اخی یتوضأ و
یلحقنی فقلت ان یرد اللہ لفلان یرید اخاہ خیرا یات بہ فاذا
انسان یحرک الباب فقلت من ھذا فقال عمر بن الخطاب فقلت
علی رسلک ثم جئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ھذا
عمر بن الخطاب یستاذن فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ فجئت فقلت
ادخل وبشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجنۃ فجلس مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القف عن یسارہ ودلی برجلیہ
فی البئر ثم رجعت فجلست فقلت ان یرد اللہ لفلان خیرا یات بہ
فجاء انسان یحرک الباب فقلت من ھذا فقال عثمان بن عفان
فقلت علی رسلک وجئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال

ائذن لہٗ وبشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ فجئت فقلت لہٗ ادخل وبشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجنۃ علی بلوی تصیبک فدخل فوجد القف قد ملیٔ فجلس وجاھہ من الشق الآخر قال سعید بن المسیب فاولتہا قبورھم (بخاری ومسلم واحمد صواعق محرقہ)

حضرت سعید بن المسیب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز وہ وضو کر کے اپنے گھر سے چلے گئے۔ اور وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا۔ کہ آج میں دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہوں گا۔ اس کے بعد وہ مسجد میں گئے۔ اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ آپ فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں آپ کے نشانِ قدم پر آپ کو پوچھتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ یہ معلوم ہوا کہ آپ بئر اریس نامی کنوئیں پر تشریف لے گئے ہیں۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قضائے حاجت سے فراغت پائی۔ اور آپ وضو کر چکے تو میں آپ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ آپ بئر اریس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس کی جگت کے بیچ میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے اور دونوں پیر کنوئیں کے اندر لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ اس کے بعد پھر میں لوٹ آیا۔ اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اپنے دل میں کہا۔ کہ آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ اسی اثنا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور اُنہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون شخص ہے۔

اُنہوں نے کہا ابوبکر۔ میں نے کہا۔ اچھا ٹھہرو۔ اس کے بعد میں حضرت کے پاس گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور ان کو جنّت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں گیا۔ اور میں نے ابوبکر سے کہا کہ اندر آجائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنّت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس ابوبکر آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب آپ کے ساتھ ہی جگت (منڈیر) پر بیٹھ گئے۔ اور اُنہوں نے بھی اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکائے۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور اپنی پنڈلیاں بھی اُنہوں نے کھول دیں۔ اس کے بعد میں جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں گھر میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ اور وہ بھی میرے پاس آنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ پس اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر اللہ اس کے ساتھ نیکی کرنا چاہے گا تو اُسے بھی یہاں لے آئے گا۔ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی۔ کہ یکایک ایک شخص آکر دروازہ کو ہلانے لگا۔ میں نے پوچھا کہ کون؟ اس نے کہا۔ عمر بن خطاب۔ میں نے کہا۔ اچھا ٹھہریئے۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے سلام کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ عمر بن خطاب اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ان کو اجازت دو۔ اور جنّت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں دروازے کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اندر آجائیے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت کی بشارت دی ہے۔ پھر وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنوئیں کی جگت (منڈیر)

پر آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ اور اُنہوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکائے۔ اس کے بعد پھر میں اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگر اللہ میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے۔ تو اُس کو اس وقت یہاں بھیج دے۔ دریائے رحمت اس وقت جوش پر ہے۔ اس کو بھی کچھ حصّہ مل جائے۔ یکایک ایک شخص آکر دروازے کو ہلانے لگا۔ میں نے پوچھا کون۔ اس نے کہا۔ عثمان بن عفان۔ میں نے کہا۔ اچھا ٹھہرئیے۔ اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو اندر آنے کی اجازت دو۔ اور جنّت کی خوشخبری دو۔ بعوض اس بلوے کے جو ان پر ہوگا۔ میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ اور میں نے ان سے کہا۔ کہ اندر آجائیے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ بعوض اس بلوے کے جو آپ کو پہنچے گا۔ پس وہ بھی اندر آگئے۔ کنوئیں کی منڈیر خالی نہ تھی۔ لہٰذا وہ دوسری جانب بیٹھ گئے۔ شریک راوی حدیث کہتے تھے۔ کہ سعیدؒ بن مسیب کہتے تھے۔ کہ میں نے اس حدیث سے انکی قبروں کی ترتیب بھی سمجھی۔

(۱۰۲) ان الشافعی روی بسندہٖ اَنہٗ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال کنت انا وابوبکر وعمر وعثمان وعلیؓ انوارًا علی یمین العرش قبل ان یخلق آدم بالف عام فلمّا خلق ...... اُسکنّا ظہرہٗ ولم تزل ننتقل فی الاصلاب الطّاھرۃ حتیٰ نقلنی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ صُلب عبداللّٰہ ونقل ابابکرؓ الیٰ صلب ابی قحافۃ ونقل عمرؓ الیٰ صلب الخطّاب ونقل عثمان

الیٰ صُلب عفّان ونقل علیًّا الیٰ صلب ابی طالب ثمّ اختارھم لی اصحابًا فجعل ابا بکرٍ صدیقًا وعمر فاروقًا وعثمان ذا النّورین وعلیًّا وصیًّا فمن سبّ اصحابی فقد سبّنی ومن سبّنی فقد سبّ اللہ تعالیٰ ومن سبّ اللہ اکبّہ اللہ فی النار علیٰ منخریہ (حافظ عمر بن محمد بن خضر الملا فی سیرتہ۔ صواعق محرقہ)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین عرش کی دائیں جانب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے بصورت نور موجود تھے۔ پس جب آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ہم اس کی پیٹھ میں منتقل ہو گئے۔ اسی طرح ہم پاک اور طیب پیٹھوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے مجھے عبداللہ کی پیٹھ میں منتقل کر دیا۔ اور ابوبکرؓ کو ابی قحافہ کی پیٹھ میں۔ اور عمرؓ کو خطاب کی پشت میں اور حضرت عثمان کو عثمان کی پشت پہ اور حضرت علی کو ابوطالب کی پشت میں۔ پھر اللہ پاک نے مذکورہ بالا حضرات کو میری صحابیت کے لیے منتخب کر لیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کو صدیق کر دیا۔ اور حضرت عمر کو فاروق بنا دیا۔ اور حضرت عثمان کو ذی النورین کر دیا۔ اور حضرت علی کو وصی بنا دیا پس جو شخص میرے صحابہ کی توہین وتنقیص کرے گا۔ اس نے گویا میری شان میں کلمات نازیبا کہے۔ اور جس نے میری شان میں گستاخی وبے ادبی کی اس نے اللہ پاک کی کی۔ اور جس نے اللہ پاک ذات بے عیب میں ناشائستہ کلمات کہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اوندھا کر کے جہنّم کے گڑھے میں پھینک دینگے۔

(۱۴۳) اخرج المحب الطبری فی ریاض النضرة فی مناقب العشرة المبشرة انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اخبرنی جبریل ان اللہ تعالیٰ لما خلق آدم وادخل الروح فی جسدہ امرنی ان آخذ تفاحة من الجنة و اعصرھا فی حلقہ فعصرتھا فی فیہ خلق اللہ من النطفة الاولیٰ انت ومن الثانیة ابی بکر ومن الثالثة عمر ومن الرابعة عثمان ومن الخامسة علیاً فقال آدم یارب من ھؤلاء الذین اکرمتھم فقال اللہ تعالیٰ ھؤلاء خمسة اشیاخ من ذریتک وھم اکرم عندی من جمیع خلقی فلما عصیٰ آدم ربہ قال یارب بحرمة اولئک الاشیاخ الخمسة الذین فضلتھم الا تبت علیّ فتاب اللہ علیہ۔ (صواعق محرقہ)

محب طبری ریاض النضرہ میں روایت لائے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جبریل امین نے خبر دی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اس کے جسم میں روح داخل کیا۔ تو مجھے حکم دیا۔ کہ میں جنت کا ایک سیب لیکر اس کو نچوڑ کر حضرت آدم علیہ السلام کے گلے میں ٹپکا دوں۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کے تعمیل کرتے ہوئے جنت سے ایک سیب لے کر آدم علیہ السلام کے حلق میں ٹپکا دیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے نطفۂ اوّل سے پیدا کیا۔ دوسرے سے ابوبکر۔ تیسرے سے عمر۔ اور چوتھے سے عثمانؓ اور پانچویں سے علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر آدم علیہ السلام نے کہا۔ یا اللہ یہ کون لوگ ہیں۔ جن کو تو نے یہ شان مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ پانچ بزرگ جو میں نے تیری اولاد سے پیدا کئے ہیں۔ مجھے اپنی تمام مخلوق سے

پیارے اور عزیز ہیں۔ پھر جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گئی۔ تو آدم علیہ السلام کہنے لگے۔ الٰہی، کیا ان پانچ بزرگوں کی حرمت سے میری توبہ قبول نہ ہو گی چنانچہ اللہ تعالٰے نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

(۱۰۴) انا مدینۃ العلم وابوبکرؓ اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلیؓ بابها۔ (فردوس دیلمی، صواعق محرقہ)

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں علم کا شہر ہوں۔ اور ابوبکرؓ اس کی بنیاد (نیو) ہیں۔ اور عمرؓ اس کی چار دیواری ہیں۔ اور عثمانؓ اس کا چھت ہیں۔ اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

(۱۰۵) عن شقیق قال سمعت حذیفۃ یقول بینما نحن جلوس عند عمر اذ قال ایکم یحفظ قول النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ قال قلت فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ وولدہ وجارہ یکفرھا الصلٰوۃ والصدقۃ والامر بالمعروف والنھی عن المنکر قال لیس عن ھذا اسألک ولکن التی تموج کموج البحر قال لیس علیک منھا باس یا امیر المومنین بینک وبینھا بابا مغلقا قال عمر ایکسر الباب ام یفتح قال لا بل یکسر قال عمر اذا لا یغلق ابدا قلت اجل قلنا لحذیفۃ کان عمر یعلم الباب قال نعم کما اعلم ان دون غد اللیلۃ وذلک انی حدثتہ حدیثا لیس بالاغالیط فھبنا ان نسألہ من الباب فامرنا مسروقا فسألہ فقال من الباب قال عمر۔ (بخاری)

حضرت شقیق نے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے میں نے حضرت حذیفہ بن یمان سے

سُنا وہ کہتے تھے۔ کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے حضرت حذیفہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ انسان کا فتنہ اس کے اہل اور مال اور اولاد اور اس کے ہمسایہ کے متعلق ان سب کا کفارہ تو نماز اور صدقہ اور امر معروف اور نہی عن المنکر سے ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم سے یہ فتنہ نہیں پوچھتا۔ بلکہ وہ فتنہ کہ جو دریا کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین۔ آپ کو اس فتنہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا۔ کھولا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹوٹ کر کبھی بند نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا۔ ہاں بے شک ایسا ہی ہوگا۔ شفیق کہتے ہیں۔ کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا۔ کہ حضرت عمرؓ جانتے تھے۔ کہ دروازہ کون ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ خوب جانتے تھے۔ جیسا کہ میں جانتا ہوں۔ کہ کل دن کے بعد رات ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ میں اس لیے کہتا ہوں۔ کہ میں نے ان سے کوئی پیچیدہ بات نہیں کہی تھی۔ بلکہ صاف صاف حدیث بیان کی تھی۔ پھر ہماری جرأت نہ ہوئی۔ کہ حضرت حذیفہ سے دریافت کریں۔ کہ دروازہ سے کیا مراد ہے۔ لہٰذا ہم نے مسروق سے کہا کہ وہ ان سے دریافت کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ دروازہ کون تھا۔ اُنہوں نے جواب دیا حضرت عمرؓ ہی دروازہ تھے۔

(۱۰۶) عن الاقرع مؤذن عمر بن الخطاب قال بعثنی عمر الی الاسقف فدعوتہ فقال لہ عمر هل تجدنی فی الکتاب قال نعم قال کیف تجدنی قال اجدک قرنا قال فرفع علیه الدرۃ فقال قرن ما فقال قرن حدید امین شدید قال کیف تجد الذی یجیئ بعدی فقال اجدہ خلیفۃ صالحۃ غیر انہ یؤثر قرابتہ فقال عمر یرحم اللہ عثمان ثلاثا فقال کیف تجد الذی بعدہ قال اجدہ صدأ حدید قال فوضع عمر یدہ علی رأسہ فقال یا دفراہ یا دفراہ فقال یا امیر المؤمنین انہ خلیفۃ صالح ولکنہ یستخلف حین یستخلف والسیف مسلول والدم مهراق۔ (تاریخ الخلفاء عن ابی بن ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب السنۃ صفحہ ۲۹۲۔ صواعق محرقہ عن ابی بن کعب)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے ایک مرتبہ اپنے مؤذن اقرع کو ایک پادری کے پاس بھیجا۔ آپ اسے بلا لائے۔ امیر المومنین نے اس سے پوچھا۔ کہ بتاؤ۔ تم میری صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ قرن۔ آپ نے کوڑا اٹھا کر فرمایا۔ قرن کیا۔ اس نے کہا۔ گویا کہ وہ سینگ ہے لوہے کا۔ وہ امین ہے دین میں بہت سخت۔ فرمایا اچھا میرے بعد والے کی صفت کیا ہے؟ اس نے کہا خلیفہ تو وہ نیک صالح ہے لیکن اپنے قرابتداروں کو وہ دوسروں پر ترجیح دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ عثمانؓ پر رحم کرے۔ تین بار یہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اچھا ان کے بعد۔ اس نے کہا۔ لوہے کے ٹکڑے جلیبنا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور افسوس کرنے

لگے۔ اس نے کہا۔ اے امیر المومنین۔ ہونگے تو وہ نیک خلیفہ لیکن وہ خلیفہ بنائے ہی اس وقت جائیں گے۔ جب تلوار کھچی ہوئی ہو۔ اور خون بہہ رہا ہو۔ (ابنِ کثیر سورہ اعراف)

(۱۰۷) عن سعد بن وقاص قال استأذن عمر بن الخطاب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ نسوۃ من قریش یکلمنہ ویستکثرنہ عالیۃ اصواتھن فلما استأذن عمر قمن فبادرن الحجاب فدخل عمر ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحک فقال اضحک اللہ سنک یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجبت من ھؤلاء التی کن عندی فلما سمعن صوتک ابتدرن الحجاب قال عمر رضی اللہ عنہ فانت احق یا رسول اللہ ان یھبن ثم قال عمر رضی اللہ عنہ یا عدوات انفسھن اتھبننی ولا تھبن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن نعم انت افظ واغلظ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایہ یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک۔

(مشکوٰۃ۔ بخاری ومسلم۔ ازالۃ الخفاء)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت خدمت نبوی میں قریش کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ اور آپ سے بلند آوازیں کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اپنے حاضر ہونے کی

اجازت چاہی۔ تو وہ عورتیں خدمتِ نبوی سے اُٹھ کر جلدی پردہ میں ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی۔ وہ اندر تشریف لے گئے۔ تو دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ اے رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ خدا آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے ان عورتوں کی گھبراہٹ سے ہنسی آئی۔ جو ابھی میرے پاس تھیں۔ جب تمہاری آواز سُنی۔ تو جلدی سے پردہ میں چلی گئیں۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ! آپ اس کے مجھ سے زیادہ مستحق تھے۔ کہ وہ آپ سے خوف کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان عورتوں سے کہا۔ کہ اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔

ان عورتوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ تم بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے تند خو، اور سخت گو ہو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ اے عمر! جب تمہیں شیطان کسی راستہ میں چلتا ہُوا دیکھتا ہے۔ تو اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ میں چلنے لگتا ہے۔

اقوالِ سلف

(۱) قال سعد اما واللہ ما کان باقدمنا اسلاماً ولا اقدمنا ھجرۃً ولکن قد عرفت بای شئ فضلنا کان ازھدنا فی الدنیا یعنی عمر بن الخطاب۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ۔ ازالۃ الخفاء)

حضرت سعد نے کہا قسم خدا کی وہ یعنے حضرت عمرؓ بن خطاب اسلام لانے میں ہم سے پہلے نہیں۔ اور ہجرت کرنے میں بھی ہم پر مقدم نہیں۔ مگر میں خوب جانتا ہوں۔ کہ کس چیز کے سبب سے وہ ہم سے افضل ہیں۔ وہ ہم سب سے زیادہ دُنیا سے بے تعلق تھے۔

(۲) عن الصدیق رضی اللہ عنہ قال ما علی ظھر الارض رجلٌ احبُّ الیّ من عمر۔ (ابن عساکر۔ تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ روئے زمین پر مجھے حضرت عمرؓ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔

(۳) قیل لہ فی مرضہ ماذا تقول لربک وقد ولّیت عمر قال اقول لہ ولّیت علیھم خیرھم۔ (ابن سعد۔ صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوبکر صدیق سے مرض موت میں کسی نے دریافت کیا۔ کہ اگر جناب خداوند تعالیٰ دریافت فرمائیں۔ کہ تم نے عمرؓ کو کیوں خلیفہ مقرر کیا۔ تو آپ کیا جواب دینگے۔ آپ نے فرمایا۔ میں جواب دوں گا۔ کہ میں نے لوگوں میں سے

بہتر آدمی کو ان پر خلیفہ مقرر کیا تھا۔

(۴) عن علیؓ قال اذا ذکر الصالحون فحیھلاً بعمر ما کنا نبعد ان السکینہ تنطق علی لسان عمر۔ (طبرانی فی الاوسط۔ صواعق محرقہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تم صالحین کا ذکر کرو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ بھولو۔ کیونکہ کچھ بعید نہیں۔ کہ سکینہ آپ کی زبان پر بولتا ہو۔

(۵) عن ابن عمر قال ما رأیت احداً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حین قبض اجدّ ولا اجود من عمر۔ (ابن سعد۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے کسی آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ذکی اور سخی نہیں پایا۔

(۶) عن ابن مسعود قال لو ان علم عمر وضع فی کفۃ میزان ووضع علم احیاء الارض فی کفۃ فرجح علم عمر بعلمھم۔ لقد کانوا یرون انہ ذھب بتسعۃ اعشار العلم۔ (طبرانی۔ حاکم۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا۔ کہ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور تمام دنیا کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے۔ تو حضرت فاروق کا پلڑا بھاری ہو گا۔ کیونکہ آپ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۷) عن معاویۃ قال اما ابوبکر فلم یرد الدنیا ولم تردہٗ واما عمر فارادتہ الدنیا ولم یردھا واما نحن فتمرغنا فیھا ظھراً لبطن۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت صدیق اکبر کے پاس نہ دنیا آئی۔ اور نہ اُنہوں نے اس کی خواہش کی۔ البتہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس دنیا آئی۔ مگر اُنہوں نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ ہم ہیں کہ دنیا میں پھنسے پڑے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ تمام دنیا کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں چھپا ہوا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ میں سوائے حضرت عمرؓ کے کسی شخص کو نہیں پہچانتا۔ کہ جس نے جرأت کے ساتھ خدا کی راہ میں ملامت سُنی ہو۔ (تاریخ الخلفاء)

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت نیک فہم۔ تیز خاطر اور معاملہ فہم تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۰) عن علیؓ انہٗ دخل علی عمر وھو مسجًّی فقال رحمۃ اللہ علیک ما من احد احبّ الیّ ان القی اللہ بما فی صحیفتہٖ بعد صحیفۃ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (حاکم۔ صواعق محرقہ)

حضرت علی ایک روز حضرت فاروق کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ مجھے اس کپڑا اوڑھنے والے سے کوئی زیادہ عزیز نہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال اذا ذکر الصّالحون فحیھلاً بعمر انّ عمر کان اعلمنا بکتاب اللہ وافقھنا فی دین اللہ۔ (طبرانی۔ حاکم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ جب صالحین کا ذکر کیا جائے

تو ضروری ہے۔ کہ اُن میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ کتاب اللہ کے عالم اور دین خدا کے فقیہ ہیں۔

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ سراپا خیر تھے۔ پھر اس نے حضرت فاروق کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ان کی مثال اس چڑیا کی سی ہے، جس کو دیکھتے ہی آدمی کی طبیعت چاہے کہ اسے کسی طرح جال میں پھانس کر پکڑ لوں۔ پھر حضرت علیؓ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ارادہ میں پختگی۔ ہوش مندی۔ علم۔ دلیری اور مردانگی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۳) سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:۔

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر لا یجتمع حبّی وبغض ابی بکرٍ وّعمر فی قلب مؤمنٍ (عشرہ مبشرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت کے ساتھ اُن کا بغض جمع نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ کا قول ہے:۔

من زعم ان علیّا کان احقّ بالولایۃ من ابی بکرٍ وّعمر فقد خطّاء ابا بکرٍ وّعمر والمھاجرین والانصار۔ (عشرہ مبشرہ)

جس نے یہ گمان کیا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے علیؓ زیادہ حق دار خلافت تھے۔

تو بے شک اس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور مہاجرین و انصار سب کو خطا کا ٹھہرایا۔

(۱۵) امام شریک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ لیس یقدم علیا علی ابی بکر وّعمر احدٌ فیہ خیرٌ۔

کوئی نیک شخص علیؓ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر مقدم نہ کرے گا۔

(۱۶) عن مجاھد قال کنّا نحدث انّ الشیاطین کانت مقیّدۃً فی امارۃ عمر فلما اُصیب بُثّت۔ (صواعق محرقہ۔ ابن عساکر)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ذکر کیا کرتے تھے۔ کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مقید رہے۔ اور آپ کے بعد آزاد ہو کر ہر طرف پھیل گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۷) عن ابن مسعود قال فضل عمر بن الخطاب علی النّاس باربع بذکر الاساریٰ یوم بدر امر بقتلھم فانزل اللہ لولا کتابٌ من اللہ سبق لمسّکم الآیۃ وبذکر الحجاب امر نساء النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحتجبن فقالت لہٗ زینبُ وانّک لتغار علینا یا ابن الخطّاب والوحی ینزل فی بیوتنا فانزل اللہ واذا سالتموھن متاعًا الآیۃ وبدعوۃ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اید الاسلام بعمر وبرأیہٖ فی ابی بکر کان اوّل من بایعہٗ۔ (احمد۔ بزار۔ طبرانی۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

عنہ کی فضیلت لوگوں پر ان چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے۔ اوّل۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا حکم دیا۔ اور آیت لَوْلَا کِتَابٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ نازل ہوئی۔ دوم۔ آپ نے ازواج مطہرات کے پردہ کے متعلق فرمایا۔ جس پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے عمر بن خطاب تم ہم پر حکم نافذ کرتے ہو۔ حالانکہ وحی ہمارے گھر ہی میں اترتی ہے۔ چنانچہ ان کے پردہ کے متعلق آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا الخ سوم۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے متعلق دعا کرنا کہ الٰہ العالمین عمرؓ کو مسلمان کر کے اسلام کی مدد کر۔ چہارم۔ آپ کا ابوبکر صدیقؓ سے سب سے اوّل بیعت کرنا۔ (تاریخ الخلفاء للامام السیوطیؒ)

(۸) حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ابوموسیٰ کو حضرت عمرؓ کی خیریت بہت دنوں تک معلوم نہ ہوئی۔ آپ کے پاس ایک عورت آئی۔ جس کے سر پر شیطان آتا تھا۔ آپ نے اس عورت سے حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ جب مجھ پر شیطان آویگا۔ تب دریافت کر لینا چنانچہ جس وقت وہ آیا۔ تو دریافت کرنے پر اس شیطان نے جواب دیا کہ میں نے ان کو اس حالت میں چھوڑا ہے۔ کہ ایک کملی کا تہ بند باندھے ہوئے ایک صدقہ میں آئے ہوئے اونٹ کے (جس کو خارش ہو گئی تھی) قطران مل رہے ہیں۔ وہ ایسے آدمی ہیں کہ جب انہیں کوئی شیطان دیکھتا ہے۔ تو وہ خوف کے سبب ناک کے بل گر پڑتا ہے۔ خدا ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور روح القدس ان کی زبان سے کلام کرتا ہے۔

(۱۹) عن نفس الزکیہ سُئل تمسح علی الخفّین فقال امسح فقد مسح عمر فقال لهٗ السّائل انما اسأ لکَ انت تمسح قال ذاکَ اعجز لکَ اُخبرکَ عن عمر و تسألنی عن رأیی فعمر خیرٌ منّی فقیل لهٗ هٰذا تقیّةٌ فقال نحن بین القبر فالمنبر اللّٰهم هٰذا قولی فی السّر والعلانیة فلا تسمع قول احدٍ بعدی۔ (دار قطنی۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ محض کے لڑکے حضرت نفس زکیہ سے کسی سائل نے سوال کیا۔ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ حضرت نفس زکیہ نے ارشاد فرمایا۔ میں تو مسح کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسح کرتے تھے۔ سائل نے کہا۔ میں تو آپ کے متعلق پوچھتا ہوں۔ کہ آپ مسح کرتے ہیں کہ نہیں۔ حضرت نفس زکیہ نے فرمایا۔ کیا یہ بات تجھے ناپسند ہے۔ میں تجھے حضرت عمر کی بات بتاتا ہوں۔ اور تو مجھے میری رائے پوچھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت فاروقؓ مجھ سے بہتر تھے۔ کسی کہنے والے نے آپ کو کہا۔ کیا آپ تقیہ کر رہے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت نفس زکیہ فرمانے لگے۔ ہم قبر نبویؐ اور منبر کے درمیان بیٹھے ہیں۔ یعنی یہ جگہ جھوٹ بولنے کی نہیں۔ اور نہ یہاں تقیہ کیا جا سکتا ہے، پھر آپ نے دُعا کی۔ الہ العالمین۔ ظاہر اور باطن میں میرا یہی قول ہے۔ تو اس پر گواہ رہیو۔ پس اب میری بات کے سوا کسی اور کی بات مت سُننا۔

(۲۰) اِنہٗ قال لمّا سُئل عن الشیخین ھما عندی افضل من علیؓ۔ (دار قطنی)

حضرت نفس زکیہ سے جب شیخین کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو فرمانے لگے

وہ دونوں میرے نزدیک حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔

(۲۱) عن محمد الباقر انہٗ قال اجمع بنو فاطمۃ رضی اللہ عنہم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یکون من القول۔ (دار قطنی۔ صواعق محرقہ)

حضرت محمد باقر فرماتے ہیں۔ بنو فاطمہ نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے۔ کہ شیخین کے متعلق اچھی بات کہیں گے۔ اور نازیبا کلمات سے پرہیز کرینگے۔

(۲۲) عن جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر ان رجلا جاء الی ابیہ زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہم فقال اخبرنی عن ابی بکر فقال عن الصدیق تسئل فقال وتسمیہ الصدیق فقال ثکلتک امک قد سماہ صدیقا رسول اللہ علیہ وسلم والمہاجرین والانصار ومن لم یسمہ صدیقا فلا صدق اللہ عزوجل قولہ فی الدنیا والاخرۃ اذھب فاحب ابا بکر وعمر۔ (دار قطنی۔ صواعق محرقہ)

حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت محمد باقر سے بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے باپ زین العابدین سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی حضرت زین العابدین کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ مجھے ابوبکرؓ کے متعلق بتائیے کہ آپ کا خیال ان کے متعلق کیا ہے۔ حضرت زین العابدین فرمانے لگے۔ کیا تو حضرت صدیق کے بارے میں پوچھتا ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا۔ کیا آپ اسے صدیق سمجھتے ہیں۔ امام زین العابدین فرمانے لگے۔ تیری ماں تجھے گم پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار نے آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔ جو شخص ان کو صدیق نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بات کی نہ دنیا اور نہ آخرت میں تصدیق فرمائے۔ جاؤ۔ میری مجلس

نکل جاؤ۔ اور یہ یاد رکھو۔ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں۔

(۲۳) عن ابی مریم رضیع الجارود قال کنت بالکوفۃ فقام الحسن بن علیؓ خطیباً فقال یا ایھا الناس رایت البارحۃ فی منامی عجباً رائیت الرب تعالیٰ فوق عرشہ فجاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ قام عند قائمۃ من قوائم العرش فجاء ابوبکر فوضع یدہ علیٰ منکب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء عمر فوضع یدہ علیٰ منکب ابی بکر ثم جاء عثمان فکان بیدہ رأسہ فقال رب سل عبادک فیما قتلونی قال فانبعث من السماء میزابان من دم فی الارض قال فقیل لعلیؓ الا تریٰ ما یحدث بہ الحسن قال یحدث بما رائی۔ (ابویعلیٰ۔ ازالۃ الخفاء)

ابو مریم جو جارود کے رضاعی بیٹے تھے۔ بیان کیا ہے کہ میں کوفہ میں تھا کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ اے لوگو! میں نے آج رات کو ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اللہ تعالےٰ کو عرش کے اوپر دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور عرش کے ایک پایہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ آئے۔ اور انہوں نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے شانہ پر رکھ لیا؟ پھر عثمانؓ آئے۔ اور اس ہیئت سے آئے۔ کہ ان کے ہاتھ میں ان کا سر تھا۔ اور انہوں نے عرض کیا۔ کہ اے میرے پروردگار اپنے بندوں سے پوچھ کہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا۔ پس آسمان سے

پھر حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے شانہ پر رکھ لیا۔

دو پرنالے خون کے زمین کی طرف جاری کر دیئے گئے۔ کسی نے حضرت علی رض سے کہا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے۔ کہ حسن رض کیا بیان کر رہے ہیں۔ حضرت علی رض نے فرمایا۔ کہ جو کچھ اُنہوں نے دیکھا ہے وہ بیان کر رہے ہیں۔

(۲۴) عن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علیؓ ابن ابی طالب وقد سئل عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال افضلھما واستغفر لھما فقیل لہ لعلّ ھذا تقیّہ و فی نفسك خلافہ قال لا نا لتنی شفاعۃُ محمّدٍ صلے اللہ علیہ وسلم ان کنت اقول خلاف ما فی نفسی۔

(ریاض النضرۃ محب الطبری۔ ازالۃ)

حضرت عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ان سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔ کہ میں ان دونوں کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتا ہوں۔ اور ان کے لیے دُعاء مغفرت کرتا ہوں کسی نے ان سے کہا۔ کہ شاید یہ تقیہ ہے۔ آپ کے دل میں ان کے خلاف ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ اگر میں اپنے دل کے خلاف کہتا ہوں۔

(۲۵) عن ابی جعفرٍ انہٗ قال من جھل ابی بکرٍ وعمرٍ جھل السنۃ۔

(ازالۃ الخفاء)

حضرت ابو جعفر امام باقر سے مروی ہے۔ کہ اُنہوں نے فرمایا جس نے حضرت ابو بکر رض و حضرت عمر رض کی فضیلت کو نہ جانا۔ وہ سنتِ رسول ؐ سے جاہل رہا۔

(۲۶) وَسُئِل عن قوم لیبلون ابا بکرٍ وعمر فقال اولئك المرّاقُ۔
(ازالۃ الخفاء)

اور انہوں نے یعنی امام باقرؔ سے پوچھا گیا۔ جو لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتے ہیں۔ وہ کیسے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ وہ بے دین ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک۔)

کراماتِ فاروقیؓ

(۱) عَن نافع عن ابن عمر وجّہ عمر جیشاً ورأس علیھم رجلاً یدعی ساریۃً فبینما عمر رضی اللہ عنہ یخطبُ جعل ینادی یا ساریۃُ الجبل ثلاثاً ثم قدام رسول الجیش فسألہُ عمر فقال یا امیر المؤمنین ھزمنا فبینما نحن کذلک اذ سمعنا صوتاً ینادی یاساریۃ الجبل ثلاثاً فاسندنا ظھورنا الی الجبل فہزمھم اللہ قال قیل لعمر انک تصیح بذالک وذٰلک الجبل الذی کان ساریۃ عندہٗ بنہاوند من ارض العجم۔ (بیہقی۔ ابونعیم۔ لالکائی۔ دارمی۔ ابن الاعرابی۔ خطیب۔ تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ۔ تہذیب الجواہر اللؤلؤیہ۔ شرح اربعین نوویہ۔ مجالس سنیہ۔ شرح عقائد۔ مشکوٰۃ شریف باختلاف الفاظ۔ شرح اربعین نوویہ۔ فتح المبین شرح اربعین۔ حاشیہ شیخ حسن المدابغی۔ واقدی۔ قال ابن حجر اسنادہ حسن)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ساریہ نامی ایک شخص کو سردار لشکر بنا کر جنگ کے لیے بھیجا تھا۔ ایک روز آپ خطبہ بیان فرما رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف) تین دفعہ فرمایا۔ چند روز کے بعد اس لشکر کی طرف سے ایک ایلچی آیا۔ آپ نے اس سے جنگ کے حالات دریافت فرمائے۔ اس نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین ہم کو

ہزیمت ہو چکی تھی۔ کہ اچانک ہم نے تین مرتبہ آواز سُنی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ ہم نے فوراً پہاڑ کی طرف رُخ کیا۔ ہمارا رُخ کرنا تھا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ نے خطبہ میں یاساریۃ الجبل فرمایا تھا۔ تو لوگوں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ کہ ساریہ تو نہاوند واقع ملک عجم میں ہے۔ اور آپ یہاں چیخ رہے ہیں۔ (ابن حجر فی الاصابہ وقال اسنادہ حسن)

(۲) عن میمون بن مہران عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کان عمر یخطب یوم الجمعۃ فعرض عن خطبتہ ان قال یاساریۃ الجبل من استرعی الذئب ظلم فالتفت الناس بعضھم لبعض فقال لھم علی لیخرجن مما قال فلما فرغ سألوہ فقال وقع فی خلدی ان المشرکین ھزموا اخواننا وانھم یمرون بجبل فان عدلوا الیہ قاتلوا من وجہ وان جاوزوا ھلکوا فخرج منی ما تزعمون انکم سمعتموہ فقال جاء البشیر بعد شھر فذکر انھم سمعوا صوت عمر فی ذالک الیوم قال فعدلنا الی الجبل ففتح اللہ علینا۔ (صواعق محرقہ بحوالہ ابن مردویہ)

میمون بن مہران کے طریقہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز خطبہ فرما رہے تھے۔ کہ اچانک آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جا۔ جس شخص نے بھیڑیئے کی حفاظت کی اس نے ظلم کیا۔ لوگ یہ سنکر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔ پتہ لگ جائے گا۔ چنانچہ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے۔

تو لوگوں نے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس وقت میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ مشرکین نے ہمارے بھائی مسلمانوں کو شکست دے دی ہے۔ اور اس وقت وہ پہاڑ کے قریب سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ اس پہاڑ سے پھر گئے۔ تو ایک ایک قتل ہو جائیں گے۔ اور اگر تجاوز کر گئے۔ تو ہلاک ہو جائیں گے۔ لہذا میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ ایک مہینہ کے بعد جب ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا۔ تو اس نے ذکر کیا۔ کہ ہم نے لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی۔ اور ہم پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ خداوند تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

(۳) عن ابن عمر قال قال عمر بن الخطاب لرجل ما اسمك قال جمرة قال ابن من قال ابن شہاب قال ممن قال من الحرقة قال این مسکنك قال الحرۃ قال بایہا قال بذات لظی قال عمر ادرك اھلك فقد احترقوا فرجع الرجل فوجد اھلہ قد احترقوا۔ (موطا امام مالکؒ۔ صواعق محرقہ۔ فوائد لابن القاسم بن بشر۔ ابن درید فی الاخبار المنثورہ۔ ابن الکلبی فی الجامع۔ بستان العارفین)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جمرہ (چنگاری۔ کوئلہ) آپ نے پوچھا باپ کا نام کیا ہے، اس نے کہا شہاب (شعلہ) آپ نے اس سے قبیلہ کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا حرقہ (آگ) آپ نے کہا کس جگہ رہتے ہو۔ اس نے کہا حرّہ (گرمی) میں۔

آپ نے پوچھا۔ وہ کہاں واقع ہے۔ اس نے کہا لظّی (شعلہ) میں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کر۔ وہ جل مرے۔ وہ شخص اپنے گھر گیا۔ تو واقعی دیکھا کہ آگ لگی ہے۔ اور سب جل گئے۔

(۴) عن قیس بن حجّاج قال لما فتحت مصر اتی اہلها عمرو بن العاص حین دخل یوم من اشہر العجم فقالوا ایہا الامیر ان لنیلنا ھذا سنّۃ لا یجری الّا بہا قال وما ذاک قالوا اذا کان احد عشرۃ لیلۃ تخلوا من ھذا الشہر عمدنا الی جاریۃ بکر بین ابویها فارضینا ابویها وجعلنا علیها من الثّیاب والحلیّ افضل مایکون ثم القیناھا فی ھذا النّیل فقال لهم عمرو انّ ھذا لا یکون فی الاسلام ابداً وانّ الاسلام یهدم ما کان قبلہ فاقاموا والنّیل لا یجری قلیلاً ولا کثیراً حتّٰی همّوا بالجلاء فلمّا رایٰ ذاک عمرو کتب الی عمر بن الخطّاب بذلک فکتب لہ ان قد اصبت بالّذی فعلت وانّ الاسلام یهدم ما کان قبلہ وبعث بطاقۃً فی داخل کتابہ وکتب الی عمرو انی قد بعثت الیک بطاقۃ فی فی داخل کتابی فالقها فی النّیل فلما قدم کتاب عمر الی عمرو بن العاص اخذ البطاقۃ ففتحها فاذا فیها من عبد اللّٰہ عمر امیر المؤمنین الی نیل مصر امّا بعد فان کنت تجری من قبلک فلا تجر وان کان اللّٰہ یجریک فاسئل اللّٰہ الواحد القهار ان یجریک فالقی البطاقۃ عمرو فی النّیل قبل الصّلیب بیوم

فاصبحوا وقد اجراہ اللہ ستۃ عشر ذراعًا فی لیلۃ واحدۃ فقطع اللہ تلک السنۃ عن اہل مصر الی الیوم۔ (ابوالشیخ۔ صواعق محرقہ۔ تہذیب الجواہر اللؤلؤیہ شرح اربعین حدیثاً نوویۃ للجردانی مجالس سنیہ شرح اربعین نوویہ۔ برحاشیہ فتح المبین شرح اربعین۔ اسلام کی پانچویں کتاب مولانا رحیم بخش صاحب)

قیس بن حجاج روایت کرتے ہیں۔ کہ جب مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ تو ایک مقررہ دن جو اہل عجم کے یہاں تھا۔ اس روز لوگوں نے آکر حضرت عمرو بن عاص سے عرض کیا۔ کہ ہماری کھیتی باڑی کا مدار دریائے نیل پر ہے۔ اور دریائے نیل جب خشک ہو جاتا ہے۔ تو ایک سنت قدیمہ کے بغیر جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا۔ وہ سنت قدیمہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ جب چاند کی گیارہویں تاریخ ہوتی ہے۔ تو ہم ایک باکرہ لڑکی کا انتخاب کرکے اس کے والدین کو راضی کر لیتے ہیں۔ اور اس کو کپڑے اور زیور جو سب سے افضل ہوتا ہے پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص نے جواب دیا۔ کہ اسلام میں یہ لغو باتیں نہیں ہیں۔ اسلام تو ان اباطیل اور واہموں کو جو اسلام سے قبل ہوتے تھے مٹانے آیا ہے۔ چنانچہ یہ فعل نہ کیا گیا۔ اور دریائے نیل بند ہو گیا۔ بعض اہل مصر نے ترک سکونت کا ارادہ کر لیا۔ جس وقت حضرت عمرو بن عاص نے یہ دیکھا۔ تو فوراً ایک خط حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں اس اطلاع

کا روانہ کیا۔ حضرت فاروق رضؓ نے جواب میں لکھا۔ کہ تم نے بہت اچھا جواب دیا۔ کہ اسلام ان لغو باتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ اس لیے میں اس خط کے ساتھ ایک اور رقعہ بھی ملفوف کرتا ہوں۔ اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط آیا۔ تو حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر نے اس رقعہ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ خدا کے بندہ امیر المؤمنین عمرؓ کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو۔ کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے۔ تو مت جاری ہو۔ اور اگر تجھے اللہ واحد قہار جاری فرماتا ہے۔ تو میں اللہ واحد قہار ہی سے سوال کرتا ہوں۔ کہ تجھے جاری کر دے۔ فقط۔ حضرت عمرو بن العاص نے اس رقعہ کو صلیب ستارے کے طلوع ہونے سے ایک روز قبل دریائے نیل میں ڈلوا دیا جس وقت اہل مصر صبح کو سوتے ہوئے اٹھے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ اس کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ایک ہی رات میں اتنا جاری کر دیا۔ کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ آیا۔ اور اسی روز سے اہل مصر کا یہ دستور بھی خداوند تعالیٰ نے منقطع کر دیا۔

(۵) عن طارق ابن شہاب قال ان کان الرجل لیحدث عمر بالحدیث فیکذبہ الکذبۃ فیقول احبس ھذہٖ ثم یحدثہ بالحدیث فیقول لہٗ احبس ھذہ فیقول لہٗ کل ما حدثتک الا ما امرتنی ان احبسہٗ۔ (ابن عساکر۔ صواعق محرقہ)

طارق بن شہاب سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ

سے کچھ جھوٹی بات کہی۔ تو آپ نے فرمایا چپ رہ۔ اس نے پھر اور بات کہی۔ آپ نے فرمایا چپ رہ۔ اس شخص نے عرض کیا۔ کہ جو کچھ میں آپ سے کہتا ہوں۔ وہ سچ ہوتا ہے۔ مگر جس بات پر آپ نے مجھے چپ رہنے کا حکم دیا۔ وہ فی الواقع غلط تھی۔

(۶) عن الحسین قال ان کان احد یعرف الکذب اذا حدث به انه کذب فهو عمر بن الخطاب۔ (ابو الشیخ۔ صواعق محرقہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جھوٹ کو پہچان جاتا تھا۔ تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

(۷) عن ابی عذبة الحمصی قال اخبر عمر ان اهل العراق قد حصبوا امیرهم فخرج غضبان فصلّی فسها فی صلاته فلمّا سلّم قال اللّهم انهم قد لبسوا علیّ فالبس علیهم وعجّل الیهم بالغلام الثقفی یحکم فیهم بحکم الجاهلیة لا یقبل من محسنهم ولا یتجاوز عن مسیئهم قال ابن لهیعة وما ولد الحجاج الّا یومئذٍ۔ (بیہقی فی دلائل النبوۃ۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابو عذبہ حمصی سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی۔ کہ اہل عراق نے جو ان پر امیر تھا سنگسار کر دیا ہے۔ آپ غصہ میں بھرے ہوئے گھر سے نکلے۔ نماز پڑھی۔ اور اس میں بھول گئے۔ سلام پھیر کر آپ نے دعا کی۔ الٰہی! اگر ان لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ تو آپ ان کو وبال میں گرفتار کیجئے۔ اور ان پر قبیلۂ بنی ثقیف

کا ایک لونڈا مسلط کر دیجئے۔ جو اُن پر زمانۂ جاہلیت کی سی حکومت کرے۔ اور نہ ان کے نیک کو قبول کرے۔ اور نہ بد سے خطا کو معاف کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انّہٗ قال اتت زلزلۃٌ عظیمۃ فی زمن عمر حتّٰی کادت الجبال ان تقع علٰی وجہ الارض و ذلک عقب الفصل الّذی یسمّونہٗ فصل عمواس فضرب عمر الارض بدرّتہٖ وقال لہا اُسکنی انا اعدل ان لّم اکن انا عدلًا فویل لعمر فسکنت ولم یات مثلہا بعدھا۔

(مجالس سنیہ شرح اربعین نوویہ لاحمد الفشنی۔ تہذیب جواہر اللؤلویہ شرح اربعین نبویہ للشیخ محمد جردانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں زلزلۂ عظیم آیا۔ قریب تھا کہ پہاڑ بھی گر پڑیں۔ اور یہ واقعہ عمواس کے بعد ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا درّہ زمین پر مارا۔ اور فرمایا۔ اے زمین ٹھہر جا۔ میں عدل کرتا ہوں۔ اور اگر میں عادل نہیں ہوں۔ تو عمرؓ تباہ ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دُرّہ مارنے سے اور یہ بات کہنے سے زمین ساکن ہو گئی۔ پھر اس قسم کا حادثہ پیش نہیں آیا۔

(۹) عن ابن عباس قال کانت تأتی نارٌ کل عامٍ الی المدینۃ

الشریفۃ فشکا المسلمون ذٰلک لسیدنا عمر فقال لغلامہ خذ ھذا الرداء فلما جاءت النار فصحت المسلمون فاخذ الغلام الرداء وخرج بہ الیٰ ظاھر المدینۃ وفردہ علیٰ وجھہ کما امر سیدہٗ و قال یا نار ارجعی ھذا رداء عمر بن الخطاب فرجعت فی الحال و لم تعد (مجالس سنیہ ۔ تہذیب جواہر اللؤلؤیہ ۔ حاشیہ فتح المبین شرح اربعین) ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف ہر سال ایک بہت بڑی تیز آیا کرتی تھی مسلمانوں نے اس بات کی شکایت سیدنا عمرؓ سے کی حضرت عمرؓ نے اپنے غلام کو کہا میری یہ چادر لے جا۔ جب آگ آئے تو اس چادر کو منہ پر ڈال کر آگ کی طرف منہ کر کے کہنا۔ کہ اے آگ یہ عمرؓ کی چادر ہے۔ یہ دیکھ کر آگ فوراً واپس لوٹ جائے گی۔ جب آگ آئی۔ تو سارے مسلمان چیخ اٹھے۔ اور شور و غوغا کرنے لگے۔ مسلمانوں کی چیخ و پکار سنکر وہ غلام چادر پکڑ کر مدینہ منورہ کے باہر نکلا اور منہ پر ڈال کر کہنے لگا۔ اے آگ یہ عمر فاروقؓ کی چادر ہے۔ کچھ ہوش کر۔ چنانچہ غلام کے ایسا کرنے سے وہ آگ فوراً لوٹ گئی۔ اس کے بعد پھر نہیں آئی۔

نصائح فاروقی

(۱) عن عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ قال لبعض اخوانہ اوصیک لستّۃ اشیاءَ :-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائیوں ~~کے اپنے بھائیوں~~ میں سے کسی بھائی کو کہا ہیں تجھے چھ باتوں کی وصیّت کرتا ہوں :-

۱- ان اردت ان تقع فی احدٍ وّ تذمّہ فذم نفسک فانّک لا تعلم احداً اکثر عیوباً منہا۔

اگر تو کسی کی بد گوئی اور مذمت کرنا چاہے، تو اپنے نفس کی کر۔ کیونکہ تجھے اپنے عیب سب سے زیادہ معلوم ہیں۔

۲- وان اردّت ان تعادی احداً فعاد البطن فلیس لک عدآوۃ اعدیٰ منہا۔

اگر تو کسی سے دشمنی کرنا چاہے تو اپنے پیٹ سے کر۔ کیونکہ وہ تیرا سب سے زیادہ دشمن ہے۔

۳- وان اردت ان تحمد احداً فاحمد اللہ فلیس احد اکثر منہ منّۃ علیک۔

اور اگر تو کسی کی تعریف کرنا چاہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی تعریف کر۔ کیونکہ اس کے احسانات تجھ پر بہت ہیں۔

۴۔ وان اردت ان تترک شیئًا فاترک الدنیا فانک ان ترکتھا فانک محمودٌ والا ترکتک وانت مذموم۔

اور اگر تو کسی چیز کو چھوڑنا چاہے۔ تو ترکِ دنیا کر۔ کیونکہ اگر تو اس کو چھوڑ دیگا۔ تو تو محمود ہے۔ اگر تجھے دنیا چھوڑ دے تو تو مذموم ہوگا۔

زالِ دنیا چوں عروس آراستہ است
ہر دو روزے شوئے دیگر خواستہ است

۵۔ وان اردت ان تستعد لشئٍ فاستعد للموت فانک ان لم تستعد بہٖ حل بک الخسوان والندامۃُ۔

اور اگر تو کسی چیز کی تیاری کرنا چاہتا ہے۔ تو موت کی تیاری کر۔ کیونکہ اگر تو نے موت کی تیاری نہ کی۔ تو تجھے خسارہ پڑے گا۔ اور ندامت و شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔

۶۔ وان اردت ان تطلب شیئًا فاطلب الاٰخرۃ فلست تنالھا الا بان تطلبھا۔

اور اگر تو کسی چیز کو طلب کرنا چاہتا ہے۔ تو آخرت کو طلب کر۔ کیونکہ تو اس کو بغیر طلب کرنے کے پا نہیں سکتا۔ (مجالس سنیہ)

(۲) عن عمر رضی اللہ عنہ (۱) قال کرمکم فی تقواکم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بزرگی تقوٰے میں ہے۔

۲۔ شرفکم غناکم۔ شرف دل دل کے غنا سے ہے۔

۳۔ احسابکم اخلاقکم۔ حسب خلق میں ہے۔ (بستان العارفین)

(۳) واذا بلغہ عن احد منہم انہ لا یعود المریض ولا یدخل علی الضعیف عزلہ ودخل علیہ عامل لہ فوجدہ رضی اللہ عنہ مستلقیاً وصبیانہ یلعبون علی بطنہ فانکر ذلک فقال لہ عمر رضی اللہ عنہ کیف انت مع اھلک قال اذا دخلت علیہم سکت الناطق فقال لہ اعتزل عنا فانک لا ترفق باھلک وولدک فکیف ترفق بامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تہذیب الجواہر اللؤلؤیۃ)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتا۔ کہ میرا عامل کسی کی بیمار پُرسی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ضعیف کی مدد کرتا ہے۔ تو اس کو معزول کر دیتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک عامل آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ حضرت فاروق رضؓ لیٹے ہوئے ہیں۔ اور چھوٹے بچے ان کے پیٹ پر چڑھ کر کھیل رہے ہیں۔ تو اس عامل نے اس بات کو بُرا محسوس کیا۔ اس کی طبیعت کو بھانپ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم اپنے گھر میں کس طرح معاملہ کرتے ہو۔ وہ عامل کہنے لگا۔ میں تو جب گھر میں داخل ہوتا ہوں۔ میرا گھر والوں پر اتنا رُعب ہوتا ہے۔ کہ مجھے دیکھ کر جو گھر میں باتیں کرتا ہو چُپ ہو جاتا ہے۔ اور سناٹا چھا جاتا ہے۔ یہ سُنکر حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا۔ دور ہو جا۔ جب تو اپنے اہل و عیال و اطفال سے نرمی نہیں برتتا۔ تو تو اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا شفقت اور پیار کرے گا۔

موافقاتِ فاروقی

(۱) عن مجاھد قال کان عمر یریٰ الرّای فینزل بہ القرآن (ابن مردویہ)

حضرت مجاہد رحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو کوئی رائے دیتے تھے، قرآن شریف اسی کے موافق نازل ہوتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) عن علیؓ رضی اللہ عنہ انّ فی الفرقان لرأیاً من رائی عمر۔

(ابن عساکر۔ صواعق محرقہ)

حضرت علی فرماتے ہیں قرآن مجید میں اکثر سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی رائیں ہیں۔

(۳) عن ابن عمر مرفوعًا ما قال الناس فی شیٔ وقال فیہ عمر الّا جاء القرآن بنحو ما یقول عمر۔ (ابن عساکر۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور تھی۔ اور حضرت فاروق رضؓ کی دوسری۔ تو قرآن شریف حضرت فاروق رضؓ کے قول کے موافق ہوتا۔

(۴) عن عمر قال وافقت ربّی فی ثلاث۔ قلت یارسول اللہ لو اتّخذنا من مقام ابراھیم مصلّی فنزلت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّیٰ وقلت یارسول اللہ یدخل علےٰ نساءک البرّ

والفاجر فلو امرتهنّ تحتجبن فنزلت آیۃ الحجاب واجتمع نساء النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغیرۃ فقلت عسیٰ ربّہٗ ان طلقکن ان یبدلہٗ ازواجًا خیرًا منکنّ فنزلت کذلک۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم۔ صواعق محرقہ)

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میرے رب نے میری رائے سے تین موقعوں پر موافقت کی۔ اوّل میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے۔ اس کے بعد ہی آیہ کریمہ واتخذوا الخ اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ پکڑو) نازل ہوئی۔ دوسرے میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے جاتے ہیں۔ آپ انہیں پردہ کا حکم دیتے۔ اس کے بعد ہی پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ تیسرے جب ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیرت دلانے میں سب شریک ہوگئیں۔ تو میں نے کہا۔ عسیٰ ربّہ الخ اس کے بعد بالکل ٹھیک یہی الفاظ قرآن شریف میں نازل ہوئے۔

(۵) عن سالم عن عمر قال وافقت ربّی فی ثلاث فی الحجاب وفی أساری بدر وفی مقام ابراھیم۔ (صواعق محرقہ)

حضرت سالم حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے تین باتوں میں اپنے رب تعالیٰ سے موافقت کی۔

(۱) پردہ کے بارے میں (۲) بدر کے اسیروں کے بارے میں (۳) اور مقام ابراہیم میں۔ اس حدیث سے چوتھی خصلت یعنی معاملۂ قیدیان جنگِ بدر بھی معلوم ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۶) تحریم الخمر۔ اَن عمر قال اللّٰھم بیّن لنا فی الخمر بیانا شافیاً فانزل اللہ تحریم الخمر۔ (اصحاب سنن۔ صواعق محرقہ۔ مستدرک حاکم)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُعا کی۔ الٰہی شراب کے بارے میں ہمارے واسطے شافی بیان کیجیۓ۔ اس کے بعد شراب کے حرام ہونے پر آیۂ کریمہ نازل ہوگئی۔

اس حدیث سے پانچویں بات تحریم شراب پائی گئی۔

(۷) فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ عن انس قال قال عمر وافقت ربّی فی اربع نزلت ھٰذہ الآیۃ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین الخ (ابن ابی حاتم فی تفسیرہ۔ صواعق محرقہ)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے چار باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ جب آیہ کریمہ لقد خلقنا الانسان الخ نازل ہوئی۔ تو میری زبان سے فوراً نکلا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس کے بعد یہی آیت نازل ہوگئی۔

اس حدیث سے چھٹی بات معلوم ہوگئی۔

(۸) قصّۃ عبد اللہ بن ابی۔ عن عمر قال لمّا توفّی عبد اللہ بن اُبیّ

دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للصلاۃ علیہ فقام الیہ فقمت حتیٰ وقفت فی صدرہ فقلت یا رسول اللہ اعلیٰ عدو اللہ ابیّ القائل یوم کذا وکذا وکذا وکذا فواللہ ما کان الا یسیراً حتیٰ نزلت ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً۔ (صواعق وغیرہ)

حضرت عمر فرماتے ہیں جب عبد اللہ بن ابی منافق مرا۔ تو رسول اللہ کو نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ چلنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ تو میں بھی کھڑا ہوا۔ مگر میں نے جناب کے چہرہ مبارک سے کچھ سمجھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دشمن عبد اللہ بن ابی پر نماز جنازہ، حالانکہ وہ ایک روز ایسا کہہ رہا تھا۔ اللہ کی قسم ابھی تھوڑی دیر گذری تھی۔ کہ آیہ کریمہ لاتصل علیٰ احد منھم مات ابداً نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۹) قصۃ الاستغفار۔ عن ابن عباس قال لما اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاستغفار لقوم من المنافقین قال عمر سواءٌ علیھم فانزل اللہ سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم الآیۃ (طبرانی۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی ایک قوم کے حق میں دعا مغفرت زیادہ مانگنے لگے۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا۔ سواء علیھم۔ تو یہی آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۰) الاستشارۃ فی الخروج الیٰ بدرٍ۔ وذٰلک انّہٗ صلی اللہ علیہ وسلّم استشار اصحابہ فی الخروج الیٰ بدرٍ فاشار عمر بالخروج فنزل قولہٗ تعالیٰ کما اخرجک ربّک من بیتک بالحق وانّ فریقاً من المومنین لکارھون۔

یعنی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے جنگ بدر کے واسطے نکلنے کا مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکلنے کا مشورہ دیا۔ تب ہی آیت کما اخرجک نازل ہوئی۔

(۱۱) الاستشارۃ فی قصّۃ الافک۔ وذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم لمّا استشار الصّحابۃ فی قصّۃ الافک قال عمر من زوّجکہا یا رسول اللہ قال اللہ قال افتظنّ انّ ربّک دلس علیک فیہا سبحانک ھٰذا بہتان عظیم فنزلت کذلک۔ (صواعق محرقہ)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیّدہ عائشہ صدیقہ کے متعلق صحابہ سے مشورہ لیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور کیا آپ گمان کرتے ہیں۔ کہ آپ کے رب نے آپ کو عیب دار چیز دی ہوگی۔ سبحانک ھٰذا بہتان عظیم۔ پس اسی طرح آیت نازل ہوگئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۲) قِصّۃٌ فی الصّیام لمّا جامع زوجتہٗ۔ لمّا جامع زوجتہٗ بعد الانتباہ وکان ذلک محرّمًا فی اوّل الاسلام فنزل اُحلّ لکم لیلۃ الصّیام الرّفث الیٰ نسائکم۔ (احمد۔ مشکوٰۃ)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں بیدار ہونے کے بعد جماع کیا۔ کیونکہ شروع اسلام میں یہ حرام تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے احل لکم الخ نازل فرمائی۔

(۱۳) قولہ تعالیٰ من کان عدو لجبریل۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ اَنَّ یہودیاً لقی عمر فقال انّ جبرائیل الذی یذکر صاحبکم عدوٌّ لنا فقال عمر من کان عدو اللّٰہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکائیل فانّ اللّٰہ عدوٌّ للکافرین فنزلت علیٰ لسان عمر۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے روایت ہے۔ کہ ایک یہودی کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس یہودی نے کہا۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جس کا ذکر تمہارے نبیؐ کرتے ہیں۔ وہ ہمارا دشمن ہے۔ یہودی کی یہ بات سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ من کان عدو للہ الخ بس ٹھیک یہی الفاظ قرآن کریم میں اللہ پاک کے نازل فرمادیئے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۴) فلا وربک لا یؤمنون الایہ۔ عن ابی الاسود قال اختصم رجلان الی النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم فقضی بینہما فقال الذی قضی علیہ رادّنا الی عمر بن الخطاب فاتیا الیہ فقال الرجل قضی لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علیٰ ھذا فقال ردّنا الی عمر فقال اکذالک قال نعم فقال عمر

مُکَا نکما حتیّٰ اخرج الیکما فخرج الیھما مشتملاً علیٰ سیفہٖ فضرب الذی قال ردّنا الیٰ عمر فقتلہٗ وادبر الآخر فقال یا رسول اللہ قتل عمر واللہ صاحبی فقال ماکنت اظن ان یجترئ عمر علیٰ قتل مؤمنٍ فانزل اللہ فَلا وربّک لایؤمنون حتّٰی یحکّموک الاٰیۃ۔ (ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ صواعق محرقہ)

حضرت ابوالاسود سے روایت ہے۔ کہ دو آدمی جھگڑا کر انصاف کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ جس کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا تھا۔ اس نے کہا چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں۔ چنانچہ یہ گئے۔ اور جس کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا فیصلہ اسطرح کیا تھا۔ مگر اس نے یہ کہا۔ کہ حضرت عمرؓ کے پاس چلو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا۔ اس طرح ہوا۔ ذرا ٹھہرو۔ آتا ہوں۔ آپ اندر سے تلوار لائے۔ اور اس شخص کو جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو رد کر دیا تھا قتل کر ڈالا۔ اور فرمایا۔ ھٰذَا قَضَاءُ مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس کا فیصلہ یہی ہے۔ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا۔ اور دوسرا بھاگا۔ اور اس نے اس واقعہ کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے تو عمرؓ سے ایسی امید نہیں۔ کہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کر سکے۔ اس پر اللہ تعالے نے آیت فلا وربک لا یومنون الآیہ نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۵) اَلْاِسْتِیْذَانُ فِی الدُّخُوْلِ ۔ وَذٰلِکَ اَنَّہٗ دَخَلَ علیہ غُلَامُہٗ وکان نائمًا فقال حَرِّمِ الدُّخُول فنزلت آیۃ الاستیذان ۔ (صواعق محرقہ)

گھر میں آنے کے لیے اذن چاہنا۔ اس کا قصّہ اس طرح ہے۔ کہ آپ ایک روز سو رہے تھے۔ اور آپ کا غلام بے دھڑک اندر چلا آیا۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! بغیر اجازت کے اندر آنا حرام کر دو۔ فوراً آیت استیذان نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۶) مُوَافَقَتُہٗ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ۔ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ ابنِ عساکر فی تاریخہٖ عن جابرٍ وقصّہا مذکورۃ فی اسباب النزول)

(۱۷) آپ کا یہ فرمانا۔ کہ قوم یہود مبہوت قوم ہے۔ اس کے موافق آیت کا نازل ہونا۔

(۱۸) آیت الشیخ والشیخۃ اِذَا زَنِیَا کا منسوخ التلاوۃ ہونا۔

(۱۹) جنگ اُحد میں ابوسفیان کے جواب میں جبکہ اس نے اَفِی الْقَوْمِ فَلَانٌ کہا تھا۔ فرمانا کہ لَا تُجِیْبُہٗ ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر موافقت فرمانا۔

سیوطی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس قصّہ کو احمد نے اپنے مسند میں بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اسی قصّہ کے ساتھ اس قصّہ کو احمد نے اپنے مسند میں بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسی قصّہ کے ساتھ اس

قصہ کو جس کو عثمان بن سعید الدارمی نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں من طریق
بن شہاب عن سالم شہاب عن سالم کے طریق سے بیان کیا ہے ضم کر لینا
چاہیے ۔ وَھُوھٰکَذَا ان کعب الاحبار قال ویل لملک الارض من
ملک السماء فقال عمر الا من حاسب نفسہٗ فقال کعب الاحبار
وَالذی نفسی بیدہٖ انہا فی التوراۃ ھکذا فخر عمر ساجدًا ۔

یعنی کعب احبار نے کہا ۔ کہ آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر
افسوس کرتا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ مگر اس بادشاہ پر نہیں ۔ جس نے
اپنے نفس کو قابو میں رکھا ۔ اس کو سنکر کعب احبار نے کہا ۔ واللہ
توریت میں یہی الفاظ موجود ہیں ۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سجدہ
میں گر پڑے ۔ (تاریخ الخلفاء)

(۲) موافقتہٗ فی بعض الاذان ۔ عن ابن عمر انّ بلالًا کان
یقول اذا اذّن اشہد ان لّا الٰہ الّا اللہ حیّ علی الصلوٰۃ فقال
لہٗ عمر قل فی اثرھا اشہد انّ محمّدًا رسول اللہ فقال
رسول اللہ قل کما قال عمرؓ ۔ (ابن عدی فی الکامل حدیث ضعیف)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے ۔ کہ اوّل جب حضرت بلالؓ
اذان دیا کرتے تھے ۔ تو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد حی علی الصلوٰۃ کہا
کرتے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ کہ تم اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد
اشہد ان محمد رسول اللہ کہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔
جس طرح حضرت عمرؓ کہتے ہیں اسی طرح کہو ۔ (تاریخ الخلفاء)

قضایائے فاروقیؓ

(۱) آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کا اکثر معمول تھا۔ ایک رات آپ نے ایک عورت کو دیکھا۔ کہ دروازہ بند کیے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:۔

(ترجمہ اشعار) یہ رات بڑھ گئی۔ اور ستارے چمک رہے ہیں۔ مجھے یہ بات جگا رہی ہے۔ کہ میرے پاس کوئی ایسا نہیں۔ جس کے ساتھ میں کھیلوں۔ واللہ اگر اللہ تعالےٰ کے عذاب کا خوف ہوتا تو البتہ اس چارپائی کی چولیں ہلتی ہوتیں۔ لیکن میں اس نگہبان اور موکل سے ڈرتی ہوں۔ کہ جس کا کاتب کسی وقت نہیں بہکتا۔ مجھے خوفِ خدا اور حیا منع کرتی ہے۔ اور میرا خاوند ایسا بزرگ ہے۔ کہ اس کی سواری پر سوار ہونے کا کوئی قصد نہ کرے۔

آپ نے فوراً دوسرے ہی روز غزدوں میں اپنے عمّال کو لکھ بھیجا۔ کہ کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ میدانِ جنگ میں نہ رہنے پائے۔

(۲) حکم بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا۔ کہ کسی کو حد میں اس طرح دُرّے نہ لگائے جائیں کہ اس کو پھر شیطان بہکا کر حلقۂ کفار میں داخل کردے۔ (تاریخ الخلفا بحوالہ مصنّف ابن ابی شیبہ)

(۳) شعبی رحؒ سے روایت ہے کہ قیصر روم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ کہ میرا ایلچی جو آپ کے پاس سے گیا۔ تو اس نے مجھے یہ اطلاع دی ہے۔ کہ آپ کے پاس ایک درخت ہے۔ کہ وہ کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوا۔ اس کی صورت گدھے کے کان کے مشابہ ہے۔ جس وقت وہ پھٹتا ہے۔ تو اس میں سے موتی کے سے دانے نکل پڑتے ہیں۔ پھر وہ سبز ہوتا ہے۔ تو سبز زمرد بن جاتا ہے۔ پھر سُرخ ہوتا ہے۔ تو یاقوت سُرخ بن جاتا ہے۔ اور اگر پختگی پہ پہنچتا ہے۔ تو پک کر عمدہ فالودہ ہوجاتا ہے۔ اور پھر خشک ہوجاتا ہے۔ تو مقیم کی غذا اور مسافر کی زادِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اگر میرا قاصد سچ بولتا ہے۔ تو میرے نزدیک یہ جنت کا ایک درخت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ یہ خط عمر امیر المومنین کی طرف سے قیصر روم کی طرف ہے۔ تمہارے قاصد نے سچ کہا۔ وہ درخت ہمارے یہاں موجود ہے۔ یہ وہی درخت ہے۔ کہ جس وقت علیٰ نبینا وعلیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے پیدا کیا تھا۔ تجھے چاہیے کہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرا کرے۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ بنائے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مثال خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم علیہ السلام کی۔ کہ ان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۴) امر عمالہٗ منھم سعد بن ابی وقاص فکتبوا اموالھم فشاطرھم فیھا اخذ نصفھا وابقیٰ لھم نصفھا۔ (ابن سعد۔ صواعق محرقہ)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے اپنے مال کی ایک ایک فہرست بھیج دیں۔ انہیں عمال میں سے سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ جب انہوں نے فہرست بھیج دی۔ تو اس کو نصفا نصفی کرکے ایک حصّہ خود لے لیا۔ اور ایک ایک حصّہ انہیں چھوڑ دیا۔

امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دستور تھا۔ کہ جب کسی عامل کو مقرر کرتے تو اس کے مال کی فہرست لکھ لیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۵) امام شعبیؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ میرا خاوند دن کو روزے رکھتا ہے۔ اور رات کو شب بھر نماز پڑھتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا شوہر تو قابل تعریف ہے۔ پاس ہی کعب بن سوار بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اے امیر المومنین یہ تعریف کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں؟ کعب بن سوار نے کہا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ شوہر پر عورت کا بھی حق ہے۔ اور یہ حق زناشوئی ادا نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب میں سمجھ گیا۔ ان میں انصاف کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا۔ یا امیر المومنین۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لیے چار عورتوں تک حلال رکھی ہیں۔ اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات ایک عورت کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔ (تاریخ الخلفا بحوالہ مصنف عبدالرزاق)

(۶) ابنِ جریج فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ایک دوست نے خبر دی۔ کہ ایک رات عمرؓ شب گشت میں تھے۔ کہ ایک عورت کی آواز سُنی۔ جو چند اشعار پڑھ رہی تھی۔ آپ نے سُنکر فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے۔ اس کی محبّت اور اشتیاق میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تُو نے بُرے کام کا ارادہ تو نہیں کر لیا۔ اس نے کہا۔ معاذ اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے نفس پر قادر رہ۔ میں صبح ہی اس کو بُلاتا ہوں۔ چنانچہ صبح ہی آپ نے قاصد کو روانہ کر دیا۔ اور اس کے بعد اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے ایک مشکل آپڑی ہے۔ تم اسے حل کر دو۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عورت کو اپنے شوہر کی کتنے دنوں تک ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شرم کے مارے اپنا سر نیچا کر لیا۔ اور شرما کے چُپ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خداوند تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا۔ کہ تین یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ چار مہینہ سے زیادہ میدانِ جنگ میں کسی کو نہ روکا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۷) عن جابرٍ انہٗ شکا الی عمرَ ما یلقیٰ من النساء فقال عمر انّا لنجد ذٰلک حتّی انّی لاُرید الحاجۃ فتقول لی ما تذھب الّا الی فتیات بنی فُلانٍ فتنظر الیھنّ فقال لہٗ عبد اللہ بن مسعود ما یکفیک اَنّ ابراھیم علیہ السّلام شکا الی اللہ خلق سارۃ فقیل لہٗ انّھا خلقت من

ضلع اعوج فالبسها علی ما کان فیہا مالم ترعلیہا حرمۃ فی دینہا۔ (صواعق محرقہ)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی بیویوں کے طعنہ طنز کی شکایت کی۔ کہ تم کیا شکایت کرتے ہو۔ میں خود اس میں مبتلا ہوں۔ حتی کہ میں اگر کسی ضرورت سے باہر جاتا ہوں۔ تو مجھ سے کہا جاتا ہے۔ کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لیے جاتے ہو۔ کام کاج کچھ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ مسعود بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یا امیر المومنین۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنے رب کے یہاں حضرت سارہؓ کی بدخلقی کی شکایت کی تھی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب ملا تھا۔ کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں جہاں تک ہو سکے حتی الامکان انکو نباہنا چاہیے۔ تاوقتیکہ ان کے دین میں کوئی خرابی نہ دیکھی جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۷) عن عکرمۃ بن خالد دخل علیہ ابن لہٗ علیہ ثیابٌ حسنۃٌ قضویۃ بالدرۃ حتی ابکاہٗ فقال رأیتہٗ قد اعجبتہٗ نفسہٗ فاحببت ان اُصغّرہا الیہ۔ (صواعق محرقہ)

حضرت عکرمہ بن خالد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے بالوں میں کنگھا کیے ہوئے اور اچھی پوشاک پہنے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے اتنے دُرّے مارے۔ کہ وہ رونے لگا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کہ آپ نے

اس کو کس قصور پر مارا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا۔ کہ اس میں تکبر آ گیا ہے۔ لہٰذا میں نے اس کے تکبّر و غرور کو توڑ دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

(۸) لیث بن سلیم سے روایت ہے۔ کہ حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا۔ کہ تم کسی کا نام حَکَمْ یا اَبُوالحَکَمْ۔ مت رکھو۔ کیونکہ حَکَمْ خود خداوند تعالیٰ ہی ہے۔ اور کسی راستہ کا نام سکّہ مت رکھو (تاریخ الخلفاء)

(۹) حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ سب سے اوّل جو خطبہ حضرت عمرؓ نے پڑھا وہ یہ تھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہیے کہ میں تمہارے ساتھ مبتلا ہو گیا ہوں۔ اور تم میرے ساتھ مبتلا ہو گئے ہو۔ میں اپنے دوستوں کے بعد خلیفہ ہو گیا ہوں۔ جو لوگ ہمارے پاس موجود ہیں۔ وہ ہمارے نفسوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور جو غائب ہیں۔ ان پر ہم اہل قوّت و امانت کو مقرر کرینگے۔ جو شخص نیکی کرے گا۔ ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں گے۔ اور جو بدی کرے گا۔ ہم اس کو سزا دینگے۔ خداوند تعالےٰ ہماری تمہاری بخشش فرمائیں۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۰) حضرت جبیر بن حویرث سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے دفتر قائم کرنے کے لیے تمام مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا۔ کہ ہر سال جو کچھ آپ کے پاس مال جمع ہو۔ اس کو تقسیم کر دیا کیجیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مال اس قدر زیادہ ہے۔ کہ اگر اس کو تقسیم کیا جائے۔ تو یہ معلوم ہونا مشکل ہے۔ کہ کسے پہنچا۔ اور کون رہ گیا۔ لہٰذا خوف ہے۔ کہ کہیں گڑبڑ نہ مچ جائے۔ ولید بن

ہشام بن مغیرہ نے کہا۔ یا امیر المومنین میں ملک شام میں گیا ہوں۔ اور وہاں بادشاہوں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ اور شہروں کو خوب آباد کر رکھا ہے۔ یہ آپ کو پسند آیا۔ اور آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور عقیل بن ابوطالب۔ مخرمہ بن نوفل۔ جبیر بن مطعم جو قریش کا نسب نامہ خوب جانتے تھے۔ بلا کر فرمایا۔ کہ تم لوگوں کے نام علی قدر مراتب لکھ کر لاؤ۔ چنانچہ وہ اس طرح لکھ لائے۔ کہ بنی ہاشم سے لکھنا شروع کیا۔ ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم کو لکھا۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کو۔ آپ نے فرمایا۔ اس طرح لکھو۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے شروع کرو۔ پھر جو ان کے قریب ہیں۔ ان کو لکھو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حتیٰ کہ میرا نام آخر میں لکھو۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۱) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہؓ کو لکھا۔ کہ لوگوں کی تنخواہیں اور عطیات تقسیم کردو۔ انہوں نے لکھا۔ کہ میں نے تقسیم کر دیا۔ مگر ابھی مال بہت باقی ہے۔ حضرت فاروق رضؓ نے لکھا۔ کہ یہ مال غنیمت ہے۔ جو انہیں اللہ تعالےٰ نے دیا ہے۔ انہیں پر تقسیم کردو۔ یہ عمرؓ کا یا اس کی اولاد کا نہیں ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

آپ کی خلافت راشدہ میں

وفات پانے والے صحابہؓ

۱۔ حضرت عتبہ بن غزوان
۲۔ حضرت علاء حضرمیؓ
۳۔ حضرت قیس بن سکن
۴۔ حضرت ابو قحافہ والد صدیق اکبر
۵۔ حضرت سعد بن عبادہ
۶۔ حضرت سہیل بن عمرو۔
۷۔ حضرت ابن ام مکتوم
۸۔ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ
۹۔ حضرت عبدالرحمان
۱۰۔ حضرت زبیر بن العوام کے بھائی
۱۱۔ حضرت قیس بن صعصعہ
۱۲۔ حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
۱۳۔ اور ان کے بھائی سفیان
۱۴۔ ام المومنین حضرت قبطیہ
۱۵۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح
۱۶۔ حضرت معاذ بن جبل۔
۱۷۔ حضرت یزید بن ابی سفیان۔
۱۸۔ حضرت شرجیل بن حسنہ۔
۱۹۔ حضرت فضل بن عباس۔
۲۰۔ حضرت ابو جندل بن سہیل
۲۱۔ حضرت ابو مالک اشعری
۲۲۔ حضرت صفوان بن معطل
۲۳۔ حضرت ابی بن کعب۔
۲۴۔ حضرت بلال مؤذن رسول
۲۵۔ حضرت اُسید بن حضیر۔
۲۶۔ حضرت براء بن مالک
۲۷۔ حضرت انس کے بھائی
۲۸۔ حضرت ام المومنین زینب
۲۹۔ حضرت عیاض بن غنم
۳۰۔ حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔

۳۱۔ حضرت خالد بن الولید
۳۲۔ حضرت جارود سیّد بنی عبد القیس
۳۳۔ حضرت نعمان بن مقرن۔
۳۴۔ حضرت قتادہ بن نعمان۔
۳۵۔ حضرت اقرع بن حابس
۳۶۔ حضرت سودۃ بنت زمعہ
۳۷۔ حضرت عویم بن ساعدہ۔
۳۸۔ حضرت غیلان ثقفی۔
۳۹۔ حضرت ابو محجن ثقفی و دیگر
صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

مرویاتِ فاروقی

لهٗ خمس مائة وتسعة وثلاثون حديثاً اتّفقا على عشرة وانفرد البخاری بتسعة ومسلم بخمسة عشر۔

آپ سے ۵۳۹۔ احادیث مروی ہیں۔ دس احادیث پر امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اتفاق کیا ہے۔ یعنی متفق علیہ ہیں۔ ۹۔ احادیث امام بخاری نے منفرداً تخریج کی ہیں۔ اور ۱۵۔ احادیث امام مسلمؒ نے۔

آپ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور باقی عشرہ مبشرہ نے اور آپ کے بیٹے حضرت عبد اللہ و حضرت عاصمؓ اور حضرت عبید اللہ اور علقمہ بن وقاص اور خلق کثیر نے روایت کی ہے۔

الباب الخامس

خلافیات

(۱) نکاح اُمِّ کلثوم بنت علی کرّم اللہ وجہہ۔ دشمنانِ فاروق رضؓ اور باغیانِ خلافت فاروقی رضؓ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوا۔ دیگر وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت سیّدہ ام کلثوم بنت سیّدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا پیدائش کے لحاظ سے چھوٹی عمر کی تھیں۔ اور خلیفۂ ثانی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ تک حدِ بلوغت کو نہیں پہنچی تھیں۔ لہذا فطرتِ انسانی خلیفۂ ثانی کے نکاح میں آنے سے مانع تھی۔ ان کے اعتراضات کے جواب دینے کی میں چنداں ضرورت تو نہیں سمجھتا تھا کیونکہ جنکے قلب و بصر اور سمع پر قدرت نے شقاوت و بدبختی کی مہریں لگا دی ہوں۔ ان کے لیے دلائل و براہین و شواہد سود مند نہیں۔ جبکہ خود مالک الملک نے فرما دیا ہے۔ سواء علیہم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا سلیم الفطرت کی قسمت میں ہی ازل سے مرقوم ہے۔ بدفطرت اور کم بخت و کور باطن کو دلائل و براہین کی روشنی سے فائدہ نہیں ہوتا۔ ع

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم آفتاب را چہ گناہ

شیخ المشائخ سید مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں گل است سعدی ولیکن در چشم دشمناں خار است۔ لیکن اتمام حجت کے لیے چند دلائل ان کی کتابوں سے نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ قیامت کو بارگاہ ایزدی میں وہ عذر نہ کر سکیں۔ اور نیز میں بھی محبانِ فاروق کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں۔ ~ اُحِبُّ الصّالحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْھُمْ

لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

تو سنو۔ اور گوشِ ہوش سے سنو۔ اس طرح نہ سنو جس طرح مولا کریم اپنی کتاب قدیم میں فرماتے ہیں:۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔

(۱) ان کی معتبر کتاب تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت اُمّ کلثوم بنت علیؑ وابنھا زید بن عمر بن الخطّاب فی ساعۃ واحدۃ لا یُدریٰ ایھما ھلک قبل فلم یورث احد منھما من الآخر وصلّی علیھما جمیعًا۔

ترجمہ۔ امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سیّدہ اُم کلثوم علیؓ کی بیٹی اور اس کا زید بن عمر بن خطاب دونوں ماں بیٹا ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔ اور ان پر اکٹھا جنازہ پڑھا گیا۔

(۲) اور اسی تہذیب الاحکام اور فروع کافی کلینی میں مرقوم ہے۔ لمّا توفی عمر اتی علیؓ ام کلثوم فانطلق بھا الیٰ بیتہٖ۔ (فروع کافی کتاب النکاح باب العدۃ صفحہ ۱۴۳)

ترجمہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؓ سیدہ ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے۔

(۳) شرائع جو ان کی معتبر کتاب ہے۔ اور اس کا شارح ابو القاسم قمیؒ شرح شرائع میں جس کا نام مسالک ہے۔ صاحب شرائع کے اس قول یجوز نکاح العربیّۃ بالعجمیّ والہاشمیّۃ غیر الہاشمیّ وبالعکس کے تحت رقم طراز ہے زوّج علیّ ابنتہٗ اُمّ کلثوم من عمر۔ (ترجمہ) جائز ہے نکاح عربی عورت کا عجمی مرد سے اور ہاشمیہ عورت کا غیر ہاشمی سے جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں اس نکاح کا صاف اقرار کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اگر نبیؐ دختر بعثمان داد ۔ علی دختر بعمرؓ فرستاد

(ترجمہ) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت عثمانؓ ذوالنورین سے بیاہ دی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے اپنی بیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیاہ دی۔

(۵) اسی مجالس المومنین میں ہے۔ کہ بعد وفات حضرت عمر فاروق کے اُم کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ جس کی عبارت یہ ہے
محمد بن جعفر طیار بعد از فوت شدن عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را تزویج نمود۔ یعنی محمد بن جعفر طیار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دامادی کا شرف حاصل کرنے کے لیے حضرت اُم کلثوم سے نکاح کیا۔

روایات مذکورہ بالا سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا۔ کہ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دامادی کا شرف صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ اس سلسلہ مبارکہ ناطہ داری میں حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ بھی بلا ریب و شک منسلک ہیں۔ کیونکہ اولاد سیدہ فاطمۃ الزہرا حقیقت میں اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اب اس نکاح نے دشمنانِ فاروق رضی اللہ عنہ کی کاغذی عمارت کو تہس نہس کر دیا۔ اور ان کے تمام گھڑے ہوئے افسانے ہباءً منثورا ہو گئے۔ اور ساتھ ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مومن کامل ہونا صاف ثابت ہو گیا۔

اس لیے کہ دشمنانِ فاروق رضی اللہ عنہ کا مسلّمہ اصول ہے کہ ہمارے ائمہ کو علم ما کان و ما یکون کے ذریعہ سے یہ کمال حاصل تھا۔ کہ دیکھتے ہی مومن اور منافق میں تمیز کرتے تھے۔ چنانچہ کافی کلینی میں

امام موسیٰ رضا سے منقول ہے۔ وانا لنعرف الرجل اذا رأیناہ بحقیقة الایمان وحقیقة النفاق ۔(ترجمہ) امام موسیٰ رضا فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں۔ کہ یہ شخص مومن ہے یا منافق۔

نتیجہ۔ اب امام موسیٰ رضا کے اس ارشادِ گرامی سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وعیاں ہو گیا۔ کہ جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مومن کامل اور زاہد و پارسا سمجھ کر اور متقی و پرہیز گار جان کر ہی ان کو اپنی دختر نیک اختر نکاح کر دی۔ ورنہ امام موسیٰ رضا کا یہ ارشادگرامی کذب محض ہو گا۔

دوسرا ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ ائمہ اللہ پاک کے اذن کے بغیر از خود کام نہیں کرتے۔ چنانچہ اصول کافی میں مرقوم ہے۔ اِنّ الائمة لم یفعلو شیئًا الّا بعهد من اللہ وامر منه لا یتجاوزونه۔ (ترجمہ) بے شک ائمہ اللہ تعالےٰ کے اذن اور امر کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خدا تعالےٰ سے مامور ہو کر اپنی لخت جگر کا نکاح حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا۔ تو اب جب خدا تعالےٰ بھی راضی ہے۔ اور حضرت علیؓ بھی راضی ہیں۔ تو تم کو کیوں پیٹ میں مروڑ پڑتے ہیں۔ لہذا اس بیماری کا علاج صرف فاروق رضؓ ہے۔ خدا تعالےٰ ہم سب کو توفیق رحمت فرمائیں۔ کہ ہم محبان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں شامل وکامل ہو جائیں۔

حدیثِ قرطاس

دشمنانِ حضرت امیرالمومنین سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ حدیث قرطاس کو بھی پیش کر کے شانِ فاروقی میں ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ اور اپنی مجلسوں اور مجمعوں میں بار بار دُہرا کر خوب عنادِ فاروقی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ چاند پر تھوکنے سے چاند کا تو کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ لیکن وہ تھوک اپنے ہی مُنہ پر لوٹ آتی ہے۔ ان کی سیاہ دلی اور کور باطنی کا قیامت کو پتہ چلے گا۔ جب یوم تسود وجوہ کا منظر سامنے آئے گا۔ ان کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت کو ناقابلِ اعتماد بنائے ہوئے اس مقصود کے حاصل ہونے کا آسان اور مختصر طریقہ ان کو یہی نظر آتا ہے۔ کہ دلائل نبوت اور تعلیماتِ نبوت کے چشم دید گواہوں کو مجروح کیا جائے۔ تاکہ ان کی گواہی ناقابلِ اعتبار ہو کر قرآن مجید اور تعلیماتِ نبوت کے معتمد علیہ اور افضل و اعلیٰ ترین اور پاکباز و پاک سیرت و پاک کردار گواہ یعنی حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کو مطعون اور مجروح کرنے سے باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین خود بخود ساقط الاعتبار ہو جائیں گے۔ ان ظالموں اور بدزبانوں کو یہ تو معلوم نہیں۔ کہ ان کا تو بگڑے گا کچھ بھی نہیں۔ ہم اپنا ہی بگاڑ رہے ہیں۔ کیونکہ ان پاکیزہ نفوس کو بارگاہِ الٰہی سے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے تمغے مل چکے ہیں۔ اب یہ لاکھ زور لگائیں۔ خطاباتِ الٰہیہ تو چھین ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ مالک ارض و

سماء تو ان پر راضی ہو چکا اور وہ اس ذات بے نیاز پر راضی ہو چکے۔ اب ہانڈی اُبلے گی۔ تو اپنے ہی کنارے جلائے گی۔ موتوا بغیظکم ایہا المعاندین۔ میں تو کہتا ہوں۔ اور مفید مشورہ دیتا ہوں۔ کہ تم لوگ اس طرح کرو۔ جس طرح مولا کریم اپنی کتاب کریم وقدیم میں فرماتے ہیں۔ من کان یظنّ ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ فلیمدد بسبب الی السّماءِ ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبنّ کیدہ ما یغیظ۔ (پ ۱۷ حج) یعنی جس کو یہ خیال ہو۔ کہ ہرگز مدد نہ کرے گا اس کو اللہ دُنیا میں اور آخرت میں تو تانے ایک رسی آسمان کو پھر کاٹ دے۔ اب دیکھیے۔ کچھ گیا اس کی تدبیر سے اس کے جی کا غصّہ۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیش اسامہؓ کے ساتھ چلے جاتے۔ تو نہ معاملہ قرطاس وقوع میں آتا۔ اور نہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا موقعہ ملتا۔ برادرانِ مکرّم! جیش اسامہ کا اصل واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض الموت ہی میں حضرت اُسامہ کو روانہ کرنے کا عزم فرمایا۔ پنج شنبہ کا دن تھا۔ کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نشانِ سرداری دیا گیا۔ اور لوگوں کا شہر سے نکل کر مقام اجتماع پر پہنچنا شروع ہوا۔ یک شنبہ کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آخری رخصت کے لیے حاضر ہوئے۔ دوشنبہ کی صبح کو وہ روانگی کے لیے تیار تھے۔ کہ ان کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نقال فرمانے والے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کیمپ سے جو آبادی سے

ایک کوس باہر تھا۔ مدینہ منوّرہ آئے۔ اور قبل از دوپہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ (زرقانی)

معلوم ہُوا کہ نہ امیر گیا۔ اور نہ تخلّف ہُوا۔ یہ تو سادہ واقعات ہیں۔

بعض معاند صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما شہرستانی کی کتاب سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ لعن اللہ من تخلّف عن جیش اُسامۃ۔

(۱) یاد رکھنا چاہیے کہ شہرستانی کی کتاب حدیث کی کتاب نہیں۔ اس لیے اس کے الفاظ کو حدیث کا درجہ نہیں مل سکتا۔

(۲) خود شہرستانی کا مذہب بھی مسلّمہ نہیں۔

(۳) من تخلّف کے الفاظ کی وسعت پر اگر غور کر لیا جاتا۔ تو وہ لوگ کبھی اس سے تمسک نہ کرتے۔ ترجمہ یہ ہے کہ جو کوئی بھی اسامہ کے لشکر سے رہ جائے گا۔ اس پر اللہ کی لعنت۔

اب بتلانا چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر افراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جیش اسامہ میں گئے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں تو تخلّف ہُوا۔

اب معاملہ اس قدر سنگین ہو جاتا ہے۔ کہ امامیہ و محمدیہ سب کو فکر ہو گیا۔ کہ اس مَن تخلّف کی وسعت کو محدود کیا جائے۔

غالباً اس کی صورت یہی ہو گی کہ پہلے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی ماموری ثابت کی جائے۔ اور پھر اس کا تخلّف ثابت کیا جائے۔ بے شک یہی طریق اصح فیصلہ کا ہے۔ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ یہ صحاح ستہ

موجود ہے۔ ان سے وہ ثابت کردیں۔ کہ سیدنا صدیق و سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما بھی جیش اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور کئے گئے تھے۔

ہم اہل خوارج سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری کتب صحیح سے ثابت کردیں۔ کہ علی المرتضیٰ بھی جیش اسامہؓ میں جانے پر مامور تھے۔
اگر یہ دونوں ایسا نہ کر سکیں۔ تب صاف ظاہر ہے۔ کہ مَنْ تخلّف کے لفظ سے دشمنان صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم کا تمسک بمقابلہ شیخین رضی اللہ عنہما اور خوارج کا تمسک بمقابلہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نادرست ہے۔

اب تاریخی لحاظ سے دیکھنا یہ ہے۔ کہ جیش اسامہؓ کو پھر کس نے روانہ کیا۔ اس کی روانگی کا اہتمام و انتظام بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس نے کیا؟
کیوں جناب۔ کچھ اس خدمت کا کریڈٹ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کی درگاہ سے ملے گا یا نہیں۔

واقعہ قرطاس

اوّل حدیث پاک کو پورے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:۔
عن ابن عباس قال لمّا حضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطّاب قال النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم ھلمّوا اکتب لکم کتابا لن تضلّوا بعدہٗ فقال عمر قد غلب علیہ الوجع وعندکم القراٰن حسبکم کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قرّبوا

يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنهم من يقول ما قال عمر فلما اكثروا اللغط والاختلاف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا عنّی. فقالوا ما شانه اهجر استفهموه فذهبوا يردّون عليه فقال دعونی ذرونی فالذی انا فيه خيرٌ ممّا تدعونني اليه فامرهم بثلاثٍ فقال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ما كنت اجيزهم وسكت عن الثالثة او قال نسيتها قال سفيان هذا من قول سليمان۔
(متفق عليه)

(ترجمہ) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب ہُوا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آدمی جمع تھے۔ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ جاؤں۔ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کی سخت تکلیف ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب تم کو کافی ہے۔ تب اہلِ بیت نے اختلاف کیا۔ کوئی ان میں سے کہتا تھا کہ سامانِ کتابت لے آؤ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے لکھدیں۔ کوئی ان میں سے وہی بات کہتا تھا جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب شور و اختلاف بہت ہوا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ اور میرے پاس تم کو تنازع کرنا شایاں نہیں۔ حاضرینِ مجلس نے کہا۔ کیا حال ہے حضرت کا۔ کیا

جُدا ہوتے ہیں۔ پوچھو تو سہی۔ کیا فرماتے ہیں۔ پس صحابہ نے بار بار پوچھنا شروع کیا۔ پس فرمایا۔ آپ نے چھوڑ دو مجھ کو۔ چھوڑ دو مجھ کو۔ کہ وہ حالت کہ جس میں میں ہوں۔ بہتر ہے اس چیز سے کہ بلاتے ہو تم مجھ کو طرف اس کے پس حکم کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین باتوں کا۔ فرمایا نکال دو مشرکوں کو جزیرہ عرب سے۔ اور اکرام کیا کرو ایلچیوں کا۔ جو امراء اور حاکموں کی طرف سے آویں۔ اور احسان اور سلوک کیا کرو ان سے مانند اس کے کہ میں احسان کیا کرتا تھا ان پر۔ اور سکوت کیا ابن عباس رضؓ نے تیسری بات سے یا کہا اس نے پس میں بھول گیا ہوں اس کو مسلم شریف کی ایک روایت میں فقالوا انّہ یھجر بھی موجود ہے۔ یعنی کہا صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُدا ہوتے ہیں۔

یہ ہے حدیث قرطاس کا خلاصہ۔ جس سے سیّدنا امیرالمومنین خلیفہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ مگر دشمنوں اور بدزبانوں کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی قابلِ داد ہے۔ کہ کھینچ تان کر سیّدنا فاروق اعظم پر اعتراض تھوپ دیتے ہیں۔ اللھم احفظنا من شرورھم وفجورھم ووفق لنا ما تحب وترضی ونعوذ بک ان تکون من المبغضین لصحابۃ رسولک واجعل لنا من الذین یحبون احباء حبیبک وخلیلک ورسولک ونبیک صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جو سلیمان بن ابی مسلم الاحول کی روایت میں موجود ہیں۔ قال ابن عباس یوم الخمیس وما

یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعه الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجعہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ پنج شنبہ کا ہے۔

برادرانِ کرام۔ آپ لفظ اہلِ بیت پر جو حدیث میں ہیں غور فرمائیں۔ کیونکہ حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اہی دونوں کے اندر اختلاف پیدا ہوا تھا۔ قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا اہل بیت کا ترجمہ وہ گھر والے ہیں۔ جو اس وقت گھر میں موجود تھے۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اہلِ بیت کا اطلاق غیر قرابت داروں پر بھی ہوا ہے۔ اگر وہ لوگ اس معنی کو پسند کریں۔ تو فضائل اہلِ بیت کی کئی اور باتوں میں بھی تاویل کا دروازہ کھول دینگے۔

اگر اہل بیت سے مراد قرابت دارانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تب پتہ لگ جائے گا۔ کہ تنازعہ کرنے والے کون لوگ تھے۔ ہم کو اُن حضرات سے یہ توقع ہے کہ وہ ضرور تسلیم کرینگے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ ضرور ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ لہذا اس واقعہ کے وقت بھی حاضر تھے۔ اب فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کہ علی المرتضیٰ کی رائے بجانب فاروق اعظم تھی یا مخالف فاروق اعظم۔ اگر ان کی رائے مخالف فاروق تھی۔ تو ضروری تھا کہ وہ جھٹ پٹ کاغذ قلم حاضر کر دیتے۔ اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے وہ لکھ دیتے۔ مگر ایسا تو نہیں ہوا۔ اب یہی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی بھی رائے وہی تھی۔ جو سیدنا عمر فاروق کی تھی۔ تو اب اس رائے کے

طرفدار دو ہو گئے۔

لہٰذا اے خارجیو۔ علی المرتضیٰ پر الزام دینے سے خاموش ہو جاؤ۔ کیونکہ حضرت فاروق بھی اس کے ساتھ تھے۔ اور اے دشمنانِ فاروق حضرت فاروق پر الزام دینے سے ساکت رہو۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس کے ہمزبان تھے۔ اس حدیث شریف پر عیسائیوں وغیرہ اہلِ عناد کا بھی تمسک ہے۔ کہ دشمنانِ فاروق اور خوارج دستے آپس میں خود سمجھتے رہیں مگر یہ تو ثابت ہے۔ کہ اہلِ اسلام اس نوشت سے محروم ہو گئے۔ جو ضلال اور گمراہی سے بچانے والی تھی۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظتِ ضلالت ہی نہ کی۔ تب انہوں نے کیا ہی کیا۔

اب اے دشمنانِ فاروقؓ و صدیقؓ کہ معاملہ صرف الزام حضرت عمرؓ کا ہی نہیں۔ بلکہ بہت دور پہنچتا ہے۔ اب میرا اور دشمنانِ فاروق کا کام یہ ہے۔ کہ ایسا جواب دیں۔ جو اسلام کو اعتراض سے بچائے۔ جو ہادی اسلام کے دامن پاک پر فما بلغت رسالتہ کا داغ نہ لگنے دے۔ نیز ان کا کام یہ ہے۔ کہ خوارج کا منہ بھی بند کریں۔ اور علی المرتضیٰ پر بھی نافرمانی رسولؐ کا الزام نہ لگنے دیں۔ تنہا میرا کام یہ ہے۔ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی الزام سے بری ثابت کروں۔

اب سب صاحبان تبلائیں، کہ کیا قرآن کریم میں ضلالت سے بچانے کا مادہ ہے یا نہیں۔ سب صاحبان تبلائیں۔ کہ اس واقعہ سے تین ماہ پیشتر آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت

لکم الاسلام دینا نازل ہو چکی تھی یا کہ نہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی یہی لکھوانا چاہتے تھے۔ کہ میری اُمت کے سب لوگ تمسک بالقرآن رکھیں۔ اور قرآن مجید کے باہر کے واقعات کو اسلام اور دینِ حقہ کے اندر شمار نہ کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مزاج دان اور رمز شناس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ما فی الضمیر کو ظاہر کر دیا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نوشت کے لکھوانے کا ہی مکرر خیال نہ فرمایا۔

اسی قول کے استدلال میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ واقعہ پنج شنبہ کا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں اس کے بعد دو شنبہ تک رہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد قسم فاروقی کے سوا کچھ اور رہوتا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع قرآن مجید کے سوا اور بھی بتانا ہوتا۔ تو پنج شنبہ سے دو شنبہ تک چار یوم کا عرصہ موجود تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے وقت میں اپنی نوشت لکھوا سکتے تھے۔

صاحبِ لمعات فرماتے ہیں ولو کان الامر مما لا بدّ منه لما ترک ذٰلک بسبب اختلافهم وقد عاش بعد هٰذا ایّاما۔ یعنی اگر وہ امر ضروری قابلِ نوشت ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسبب ان کے اختلاف کے کبھی بھی ترک نہ کرتے ....

.... حالانکہ اس کے بعد کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات رہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۵۴۸)

نہیں دوسرے وقت کی ضرورت کیا تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقتدار اور اختیار جملہ جماعت پر تھا۔ کہ قُومُوا عَنِّی کا حکم صادر فرمایا اور سب کے سب وہاں سے چلے گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قُم عَنِّی کا حکم فرما دیتے۔ اور پھر نوشت کرا دیتے۔

الغرض حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اس الزام سے بچانے کے لیے موافقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ فیمکن حمل ھذہ القضیۃ علی الموافقہ فتر تفع المخالفۃ۔ (لمعات و مرقات)

اور یہی موافقت حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی خوارج کے طعن سے محفوظ رکھتی ہے۔ ان لوگوں سے یہ بھی درخواست ہے۔ وہ خطبات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو پڑھ جائیں۔ نہج البلاغۃ پر غور کریں۔ کیا دامادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے کسی جگہ بھی اس حوالہ کا ذکر کیا ہے۔ کسی مقام پر بھی انہوں نے عدم کتابت کو اپنے واجا حق کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ تب بھی یہی ثابت شدہ امر مستحق و مضبوط ہو جاتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ہم زبان و ہم رائے تھے۔ اور اسی لیے انہوں نے مادام الحیات کبھی بھی اس واقعہ سے بحق خود تمسک نہیں کیا۔

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اس تحریر کے نہ لکھوانے کا الزام صرف حضرت فاروق پر قائم کرنا سخت بے انصافی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ نے کیوں نہ لکھوا لیا۔ لہٰذا سب سے زیادہ

الزام شیرِ خدا علی المرتضیٰ پر عائد ہوگا۔ اس لیے کہ بزعمِ تمہارے ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب بوجہ داماد ہونے کے سب سے زیادہ تھا۔ اگر لکھنے کا سامان حبیبِ خدا اشرفِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوگا۔ تو انہیں کو پتہ ہوگا۔ کہ کہاں رکھا ہے۔ اگر باہر سے لانے کی ضرورت تھی۔ تو سب سے قریب انہیں کا گھر تھا۔ کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ بقول تمہارے مسجد میں کھلا تھا۔ مزید برآں حضرت علی رض خود اقراری ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم دوات لانے کا حکم مجھ ہی کو دیا تھا۔ چنانچہ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔ امرنی النبیّ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان آتیہٗ بکتف یکتب (مسند احمد فتح الباری)

پس اس کی عدم تعمیل کا الزام سب سے زیادہ حضرت علی رض پر عائد ہوگا۔

گلہ ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

لہٰذا یہ بات کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے روکنے سے یا کسی کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ضروری کام کو ترک کر دیں۔ کیونکہ آپ کی پاکیزہ ۲۳ سالہ زندگی کے ارض وسماء اور بحروبر واشجار وحیوانات اور نباتات وجمادات اور جن وانس اور موافق ومخالف سب شاہد ہیں۔ کہ آپ نے مصائبِ شاقہ کو برداشت کیا۔ اور بدنِ اطہر خون سے رنگین ہوا۔ مگر تبلیغِ احکامِ الٰہی میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی۔ تو پھر کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے منع کرنے سے یا ان کے خوف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے۔ اور نوشت نہ لکھوائی۔

کیا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اتنا رعب طاری تھا۔ کہ دیگر اہلِ بیت بھی مقابلہ نہ کر سکے؟ اور دبدبۂ فاروقی کے سامنے سب کے سب خاموش ہو گئے؟ معلوم ہوا کہ پھر صرف حضرت عمرؓ ہی ملزم نہیں۔ بلکہ تمام اہلِ بیت بھی ملزم ہیں جنہوں نے جرأت و بے باکی کا ثبوت نہ دیا۔ بلکہ بزدلی دکھائی۔ اور ایک ضروری فریضہ سے کوتاہی برتی۔ خدارا ہوش تو کرو۔ کہ تم نے حضرت عمر فاروقؓ کو ملزم ٹھہراتے ہوئے دیگر اہلِ بیت کا بھی ادب نہ کیا۔ اور اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم الخ

لفظ ہجر کی بحث

دشمنانِ فاروقؓ کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے اَهَجَرَ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے ملوث کیا ہے۔ لیکن بُرا ہو دشمنی کا کہ چنگے بھلے آدمی کو اندھا اور نابینا بنا دیتی ہے۔ بھلے مانسو۔ ذرا الفاظ حدیث پر غور کرو۔ لفظ ہیں، فَقَالُوْا مَا شَانُهٗ اَهَجَرَ۔ یعنی انہوں نے کہا کیا حالت ہے آپ کی۔ کیا اَهَجَرَ کے قائلین اہلِ بیت تھے۔ نہ کہ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ یہ لفظ ہجر یا یَهْجُرُ کسی صحیح روایت میں حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کا مقولہ نہیں، بیان کیا گیا۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام حسبنا کتاب اللہ کے قائلین میں ہے۔ اگر تم لوگوں میں کچھ بھی صداقت ہے۔ یا ایمان کا ذرّہ ہے۔ یا تمہیں اپنے مذہب کی پاس ہے۔ تو ایک روایت

بسندِ صحیح کتب اہلِ سنت سے پیش کرو جس میں لفظ ہجر یا ہجر کو حضرت فاروقِ اعظم کا مقولہ بیان کیا گیا ہو۔ ورنہ بارگاہِ خداوندی میں اور یوم النشور کو عدالتِ عالیہ میں پیش ہونے کا خوف کرتے ہوئے ایسے لایعنی اور فضول اعتراضات سے تائب ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ایمان کا اقرار کرو۔ اور محبانِ فاروق کے زمرہ میں شامل ہوکر دنیا اور آخرت کو سنوار لو۔ ورنہ خسر الدنیا والآخرہ کا سامنا ہوگا ؎

نہ تم ہم کو ستم دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

بخاری شریف میں یہ روایت کئی جگہ آئی ہے۔ کتاب المغازی میں کتاب الجہاد میں، کتاب العلم میں، کتاب المرض میں، لیکن کہیں بھی لفظ ہجر یا ہجر کو سیدنا فاروق اعظم کا مقولہ نہیں قرار دیا۔ بلکہ اہل بیت ہی کہہ رہے ہیں۔ فقالوا ما شانہ اَھَجَرَ۔ اب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے نہ پوچھو۔ کہ اے اہل بیت تم نے کیوں یوں کیا۔ اس لیے وہ جانیں اور تم۔ آؤ، علم سے بے بہرہ لوگو! اور عقل کے اندھو۔ اہلِ بیت کی عزّت کا پاس ہم کرتے ہیں۔ ع

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

برادرانِ محترم! سنو، ہجر کے معنی ہذیان یعنی بیہودہ بکنا نہیں۔ بلکہ ھَجَرَ یَھْجُرُ۔ ہجر سے مشتق ہے جس کے معنی جدائی کے ہیں بلکہ قرآن شریف میں جہاں کہیں مستعمل ہوا ہے، جدائی ہی کے معنی میں ہوا ہے۔ سورۂ مزمل

میں ہے۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۔ اے نبیؐ کافروں سے جُدا ہوجائیے۔ یہاں ہذیان کے معنی بن ہی نہیں بن سکتے۔ ورنہ ترجمہ یہ ہوگا۔ اے نبیؐ کافروں سے بکیئے۔ معاذ اللہ۔

دوسری آیت میں ہے۔ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (نساء) یعنی عورتوں کو خواب گاہوں میں چھوڑ دو۔ یہاں بھی ہذیان کے معنی بالکل نہیں بن سکتے۔ ورنہ ترجمہ یہ ہوگا۔ کہ عورتوں سے بیہودہ بکو خواب گاہوں میں۔

تیسری جگہ ارشاد ہے۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ (مدثر) اور پلیدی کو چھوڑ دو۔

علاوہ ازیں اس لفظ کے معنی ہذیان حدیث قرطاس میں ہرگز نہیں بن سکتے جس کی زبردست وجہ یہ ہے کہ ہذیان کا شُبہ انسان اس بات پر کرتا ہے۔ جو خلافِ عقل ہو۔ ایک خدا کا رسولؐ اپنے آخر وقت میں فرماتا ہے۔ کہ کاغذ دوات لاؤ۔ میں ایک ضروری ہدایت نامہ لکھوا دوں۔ اس میں کونسی بات خلافِ عقل ہے جس کو کوئی شخص ہذیان کہہ سکے۔

ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ روایت میں هَجَرَ کے بعد استفھموا کا لفظ بھی موجود ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ سے پوچھو تو سہی۔ کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر ہجر کے معنی ہذیان لیے جائیں۔ تو استفھموا کا بے ربط ہو جاتا ہے۔ جس کو ہذیان ہوگیا۔ اس سے پوچھنا خلافِ عقل ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ہجر یا ہجر کے معنی جدائی کے ہیں نہ ہذیان لے۔ چنانچہ صراح وغیرہ کتب لغت میں موجود ہے۔

ہجر۔ ہجران۔ جُدائی کردن از نصر۔ اگر لفظ ہجر کے معنی ہذیان لیئے

جائیں تو ہجرت کا کیا معنی ہو گا۔ تو آپ کے معنی کی رو سے ہجرت کا معنی ہو گا بکنا۔ اب ہجرت کا یہ معنی تو کوئی عقل مند باور نہیں کرے گا سوائے آپ کے، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ تو پھر ہجرت رسول کا معنی بھی ہذیان رسول کرو۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اور شراح حدیث نے بھی ہجر کے معنی جدائی کئے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ اھجر فعل ماض من الھجر بفتح الھاء وسکون الجیم والمفعول محذوف۔ (فتح الباری جزء ۸ اص۱ کتاب المغازی)

اور علامہ محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ اِنَّ مَعْنَاہُ ھَجَرَ کَمْ رَسُوْلُ اللہِ من الھجر ضد الوصل یعنی ہجر ہجر سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی جدائی ہے۔ اور جس کا معنی ہذیان ہے۔ یعنی بیہودہ بکنا، وہ ہُجر بضم الحاء ہے۔ یہ لفظ قرآن میں غیر مستعمل ہے۔

پس اس حدیث شریف میں ہجر کا معنی جدائی لینا از روئے قرآن کریم اور لغات عرب بالکل درست اور مناسب و صحیح ہے جس نے یہ لفظ کہا۔ اس نے کمال محبت اور جذبۂ عشق میں کہا۔ مگر جن کے دل درد و محبت رسول صلعم سے نا آشنا ہوں۔ وہ ان کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔ اُلٹا اس کے قائل کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخری یہ بھی ہے۔ کہ بفرض محال اگر یہ لفظ بمعنی ہذیان ہو۔ تو بھی اس کے ساتھ ہمزہ موجود ہے۔ اور یہ استفہام انکاری ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ نبیؐ کو اختلاط کلام تو نہیں ہوتا دریافت

کرلو۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیونکہ نبیٔ معصوم کا ارشاد بے مطلب نہ ہوگا۔
ممکن ہے یہ قول اس جماعت کا ہو۔ جو تحریر لکھوانے کی موید و حامی تھی۔
اکثر روایات میں ہمزۂ استفہام موجود ہے۔ جن میں نہیں وہاں ہمزہ محذوف
جائے گا۔ چنانچہ حافظ الحدیث شیخ الاسلام امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ
علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔ اَلرَّاجِحُ فِیۡهِ اِثۡبَاتُ
هَمۡزَةِ الۡاِسۡتِفۡهَامِ۔ نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم مطبع نور محمدی
ج ۲ صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں۔ وقولہ اھجر رسول اللہ ھکذا ھو
فی صحیح مسلم وغیرہ اھجر علی الاستفہام وھو اصح من روایۃ
من روی ھجر ویھجر لان ھذا کلہ لا یصح منہ صلی اللہ علیہ وسلم
وان صحت الروایات الاخر کانت خطأً مِنۡ قَائِلِهَا بِغَيۡرِ تَحۡقِيۡقٍ۔
یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ہمزہ استفہام سب روایات میں ہے۔ اور جس
روائت میں ہمزہ استفہام نہیں۔ وہ ناقل کی غلطی ہے۔ کہ بغیر تحقیق کے
اس نے ایسا کہدیا۔

ایک اعتراض دشمنانِ فاروق کا یہ بھی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے حسبنا کتاب اللہ کہا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ حدیث رسول کی
ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔

اے حضرت! صرف تمسک بالقرآن کی تعلیم تو خود قرآن پاک بھی
بیسیوں مقامات پر دیتا ہے۔ تو ان آیات کو بھی آپ قرار دیں گے۔ کہ
وہ اہلِ بیت نبوی سے بے سروکاری سکھلاتی ہے۔ اور حدیث کی ضرورت

نہ ہونے کی تلقین کرتی ہے۔
آیاتِ ذیل پر غور کرو۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ یہ قرآن اس طریقہ کی راہ دکھاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ محکم ہے۔
اب آپ لوگ خفا ہو جائیں گے۔ کہ قرآن کو سب سے زیادہ قوم کیوں بتلایا۔ اس کا فطری نتیجہ اہلِ بیت سے بے سروکاری اور حدیث کی انکاری ہے۔
دوسری آیت میں ہے۔ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۔ (جاثیہ)
ترجمہ۔ یہ اللہ کی آیات ہیں۔ جن کو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اے لوگو۔ اب اللہ اور اس کی آیات کے بعد تم کون سی حدیث پر ایمان لاؤ گے۔
اب تو آپ لوگ اور زیادہ خفا ہونگے۔ کہ اب تو قرآن پاک نے حدیث ثقلین کی بھی ضرورت نہ چھوڑی۔ آپ کو زیادہ تر غصہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اس لیے تھا۔ کہ حسبنا کتاب اللہ کے کہنے سے حدیث کو باطل کر دیا۔ اب یہاں تو رب العالمین نے ہر ایک حدیث کو باطل کر دیا۔
جنابِ من! جو جواب آپ خدا تعالےٰ کے لیے تجویز کریں۔ وہی جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی نقل کر لیں۔ بے شک حضرت عمرؓ کا کلام کسی ایک حدیث کو بھی باطل قرار نہیں دیتا۔ وہ تو قرآن

کی تعریف کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جسے خود قرآن مجید نے بارہا بیان کیا ہے۔

اس واقعہ قرطاس کی تہ میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کسی تحریر کا لکھوانا تھا ہی نہیں۔ بلکہ آپ اپنے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ کہ کہاں تک وہ دین میں مضبوط اور راسخ القدم ہو چکے ہیں۔ آیات قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم (الآیہ) نازل ہو چکی تھی۔ اور سب کو بتا دیا گیا تھا کہ دین کامل و اکمل ہو چکا۔ نعمت خداوندی پوری ہو چکی۔ اگر کہیں خدانخواستہ اکابرین صحابہ کرام تحریر لکھوانے کی تمنّا ظاہر کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت کبیدہ خاطر ہوتے۔ کہ باوجود اس آیت کے تم اب تک دین کو کامل نہیں سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسی کوئی تحریر باقی تھی۔ تو دین بغیر اس کے کامل نہیں ہو سکتا۔ لیکن الحمدللہ کہ صحابہ کرام اس امتحان میں پورے کامیاب ہوئے۔ اور اس کامیابی کا سہرا حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ چند نامعلوم الاسم صحابہ لکھوانے کے خواہش مند تھے۔ جن کی بابت ظن غالب یہ ہے کہ وہ جدید الاسلام تھے جنہوں نے آیت الیوم اکملت اس وقت نہیں سنی ہو گی۔ لیکن ان کا یہ اختلاف امام المرسلین خاتم النبیین حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند آیا۔ جس کا اظہار قوموا عنّی سے آپ نے فرمایا ؎

اُلٹی سمجھ کسی کو خدا نہ دے ۔ دے اگر موت پر یہ بدادا نہ دے

حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر کو جلانیکا الزام

کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کے گھر جلانے کا قصد کیا۔ دار و مدار اس طعن و الزام کا ایک روایت پر ہے۔ جو حضرت شاہ ولی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ نقل کی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جب جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم نے خلافت خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطیب خاطر منظور کر لیا۔ تو بعض نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں اس کے خلاف مشورہ کرنا شروع کیا۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے دولت کدہ جناب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزھراء پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اے صاحبزادی رسول اللہ کی، خدا کی قسم ہم کو آپ کے والد بزرگوار سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے والدگرامی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم سے زیادہ ہم کو کوئی عزیز نہیں۔ اس کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا۔ کہ اگر وہ یعنی جماعت المسلمین کے خلاف صلاح و مشورہ کرنے والے اس نازیبا و ناشائستہ حرکت سے باز نہ آئے۔ تو میں حکم دوں گا۔ کہ ان پر گھر جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس بات کو سیدہ فاطمہ

رضی اللہ عنہا نے پسند فرمایا۔ اور خفیہ مشورہ کرنے والوں کو روک دیا۔ اور کہہ دیا کہ حضرت عمرؓ قسم کھا گئے ہیں کہ تم پر گھر جلا دینگے۔ بیشک جو انہوں نے قسم کھائی ہے۔ اس کو وہ پورا کرینگے۔ تم پھر ایسا مت کرنا۔ پس پھر وہ کبھی جمع نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ الفاظ روایت یہ ہیں :-

عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علیٌّ والزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیشاورانہا ویرتجعون فی امرھم فلمّا بلغ ذٰلک عمر بن الخطّاب خرج حتّٰی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واللہ ما من خلقٍ احدٌ احبّ الینا من ابیک وما من احدٍ احبّ الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانع ان اجتمع ھٰؤلاءِ النفر عندک ان امرھم ان یحرّق علیہم البیت قال فلمّا خرج عمر جاءُوھا فقالت تعلمون انّ عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرّقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضینّ لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتّٰی بایعوا لابی بکر (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۱) اس روایت کا کتب صحاح اہل سنت میں کہیں بھی ذکر نہیں۔ نہ کسی محدث نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ راوی اس کے مجہول الحال ہیں۔ کسی دوسری روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ جس کتاب کی

یہ روایات ہے۔ اس میں ہر ایک قسم کی روایات یہاں تک کہ جھوٹی روائتیں بھی موجود ہیں۔ اور جس طعن کا دار و مدار غیر معتمد روایت پر ہو وہ کسی طرح بھی قابلِ جواب نہیں ہو سکتی۔

(۲) الفاظ روایت پر ذرا غور کرو۔ اَنْ یُحَرِّقَ عَلَیْھِمُ الْبَیْتَ یعنی حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا۔ کہ ان کے گھر جلادوں گا۔ یہ نہیں کہ جنابہ سیدہ کا گھر جلادوں گا۔

(۳) یہ صرف تہدید ہی تہدید ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا مقصود درحقیقت ان کے گھر جلانا نہیں تھا۔ بلکہ یہ محض بطور ڈانٹ تھا۔ کیونکہ ان کے اجتماع سے جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے صاحب میں تفرق و تشتت عامہ جماعت مومنین متیقن تھا۔ جو شرعاً ممنوع و حرام ہے۔ تاکہ وہ ایسی حرکت شنیعہ و قبیحہ سے باز آجائیں۔ اور جماعت عامہ مومنین میں شمولیت کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ؎

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

تمام شد

(بقیہ صفحہ ۱۴۱)

(ترجمہ) ابو مریم کا بیان ہے۔ کہ میں کوفہ میں تھا۔ امام حسن بن علیؓ نے
کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ کہ اے لوگو رات میں نے ایک عجیب خواب
دیکھا۔ میں نے رب کریم کو عرش پر دیکھا۔ اسی عرصہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور عرش کے ایک پایہ کے پاس
قیام فرمایا۔ پھر ابوبکرؓ آئے۔ اور حضور کے دوش مبارک پر
ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر عمرؓ آئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے
کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر عثمانؓ آئے۔ اُن کے
ہاتھ میں اُن کا سر تھا۔ عرض کی۔ الٰہی اپنے بندوں سے پوچھ، کہ
انہوں نے مجھ کو کس قصور میں قتل کیا۔ اس کہنے پر آسمان سے
خون کے پرنالے زمین میں بہنے لگے۔ یہ خطبہ سنکر لوگوں
نے حضرت علیؓ سے کہا۔ کہ آپ دیکھتے ہیں۔ امام حسنؓ کیا کہتے
ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جو دیکھا۔ وہ کہتے ہیں۔

قال ابو جعفر ما رائت احداً من اھل بیتی الا
وھو یتولٰی بھما۔

حضرت امام باقر کا قول ہے۔ کہ میں نے کسی کو اپنے اہلِ بیت
میں سے نہیں دیکھا۔ جو ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) سے محبت نہیں
رکھتا تھا۔ یعنی سب محبت کرتے تھے۔

عن ابی حفصة قال سألت محمد بن علیؑ وجعفر بن محمد عن ابی بکر وعمر فقالا اما ما عدل نتولّهما وتتبرّء من عدوهما ثم التفت الی جعفر بن محمد فقال یا سالم لیسبّ الرجل جدّہ ابوبکرؓ الصدیق جدی لا نال بشفاعة جدی ان لم اکن اتولهما واتبرّء من عدوهما۔

(امام محمد)

فضائل الشیخین

باحادیث

رسول الثقلین

حصّہ اوّل

فضائل الصدّیق رض

از تصنیف: مولانا محمد یوسف صاحب سلطان پوری۔ گوجرانوالہ

ناشر: خالد گھرجاکھی ضلع گوجرانوالہ